

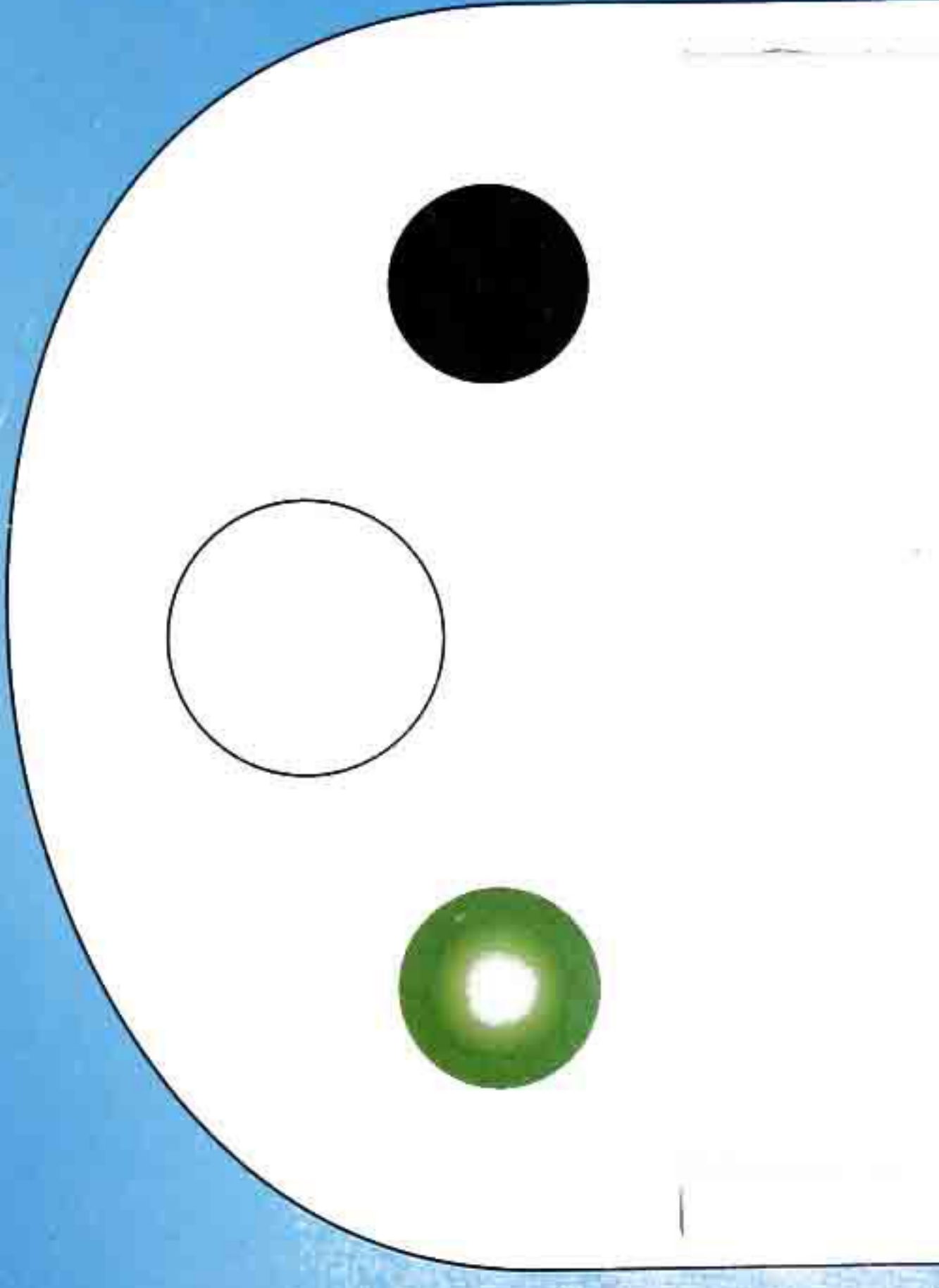
SINGAPORE

V-8000

Future

OGKET

Marfat.com



كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ
(القرآن)

مومن کی وفا

نشانِ مومن با تو گوئیم چون مرگ آید تیرم بر اوست
اقالہ

مُصَنَّف

علامہ عبد الستار سجدانی برکاتی

شبیر برادرز
لاہور

زینہ سنٹر ۴۰، ادوبازار لاہور
فون: 042-7246006

شبیر برادرز

دار الفکر لاہور

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

مومن کی وفا

ناشر ملک شبیر حسین

سن اشاعت مارچ 2009ء / ربیع الثانی 1430ھ

طابع اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور

ورڈز میکر کمپنیز

سرواق فیضی گرافکس ڈیزائنرز

قیمت 200/- روپے

شبیر
برادرز
اردو بازار لاہور

ضروری التماس

قارئین گرامر اور جملے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب سے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پا لیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي

تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَّا قِيَّكُمْ ثُمَّ

تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

(پارہ ۲۸، سورہ الجنۃ، آیت ۸۰)

ترجمہ:

”تم فرماؤ! وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے، پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے، جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔“ (کسر الايمان)

”شرف انتساب“

میں اپنی اس کاوش کو سلسلہ قادریہ کی ہندوستان کی راجدھانی اور عظیم خانقاہ یعنی خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے عظیم المرتبت بزرگ عارف باللہ، فنا فی الرسول، رئیس الاولیاء والانتہیاء، ہادی الصوفیاء، رہبر علماء، مخزن علم و حکمت، سراج السالکین، نور العارفین سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارشاد عنہا کی طرف منسوب کرتے ہوئے سعادت عظیمہ کا یقین کرتا ہوں۔ جن کی نگاہ کیمیاء اثر نے میرے پیرو مرشد، آقائے نعمت، تاجدار اہل سنت، شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدی و سندی و ماوانی و بلجائی و ذخری و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں عالیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنے فیوض خاص سے نواز کر دنیا نے سنیت کے افق پر درخشاں آفتاب کی طرح چمکایا اور دیگر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کے قلوب کو ضیاء بخشی۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہم غربائے اہل سنت کو ماربرہ مقدسہ کی عظیم خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے تمام بزرگوں کے فیوض و برکات سے مشرف فرمائے۔ آمین۔

-: مصنف :-

مؤمن کی وفات

فہرست عناوین

نمبر	عنوان	صفحہ
❁	شرف انتساب	4
❁	تقریظ: خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف صاحب، مہتمم جامعہ امجدیہ، ناگپور۔	19
❁	تقریظ: خلیفہ مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ مفتی اشرف رضا صاحب، صدر مفتی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر، بمبئی۔	21
❁	تاثر: ماہر علوم احادیث حضرت مولانا محمد عیسیٰ رضوی، سرسہاے گنج۔	23
❁	تقریظ: خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب، صدر مفتی ادارہ شرعیہ کرناٹک، بنگلور۔	27
❁	تقریظ: خلیفہ مفتی اعظم ہند و خلیفہ محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشفاق صاحب قبلہ، مفتی اعظم راجستھان، دارالعلوم اسحاقیہ، جوڈھپور۔	28
❁	تقدیم: حضرت علامہ مولانا نعمان اعظمی ازہری۔	31
❁	آغاز سخن: مصنف۔	36

38	پہلا باب: — ”موت کا بیان“	1
39	موت کیا ہے؟ اور کیا موت سے بھاگنا ممکن ہے۔	❖
40	موت کے سبب قائل ہیں۔	❖
41	موت کا وقت مقرر ہے۔	❖
43	موت کی جگہ مقرر ہے۔	❖
45	انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے؟	❖
48	اقوال علمائے دین۔	❖
50	دوسرا باب: — ”زندگی اور موت“	2
51	زندگی اور موت۔	❖
52	موت مؤمن کے لئے رحمت ہے۔	❖
54	موت کی یاد اور تیاری۔	❖
57	نکتہ۔	❖
60	تیسرا باب: — ”موت آنے کی دعا و تمنا“	3
61	موت آنے کی دعا اور تمنا کرنا کیسا ہے؟	❖
63	مدینہ طیبہ میں مرنے کی دعا کرنا مستحب ہے۔	❖
64	موت کے اسباب اور علامتیں۔	❖
70	چوتھا باب: — ”موت کی آمد“	4

71	❖ موت کی آمد۔
72	❖ ماں سے بھی زیادہ مہربان رب۔
73	❖ علامت خاتمہ بالخیر اور موت کی سختیاں۔
76	❖ موت کے وقت نیک اور بد کی پہچان۔
78	❖ نکتہ۔
79	❖ سکرات کا عالم اور تلقین کرنے کا بیان۔
81	❖ ضروری وضاحت۔
86	❖ جو جس حالت میں مرے گا، اسی حالت میں اٹھے گا۔
88	5 پانچواں باب: — ”روح نکلنے کا بیان“
89	❖ روح کا قبض ہونا۔
89	❖ نکتہ۔
90	❖ موت کے وقت آنکھیں کھلی کیوں رہتی ہیں؟
94	6 چھٹا باب: — ”بعد موت کے مسائل“
95	❖ موت کے فوراً بعد کے مسائل۔
95	❖ میت کے کفن اور دفن میں جلدی کرنا چاہئے۔
97	❖ موت کا اعلان کریں۔
98	❖ مردہ عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو کیا کریں؟

100	ساتواں باب: — ”میت کے غسل کا بیان“	7
101	میت کو غسل دینے کا بیان۔	❖
101	میت کو غسل دینے کا طریقہ۔	❖
106	نکتہ۔	❖
106	متفرق مسائل اور احادیث۔	❖
112	میت کے غسل کے تعلق سے ضروری مسائل۔	❖
116	آٹھواں باب: — ”میت کے کفن کا بیان“	8
117	کفن ضرورت۔	❖
117	کفن کفایت۔	❖
118	کفن سنت۔	❖
118	کفن کی مقدار یعنی ناپ۔	❖
119	کفن پہنانے کا سنت طریقہ۔	❖
121	کفن کے تعلق سے ضروری مسائل۔	❖
125	کفن کیسا ہونا چاہئے۔	❖
132	نواں باب: — ”کفن اور قبر میں تبرکات رکھنا“	9
133	کفن کے ساتھ تبرکات رکھنا۔	❖
133	حضرت انس کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھڑی (عصا) دفن کی گئی۔	❖

134	❖ حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص کفن میں عطا فرمایا۔
135	❖ حضرت انس بن مالک کی زبان کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مومے مبارک رکھے گئے۔
136	❖ حضرت امیر معاویہ کے ساتھ حضور اقدس کا کرتا، ناخن اور مومے مبارک دفن کیے گئے۔
137	❖ حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی وصیت۔
138	❖ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کے کفن میں اپنا تہبند شریف عطا فرمایا۔
138	❖ ارشادات علماء و محدثین کرام۔
139	❖ کفن پر کلمہ شہادت، عہد نامہ وغیرہ لکھنا۔
141	❖ عذاب الہی سے نجات کا پروانہ۔
144	10 دسواں باب : — ”جنازہ لے چلنے کا بیان“
145	❖ گھر سے جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جانا۔
145	❖ متفرق مسائل اور احادیث کریمہ۔
151	❖ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کے بارے میں ضروری وضاحت۔
153	❖ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کے تعلق سے پیش کردہ احادیث کی وضاحت۔

157	❖ جلوس جنازہ میں بلند آواز سے میلا د شریف پڑھنا۔
158	❖ تفصیل مع احادیث کریمہ۔
164	❖ ایک مزید حوالہ۔
168	❖ جنازہ لے چلنے کے متعلق اہم مسائل۔
172	11 گیارہواں باب: — ”نماز جنازہ کا بیان“
173	❖ نماز جنازہ کیا ہے؟ اور نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب۔
176	❖ سب سے پہلی نماز جنازہ۔
176	❖ ام المؤمنین حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی۔
177	❖ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم۔
178	❖ نماز جنازہ کی ادائیگی کی تفصیل۔
178	❖ نماز جنازہ پڑھنا کس پر واجب ہے؟
179	❖ نماز جنازہ کی کیا شرطیں ہیں؟
180	❖ نماز جنازہ کے فرائض اور شرائط۔
180	❖ نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ۔
182	❖ نماز جنازہ کی نیت۔
182	❖ عربی زبان میں کس طرح نیت کریں؟
182	❖ اگر عربی زبان میں نیت یاد نہ ہو تو؟
182	❖ ثناء۔

183	❖ درود ابراہیمی۔
183	❖ پانچ مہرہ اور عورت کے لیے نماز جنازہ کی دعا۔
184	❖ نابالغ بچہ کی نماز جنازہ کی دعا۔
185	❖ نابالغ بچی کی نماز جنازہ کی دعا۔
185	❖ کس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور کس کی نہیں؟
187	❖ نماز جنازہ کے متعلق متفرق مسائل۔
191	❖ نماز جنازہ کہاں پڑھی جائے؟
194	❖ نماز جنازہ پڑھنا مسجد میں منع ہے، اہم نکتہ۔
195	❖ مسجد میں نماز جنازہ کی ممانعت کی وجہ۔
199	❖ میت کو بغیر غسل اور نماز جنازہ کے دفن کر دیا، تو اب کیا کریں؟
200	❖ بغیر غسل دیئے میت کی نماز جنازہ پڑھی تو ہوگی یا نہیں؟
200	❖ نماز جنازہ کے اوقات کی تفصیل۔
204	❖ نماز جنازہ میں میت اور نمازی دونوں کی طہارت۔
208	❖ نماز جنازہ کی امامت کا حق کس کو ہے؟
213	❖ نماز جنازہ میں ولی کا اختیار۔
219	❖ نماز جنازہ کے متعلق ضروری مسائل۔
224	❖ نماز جنازہ کی صف بندی۔
226	❖ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی گئی؟

232	بارہواں باب: — ”نماز جنازہ کے بعد دعائے گنا“	12
233	نماز جنازہ کے بعد دعائے گنا کا احادیث سے ثبوت۔	❖
235	ضروری نکتہ۔	❖
236	دلیل نمبر ۱۔	❖
236	دلیل نمبر ۲۔	❖
237	تنبیہ اور وضاحت۔	❖
240	نماز جنازہ کے بعد طویل دعا کے تعلق سے وضاحت۔	❖
243	حوالہ نمبر ۱۔	❖
244	حوالہ نمبر ۲۔	❖
245	حوالہ نمبر ۳۔	❖
248	نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مسنون ہے۔	❖
252	تیرہواں باب: — ”دفن اور قبر کا بیان“	13
253	میت کو کیسے دفن کریں؟	❖
254	قبر کیسی ہو؟	❖
256	قبر کی قسمیں۔	❖
256	قبر کی پہلی قسم لحد یعنی بغلی۔	❖
256	لحد یعنی بغلی قبر کا نقشہ۔	❖

257	❖ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے غد بنائی گئی تھی۔
258	❖ قبر کی دوسری قسم شق یعنی صندوق۔
258	❖ شق یعنی صندوق قبر کا نقشہ۔
259	❖ لحد اور صندوق قبر کے متعلق ضروری وضاحت۔
259	❖ قبر اور دفن کے ضروری مسائل۔
264	❖ میت کو قبر میں اتار کر کیسے رکھیں؟
267	❖ مٹی ڈالتے وقت کیا پڑھیں؟
267	❖ مرد کے لیے۔
268	❖ عورت کے لیے۔
269	❖ قبر میں شجرہ شریف اور عہد نامہ رکھنا جائز ہے۔
270	❖ قبر پر پانی چھڑکنا سنت ہے۔
271	❖ قبر پر پانی چھڑکنے کی حکمت۔
273	❖ علامت کے لیے قبر پر پتھر رکھنا مستحب ہے۔
275	❖ پہچان کے لیے قبر پر مدفون کا نام لکھنا۔
278	❖ قبر پر سبز شاخ لگانا، پھول اور چادر ڈالنا۔
283	❖ اولیاء کرام کے مزارات پر قبہ بنانا اور چراغاں کرنا۔
286	❖ اولیاء کرام کے مزارات پر روشنی کرنا۔
289	❖ ضروری وضاحت۔

321	تلقین کا بیان	❖
321	بعد فن تلقین کا مقصد۔	❖
322	بعد فن تلقین کرنے کے ثبوت میں حدیث۔	❖
323	تلقین کی حدیث کے آگے کے الفاظ اور حدیث کی سند۔	❖
324	تلقین کے تعلق سے فقہائے کرام کے اقوال۔	❖
326	پندرہواں باب: — ”اذان قبر“	15
327	بعد فن قبر پر اذان دینا جائز ہے۔	❖
327	اذان قبر کے جواز کی پہلی دلیل۔	❖
330	اذان قبر کے جواز کی دوسری دلیل۔	❖
335	اذان قبر کے جواز کی تیسری دلیل۔	❖
336	اذان کے کلمات نکیرین کے سوالات کے جوابات سکھاتے ہیں۔	❖
338	اذان قبر پر جاہلانہ اعتراض اور اس کا علمی جواب۔	❖
339	اس جواب پر منکرین کا مضحکہ خیز اعتراض۔	❖
340	جواب اعتراض۔	❖
344	سولہواں باب: — ”تعزیت کا بیان“	16
345	تعزیت کی فضیلت میں احادیث کریمہ۔	❖
345	تعزیت سے متعلق اہم مسائل۔	❖
348	نوحہ یعنی بلند آواز سے رونا، پیٹنا، چلانا۔	❖

348	❖ نوحہ بالا جماع حرام ہے۔
349	❖ نوحہ کی مذمت میں احادیث کریمہ۔
350	❖ نوحہ کرنے سے مردہ روتا ہے اور تکلیف محسوس کرتا ہے۔
352	17 سترھواں باب: — ”سوگ اور عدت کا بیان“
353	❖ عورت پر عدت واجب ہے۔
353	❖ عدت میں عورت کو کیا کیا کام منع ہیں؟
355	❖ شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ منع ہے۔
356	❖ عدت کی مدت۔
356	❖ اگر عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت کی مدت۔
357	❖ عدت میں نکاح کرنا بلکہ نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے۔
358	❖ عورت عدت کے دن کہاں گزارے؟
358	❖ موت کی عدت کے درمیان عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے یا نہیں؟
359	❖ عدت کے متعلق ضروری مسائل۔
362	18 اٹھارھواں باب: — ”نماز جنازہ کی تکرار“
363	❖ نماز جنازہ کی تکرار ناجائز اور غیر مشروع ہے۔
363	❖ نماز جنازہ کی تکرار کی ممانعت میں چھ معتبر کتابوں کے حوالے۔
366	❖ مزید حوالوں کی وضاحت۔

368	❖ ضروری ہدایت۔
368	❖ ایک اہم نکتہ۔
369	❖ نماز جنازہ کی تکرار کی ممانعت میں احادیث کریمہ کے دلائل۔
374	❖ تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھنے کے تعلق سے روایات۔
376	19 انیسواں باب: — ”غائبانہ نماز جنازہ“
377	❖ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا منع ہے۔
377	❖ نکتہ۔
378	❖ غائبانہ نماز جنازہ کے ممنوع ہونے پر تین معتبر حوالے۔
379	❖ مزید حوالوں کی کتابوں کے نام۔
380	❖ عام طور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ اقدس میں غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔
383	❖ نین مواقع میں حضور اقدس نے غائب کی نماز جنازہ کیوں پڑھی؟
383	❖ نجاشی بادشاہ کا واقعہ۔
384	❖ نجاشی بادشاہ کا جنازہ حضور اقدس کے سامنے حاضر کر دیا گیا تھا۔
387	❖ حضرت معاویہ لیشی کا واقعہ۔
388	❖ حدیث: حضرت جبریل نے اپنا پر مار کر زمین ہموار کر دی اور حضرت معاویہ لیشی کا جنازہ حضور کے سامنے ہو گیا۔
389	❖ نکتہ۔

390	حضرت جبرئیل نے جنازہ حاضر کر دینے کی خدمت انجام دینے کی عرض کیوں کی؟	❖
391	حضور اقدس نے غائب کی نماز جنازہ پڑھی اس کی وجہ۔	❖
392	موت کے بعد کیا؟	❖
395	ماخذ و مراجع۔	❖



تقریظ جلیل

از: خلیفہ مفتی اعظم ہند، اشرف العلماء، حضرت مولانا مفتی مجیب اشرف

صاحب قبلہ، بانی و مہتمم الجامعہ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ، ناگپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادر طریقت، حضرت مولانا عبدالستار قادری، برکاتی، نوری، زید مجدہ کی شخصیت پورے ملک میں جانی پہچانی جاتی ہے، بہت سی کتابوں کے کامیاب مصنف ہیں، میرے خیال سے گجراتی اور اردو زبانوں میں ایک سو سے زیادہ کتابیں آپ لکھ چکے ہیں، آپ کے لکھنے کا انداز دلچسپ اور انوکھا ہوتا ہے، ہر بات کی توضیح و تفصیل اس انداز سے ہوتی ہے کہ کم سے کم پڑھا لکھا آدمی اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ لیتا ہے۔

ابراہامی قریب میں آپ کی ایک کتاب بنام ”مومن کی نماز“ اردو، گجراتی، ہندی اور انگریزی چار زبانوں میں شائع ہوئی، اور ملک و بیرون ملک ہاتھوں ہاتھوں لی گئی۔ عوام و خواص سب نے یکساں پسند کیا، اب ”مومن کی وفات“ جو موصوف کی نئی تصنیف ہے، اس کتاب کو میں نے دو چار مقامات سے پڑھا، پوری کتاب پڑھنے کا موقع نہ مل سکا، لیکن جتنا پڑھا اس کو صحیح پایا۔

مجھے امید ہے کہ یہ کتاب بھی شرف قبول پائے گی اور اہل علم قدر کی نگاہوں سے دیکھیں گے، اور مولانا موصوف کو دعاؤں سے نوازیں گے، میں بھی دعا کرتا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل موصوف کو آفات روزگار سے

بچائے اور ان کے مقاصد خیر میں کامیابی عطا فرمائے، نیز کتاب مذکور کو ان کے لیے توشیحِ آخرت اور پڑھنے والوں کے لیے باعث عبرت بنائے۔

آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیة والتسلیم۔

محمد مجیب اشرف غفر اللہ لہ

بانی و مہتمم الجامعہ الرضویہ دارالعلوم امجدیہ

ناگپور

۳ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مطابق

۱۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء روز شنبہ



تقریظ جلیل

از: خلیفہ مفتی اعظم ہند، عالم جلیل، حضرت علامہ مفتی اشرف رضا صاحب
قبلہ، صدر مفتی ادارہ شرعیہ، مہاراشٹر، بمبئی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على سيدنا و مولانا محمد
و على آله و اصحابه و اتباعه و بارك و سلم الف الف مرة في كل لمحّة و

لحظة الى يوم الدين

ناشر اسلام و سنیت، ناصر مسلک اعلیٰ حضرت، مناظر اہل سنت، ماہر رضویات،
حضرت، علامہ، الحاج عبدالستار صاحب ہمدانی ”مصرف“ قادری برکاتی نوری مدظلہ
النوری کی کئی تصنیف و تالیف دیکھنے کو ملی۔ نافع و مفید پایا۔ انہیں میں ”مومن کی وفات“ کا
بیشتر حصہ پڑھا مائے اللہ ان کی ندرت ترتیب، سہل ترین انداز مفید سے مفید تر مباحث و
مسائل کا انتخاب لائق تحسین و قابل تبریک ہے۔ قرآن و حدیث، فقہ و فتاویٰ اور سیر و
اخلاق کی درجنوں کتابوں بالخصوص اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، مجدد دین
و ملت، و اصف شاہ ہدیٰ سیدنا امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ و رسائل سے
مبرہن و مدلل فرمایا۔ مولیٰ تعالیٰ عزوجل اپنے حبیب و محبوب، دانائے جمیع خفایا و غیوب،
منزہ عن الخطاء و العیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و ازواجہ و اصولہ و فروعہ و بارک و سلم
کے صدقہ و طفیل شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور حضرت مولانا ہمدانی مصرف کو جو واقعی
ہمہ اوقات مصرف ہیں، خدمت دین و اشاعت کتب کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر کی اہم مطبوعات مثلاً نسیم الریاض، جواہر البحار، جامع کرامات اولیاء، وفاء الوفاء، المواہب اللدنیہ، شرح مسلم، فتاویٰ رضویہ مترجم، مدارج النبوة وغیرہم لوجہ اللہ موصول ہوئیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا۔ مرکز کی اہم مطبوعات پا کر دل و جان اور قلب و روح کو راحت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

مرکز حاضر ہوا، یہاں کے انتظامی امور و طریقہ کار اور علم دوستی نے بہت متاثر کیا۔ ان کا شعبہ نشر و اشاعت عزم کئے بیٹھا ہے کہ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ و تائید اہل سنت و الجماعت کی اہم سے اہم کتابیں علماء و عوام کو ان کے ذوق کے مطابق ان کے ہاتھوں میں دیدیں گے۔ غیر ملکی مطبوعات کے مقابل ان کی مطبوعات کی قیمت آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ قادر و قدیر عز و جل اپنے حبیب، محبوب اور قاسم و مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و ازواجہ و اصولہ و فروعہ و بارک وسلم کے صدقہ روح القدس کے ذریعہ ان کی تائید فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ بارک وسلم . حسبنا اللہ و نعم الوکیل،
نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

عبید المصطفیٰ فقیر اشرف رضا قادری صدیقی غفرلہ

خادم الافقاء والقضاء ادارة شرعية مہاراشٹرا۔ بمبئی ۸

وارد حال: مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر۔ گجرات

۱۷ ربیع النور ۱۴۲۵ھ

تأثر

ماہر علوم احادیث، صاحب تصانیف جلیلہ، حضرت علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی
صاحب، صدر المدرسین الجامعۃ الرضویہ، گرسہائے گنج، ضلع قنوج (یوپی)

بسم الله الرحمن الرحيم

موت کی صداقت و سچائی ہر جاندار کو تسلیم ہے، ہر ذی روح کو موت کا تلخ احساس ہے۔ خواہ وہ عقل و ادراک والے ہوں یا بے علم و بے شعور والے، ہر عہد اور ہر زمانے میں جاندار پر موت کا خوف مسلط رہا، ہر جان کو موت سے بچنے کی فکر دامن گیر رہی لیکن اس سے کسی کو آج تک رستگاری نہ ملی اور نہ مل سکتی ہے، البتہ انسانی دنیا میں موت کے اسباب و علل تلاش کئے گئے اور اسے فکر و نظر اور فہم و فراست کے ترازو میں تولنے کی کوشش کی گئی مگر عقل انسانی اس بات سے حیران و ششدر رہ گئی کہ آخر موت کیا چیز ہے؟

کسی نے کہا کہ جسم انسانی میں دوڑتے ہوئے خون کا نام زندگی اور اس کے فقدان و منجمد ہونے کا نام موت ہے، کسی نے کہا کہ حرکت قلب کا نام حیات اور اس کے بند ہو جانے کا نام موت ہے۔ حالاں کہ یہ سب موت نہیں بلکہ موت کے عوارض ہیں۔ موت و حیات کی تشریح میں یہ ان لوگوں کا ذہنی اختراع اور قیاس آرائیاں ہیں، جو اسلام و شریعت کے دامن رحمت سے منسلک و وابستہ نہ ہوئے اور جنہیں تلاش حق کی توفیق نہ ملی، مگر وہ لوگ جن کے قلوب و اذہان میں ایمان و یقین کی شمع روشن و فروزاں ہے، جو اسلامیات کے حقائق و معارف سے واقف و آشنا ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ موت و حیات دونوں وجودی شئی ہیں، دونوں خدا کی پیدا کردہ اور مخلوق ہیں، ان کے ذریعہ سے انسانوں کو آزمایا گیا کہ کون ایمان و عمل کی منزل میں حسن

کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کون ان سے انحراف و روگردانی کرتا ہے۔

اسلامی عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ روح خدا کا ایک امر اور حکم ہے۔ جب تک یہ انسان یا حیوان کے جسم عنصری میں موجود ہے تو اسے زندگی کی قیمتی دولت حاصل ہے اور جب یہ جسم سے جدا ہو جائے تو یہی اس کی موت ہے، حیوان و جاندار کے جسم عنصری سے روح کی جدائی ہی کو موت کہا جاتا ہے، خارجی عوارض کا نام ہرگز موت نہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے موت و حیات کے حقائق و سچائیاں تسلیم کر لینے کے بعد یہ ماننا پڑے گا کہ انسان جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے اس پر شریعت مطہرہ کے احکام و قوانین نافذ و عائد ہوتے ہیں، شریعت اسلامیہ نے جو راہیں متعین کی ہیں انسان کو عمل استقامت کے ساتھ ان پر گامزن رہنا لازم و ضروری ہوتا ہے۔ اور جب انسان مر جاتا ہے تو وہ تو شرعی دنیاوی تقاضوں اور پابندیوں سے نجات و چھٹکارا پالیتا ہے مگر جو اس کے وارث اور آس پڑوس والے دوسرے مسلمان ہوتے ہیں ان پر اس میت کے تعلق سے کچھ احکام و ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن سے اس کے وارث یا دیگر مسلمانوں کا عہدہ برآ ہونا ضروری قرار پاتا ہے۔ یعنی ایک مسلمان کی موت کے بعد یہ مسائل سامنے آتے ہیں کہ:

- تجہیز و تکفین کس طرح کی جائے؟
- تدفین و تلقین کا طریقہ کیا ہے؟
- جنازے کی نماز ادا کرنا کس درجہ ضروری ہے؟
- نماز جنازہ کے تعلق سے دیگر مسائل کیا کیا ہیں؟
- نماز جنازہ صرف حاضر ہی کی ہوتی ہے یا غائب کی بھی ہو سکتی ہے؟
- میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا سنت و مستحب ہے یا نہیں؟
- مردے کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟

تعزیت کا طریقہ کیا ہے اور وہ سنت ہے یا مستحب؟ وغیرہ وغیرہ
 زیر نظر کتاب ”مومن کی وفات“ میں آپ کو مذکورہ تمام مسائل کا مفصل و واضح بیان مستند
 و معتبر کتابوں کے حوالوں کی روشنی میں ملے گا، اس کتاب کا ہر صفحہ ان مسائل و احکام میں آپ کی
 الجھنوں کا حل پیش کرے گا۔

یہ حسین و جمیل اور تحقیقی کتاب مناظر اہل سنت، مفکر ملت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت،
 حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی ”مصروف“ برکاتی نوری رضوی کی ایک منفرد اور عظیم خوبصورت
 کاوش ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب قبولیت عام سے سرفراز و شرفیاب ہوگی۔ اور اسے
 پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔ فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ
 سے متعلق مسائل موجود تو ہیں مگر اس شرح و بسط اور تفصیل کے ساتھ کسی ایک کتاب میں موجود
 نہیں اور یہ کہ وہ سب کتابیں ہر ایک کی دسترس و مطالعہ میں بھی نہیں ہیں۔

علامہ ہمدانی صاحب نے تجہیز و تکفین سے متعلق مختلف ابحاث و مسائل کو زیر مطالعہ
 کتاب ”مومن کی وفات“ میں ڈھیر ساری کتابوں کے حوالوں سے یکجا و مجتمع فرما دیا ہے جو فقہ
 اسلامی کی متعدد کتابوں میں منتشر ہیں خصوصاً اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی
 بعض تصانیف و رسائل سے جس انداز سے استفادہ کیا گیا ہے وہ بھی یقیناً سراہنے کے لائق ہے
 اس لیے علامہ ہمدانی صاحب پوری ملت کی طرف سے قابل مبارکباد اور مستحق صد تحسین ہیں۔
 - فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

ہماری جماعت میں علامہ ہمدانی صاحب کی شخصیت ایک باوقار محقق، عظیم مناظر، جلیل
 القدر و سنجیدہ مصنف، دور رس مفکر، قوم و ملت اور مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کی بہی
 خواہ کی حیثیت سے ابھری اور دیکھتے ہی افق سنیت پر چھا گئی، ان کی قلمی و اشاعتی خدمات اور
 مرکز اہل سنت برکات رضا کا قیام اور اس ادارہ کے حوالے سے جو کارہائے نمایاں منصبہ شہود پر

آئے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں، مستقبل کا مورخ ان کی دینی و علمی خدمات کو ضرور اپنی تاریخ کی زینت بنائے گا، رب کائنات انھیں عمر فاروق کا جوش و جذبہ اور خالد بن ولید کی شجاعت و ہمت کا پیکر بنائے، آمین!

محمد عیسیٰ رضوی قادری

الجامعة الرضویة مظہر العلوم
گرہائے گنج، قنوج (یوپی)

نزیل

مرکز اہل سنت برکات رضا

پور بندر، گجرات

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ

۲۱ ستمبر ۲۰۰۵ء



تقریظ جلیل

خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب قبلہ،
صدر مفتی ادارہ شرعیہ کرناٹک، بنگلور۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برادر طریقت حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی مدظلہ سے مجھے تقریباً تیس سال ملاقات کا شرف حاصل ہے مگر آج وہ مختلف الجہات خدمت دین و سنیت اور حفاظت مسلک اعلیٰ حضرت کی بدولت پورے برصغیر بلکہ اس سے آگے یورپ و افریقہ تک میں اپنی ایک مخصوص شناخت کے ساتھ جانے مانے جاتے ہیں۔ ابھی ملک پور ضلع کٹیہار کے تاریخ ساز کامیاب مناظرہ کے سلسلہ میں ان کی جدوجہد اور علمی و مالی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔ چار پانچ سال ہوئے ان کی تصنیف ”مومن کی نماز“ جو عمومی مسائل پر حاوی ہونے کے ساتھ ساتھ نادر اُپیش آمدہ صورتوں کے حل پر مشتمل اور سہل نگاری میں اپنی مثال آپ ہے، جا بجا سے دیکھی تھی۔ آج ”مومن کی وفات“ کا مسودہ میرے سامنے ہے جس میں انہوں نے احادیث و فقہ کی مستند کتابوں، بالخصوص ”بہار شریعت“ اور ”فتاویٰ رضویہ“ کے حوالوں کے التزام کے ساتھ موضوع کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے بھی سہل نگاری میں کوئی فرق نہیں آنے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ برادر موصوف کی اس محنت کو بھی شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے، ان سے مزید دین کی خدمتیں لے اور عام مسلمانوں کو ان کے فیوض و برکات سے متمتع فرمائے، آمین۔

فقیر محمد مطیع الرحمن رضوی غفرلہ

۳ شوال المکرم ۱۴۲۶ھ

تقریظ جلیل

خلیفہ مفتی اعظم ہند و خلیفہ محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اشفاق صاحب قبلہ، مفتی اعظم راجستھان، دارالعلوم اسحاقیہ، جوڈھیپور

نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم۔

حضرت مولانا عبدالستار صاحب ہمدانی زید مجدہ ہماری جماعت کے ایک فعال اور وسیع المطالعہ عالم باعمل ہیں۔ جن کی پچھلی ۲۵/۲۰ سالہ زندگی کا روشن باب زریں حروف میں لکھنے کے لائق ہے۔ رد و ہابیت میں موصوف کی قابل افتخار خدمات ملت کا باہوش طبقہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ تقریر و تحریر دونوں میدان کے شہسوار موصوف ہمہ وقت ملت بیضاء کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ کی تقاریر نے جہاں خوش عقیدہ فرزندان توحید کے ایمان و عقیدہ کا تحفظ کیا۔ وہیں کم خواندہ برگشتہ راہ ہدیٰ کو راہ راست پر لانے میں اہم رول نبھایا۔

موصوف کی تقاریر دلائل و براہین سے مزین ہو کر دلوں کی دنیا کو آراستہ و پیراستہ کرتی رہیں۔ وہیں و ہابیت کے جراثیم کا بھی قلعہ قمع کرتی رہیں۔ تقاریر کے ساتھ ساتھ فروغ سنیت اور احقاق حق و ابطال باطل میں موصوف کی مساعی جلیلہ بھی قابل تقلید ہیں۔ صد ہا آسان اردو میں کتب تحریر فرما کر مفت تقسیم کرنا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی عبقری شخصیت سے خوش عقیدہ فرزندان توحید کو روشناس کروانا اور آپ کی فقید المثال تبحر علمی شخصیت کو حزب مخالف کے سامنے پیش کر کے ان کو سوچنے پر مجبور کرنا، موصوف کا ایسا کارنامہ ہے، جو زرین حروف میں لکھ جائے گا۔ سیرت طیبہ پر مشتمل نایاب عربی کتب

اکابر کو طبع کروا کر عرب دنیا میں مفت تقسیم کروانا، اور خوش عقیدہ علماء عرب سے روابط قائم کر کے ان کو سیرت طیبہ کی نایاب کتب عربی تحفہ پیش کر کے عظمت محبوب داور ﷺ کو اجاگر کرنے کی ترغیب دینا، اپنی مثال آپ ہے۔ یہ وہ خدمات جلیلہ ہیں جن کو ملت بیضاء ہمیشہ یاد رکھے گی۔ اور آنے والا مورخ آپ کی فروغ سنت و توضیح مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر مشتمل خدمات جلیلہ کو نمایاں مقام دے گا۔

موصوف تحفظ سنت اور ناموس رسالت پر کئی ایک نایاب کتب تحریر کر کے عاشق مسلک اعلیٰ حضرت اور شیفۃ محبت رسول کا واضح ثبوت دے چکے ہیں۔ مع ذالک آپ کا برق بار قلم تاہنوز رواں دواں ہے۔ رب العزت آپ کے قلم و بیان میں اور زور مرحمت فرمائے۔ رد و ہابیت میں جہاں آپ نے فقید المثال خدمات پیش کی ہیں، وہیں اصلاح معاشرہ کے لئے بھی ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

اسی سلسلۃ الذہب کی زریں کڑی ”مؤمن کی وفات“ نامی کتاب کی تالیف ہے۔ ”مؤمن کی وفات“ نامی کتاب بڑے شستہ انداز میں ترتیب دے کر دلائل و حکم سے مزین کر کے منصفہ شہود پر جلوہ بار کی ہے۔ جس میں بندۂ مؤمن کو بڑے پاکیزہ و حکیمانہ انداز میں ذہن نشین کروایا گیا ہے، کہ اعمال صالحہ انجام دیکر ہی انسان اپنے خالق و مالک کی خوشنودیاں حاصل کر سکتا ہے۔ اتباع رسول بندۂ مؤمن کی فیروز مندی کا سرمایہ لازوال ہے۔ اور اطاعت رسول ابندۂ مؤمن کی کامرانی و نجات کا طرہ امتیاز ہے۔ اس فکری پیام و درس کے ساتھ ساتھ احادیث نبویہ کی روشنی میں کئی ایک اختلافی مسائل کا بہترین حل بھی پیش کیا ہے۔ جس سے مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مبنی برحق ہونا اظہر من الشمس ہوتا ہے، کتاب کی زبان عام فہم اور سلیس ہے۔ ہر شخص باسانی اس کے

دررنا یاب کو سمجھ سکتا ہے۔ ”ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ“

آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے دلائل سے اہم مسائل کو ذہن نشین کرانے کی پاکیزہ کوشش کی گئی ہے۔ موصوف کا اسلوب بیان و تحریر دونوں بے حد دلکش ہیں۔ جس سے قاری کے دل پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ وہ چند لمحوں کے لیے وادی حقیقت کا سالک بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور زیادہ تاثیر پیدا فرمائے۔ آمین

کتاب ”مومن کی وفات“ کو جستہ جستہ ملاحظہ کیا ہے۔ ضعیفی کے باعث بالاستیعاب دیکھ نہ سکا مگر رب کی ذات والا پر پورا یقین ہے کہ یہ کتاب بھی موصوف کی سابقہ کتب کی مانند مقبول عام اور شرف قبولیت کا مقام پائے گی۔

میری رب العزت کی بارگاہ عالیہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر خضر عطا فرمائے۔ تاکہ ملت بیضاء کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دیتے رہیں۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فروغ میں ہمہ وقت سرگرم عمل رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سد اباغ و بہار رکھے۔ آمین

أَرَى الْعَيْشَ كُنْزًا نَاقِصًا كُلَّ لَيْلَةٍ

وَمَا تَنْقُصُ الْآيَّامُ وَالذَّهْرُ يَنْفَدُ

دعا گو:-

مفتی اعظم راجستھان

فقیر محمد اشفاق حسین نعیمی غفرلہ

و
شیخ الجامعہ الاسحاقیہ، جوڈھپور

۲۰ رمضان المبارک، ۱۴۲۶ھ

(راجستھان)

مطابق: ۲۵/اکتوبر، ۲۰۰۵ء، بروز یک شنبہ



تقدیم

فاضل جلیل، عالم نبیل، ماہر علم حدیث، حضرت علامہ و مولانا نعمان اعظمی

صاحب، فاضل جامعہ ازہر، مصر

یوں تو دنیا میں بے شمار ادیان و مذاہب کے ماننے والے موجود ہیں۔ اور ہر مذہب میں انسانی زندگی سے متعلق کچھ اصول و ضابطے اور قواعد و قوانین ہیں۔ ایسے ہی ہر مذہب میں انسان کی موت کے سلسلہ میں اور اس کے بعد کے لیے بھی کچھ مخصوص عقائد و نظریات ہیں۔ اور ہر مذہب میں انسانی جسم کی موت کے بعد کچھ رسم و رواج بھی ہیں۔ اس وقت ہمیں ان پر کسی تنقید و تبصرہ کے بغیر صرف اسلامی قوانین کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے، جو انسانی زندگی کے اختتام سے متعلق ہیں۔

اسلامی نظریہ یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا، بلکہ اس کی حیثیت یہاں فقط ایک مسافر جیسی ہے، جو برابر اپنی منزل طے کر رہا ہے، اور پھر ایک مخصوص مدت گزار کر اسے یہاں سے دوسری دنیا کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ مگر اسی کے ساتھ یہ نظریہ بھی اسلامی ہے کہ انسان اپنی ظاہری زندگی کے فنا ہونے کے ساتھ ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے بعد سے دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور اپنی دنیاوی زندگی کا حساب دینا ہے۔

مگر واضح رہے کہ ایسا بھی نہیں کہ یہ انسان جو آج روئے زمین پر دو پاؤں سے چلتا ہے، دو ہاتھوں سے پکڑتا ہے، زبان سے کلام کرتا ہے اور عقل و شعور کا مالک ہے۔ کل دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت وہ چار ٹانگوں والا ہو جائے، بے عقل و بے شعور چوپایہ

میں تبدیل ہو جائے، بلکہ جو روح جس بدن میں تھی، اسی میں دوبارہ داخل ہوگی، اس دنیا میں کسی انسان کی روح اگلی دنیا میں کسی حیوان، جماد اور نبات میں سرایت کر جائے، ایسا ہرگز نہیں۔

روح جو کچھ عمل کرتی ہے وہ اپنے خالق کے حکم سے کرتی ہے۔ یہی اسلامی نظریہ اور قرآنی فیصلہ ہے۔ روح بغیر حکم الہی کسی جسم سے نکل نہیں سکتی تو بھلا کسی غیر کے جسم میں از خود داخل کیوں کر ہو سکتی ہے؟

✽ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا، وَمَنْ يَرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَمَنْ يَرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَ سَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ“
(سورۃ ال عمران، آیہ: ۱۴۵)

ترجمہ: ”اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی، سب کا وقت لکھا رکھا ہے۔ اور جو دنیا کا انعام چاہے، ہم اس میں سے اسے دیں اور جو آخرت کا انعام چاہے، ہم اس میں سے اسے دیں اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ (بدلہ) عطا کریں۔“ (کنز الایمان)

انسانی زندگی کے اختتام پر میت کے لیے اسلام نے جو اصول بنائے ہیں، وہ قابل ستائش اور لائق مطالعہ ہیں۔

بعض مذہب میں مرنے کے بعد انسانی جسم (مردہ) کو کسی سہارے کھڑا کر کے چاروں طرف سے دیواریں چن دی جاتی ہیں۔ اور بعض دیگر مذہب میں مردہ انسانی جسم کو نذر آتش کر دیا جاتا ہے، مگر اسلام نے میت کو زیر زمین دفن کرنے کا جو نظام بنایا ہے، اس پر غور کریں گے تو سائنٹفک طور پر چند اہم فائدے کھل کر سامنے آئیں گے، جو صرف مسلمان نہیں بلکہ پوری دنیا کے مفاد میں ہیں۔

(Pollution) آلودگی آج پوری دنیا میں موضوع بحث بنا ہوا ہے، آلودگی کے خاتمہ پر بڑی بڑی کانفرنسیں بلائی جا رہی ہیں۔ آب و ہوا کو صاف ستھری اور فضا کو آلودگی سے بچانے کے لیے مہم چلائی جا رہی ہے۔ آلودگی کے منفی اثرات جو صحت انسانی پر مرتب ہوتے ہیں، اس کے دفاع کے لیے آج سائنس داں حیران ہیں۔

مگر آپ غور کریں کہ انسان کی مردہ لاش کو منوں لکڑیوں کے ڈھیر پر رکھ کر آگ دینے میں کتنی آلودگی پھیل سکتی ہے؟

برخلاف اس کے مردہ مسلم کی لاش ٹنوں مٹی کے نیچے پاک و صاف کر کے چھپا دی جاتی ہے۔ جس سے نہ فضا آلودہ ہوتی ہے، نہ کسی طرح کا تعفن پھیلتا ہے، اور نہ ہی جسم انسانی کی اہانت ہوتی ہے۔

ایسے ہی آپ اسلامی قوانین کے ایک ایک پہلو پر نظر کرتے چلے جائیں، تو آپ پر اس کی حقانیت اور سچائی کا راز کھلتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا، اور ہم کو وہ اعلیٰ نظام حیات عطا کیا جو دنیا کے کسی دوسرے دین و مذہب میں ہرگز نہیں۔

اب یہیں سے یہ واضح ہو گیا کہ پھر اہل اسلام کو ان قوانین اور شعبہ حیات و مہمات سے متعلق ضابطوں سے اچھی طرح باخبر کرنا کتنا اہم اور ناگزیر ہے۔ ان پڑھ اور غیر اسلامی معاشرہ میں پلنے والے مسلمانوں کو موت، کفن، دفن اور اس سے متعلق ضروری مسائل پر مطلع کرنا ضروری ہے، تاکہ امت مسلمہ کا ہر فرد جان لے کہ اس کی زندگی کے خاتمہ پر کیا کیا کرنا ہے۔

زیر نظر کتاب ”مومن کی وفات“ فاضل جلیل حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی،

نوری، برکاتی (حفظہ اللہ) نے اسی مقصد کے تحت ترتیب دی ہے، اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ان تمام مسائل کو محیط ہے جو انسان کے نزع کے وقت سے لے کر قبر تک پہنچنے میں درپیش ہوتے ہیں۔ اور حالت نزع سے لے کر تجہیز و تکفین کے جتنے بھی مراحل ہیں سب کے مسائل واضح اور سلیس انداز میں قلم بند کر دیا ہے، اور سب سے زیادہ استفادہ سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی (علیہ الرحمۃ والرضوان) کی مشہور زمانہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا ”العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ“ سے کیا ہے، اور یہی اس کتاب اور اس کے مصنف کی ثقاہت کی ضمانت ہے۔

اختلافی مسائل جو بعض مخالفین نے اٹھائے ہیں، ان کا شافی جواب اور مسئلہ کی وضاحت کے بعد نتیجہ کے طور پر صحیح طریقہ کار، اسلامی عقائد اور قرآن و سنت کے مطابق پیش کیا ہے۔

مثلاً: حالت نزع میں مرنے والے کو کلمہ طیبہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ تلقین کرنا۔

جب کہ مخالفین کی ضد ہے کہ صرف ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ہی سکھانا چاہئے کہ یہی حدیث میں وارد ہے۔

عقل مندو! جب صرف ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے اقرار سے بندہ مومن نہیں ہو سکتا ہے تا آن کہ ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ کا بھی اقرار کر لے، تو بھلا مرنے کے وقت نصف کلمہ کے اقرار پر ایمان کی موت کیسے مرے گا؟

- اسی طرح مومن کی میت کے ساتھ کفن یا قبر میں بزرگوں کے تبرکات رکھنا۔
- میت کی پیشانی یا کفن پر انگلی سے کلمہ طیبہ لکھنا۔
- کسی کا جنازہ دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑا ہونا۔

- جنازہ کے ساتھ نعت رسول یا دوسرے اوراد و وظائف کا ورد کرنا۔
- قبر پر ہری شاخ، پھول پنکھڑیاں ڈالنا۔
- مزارات اولیاء و صالحین پر قبہ اور نشانی کے لیے تختی لگانا۔
- دفن کے بعد اہل خانہ، متعلقین و متوسلین کو صبر و شکر اور راضی برضائے الہی کی تلقین کرنا۔

● دفن کے بعد قبر پر اذان دینا۔

● نماز جنازہ کی تکرار کے مسائل اور اس کی صورتیں۔

● میت پر غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا۔

ان کے علاوہ اور دیگر اختلافی مسائل پر سیر حاصل بحث جو فاضل مصنف نے کتب احادیث و فقہ اور اقوال ائمہ سے نقل کی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ جن کو آپ انھیں کے قلم سے اس کتاب کے اندر مختلف ابواب کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں ان پر تبصرہ موزونیت سے خالی ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اس کتاب کو عوام و خواص کے لیے نفع بخش اور مصنف کے لیے اجر جزیل کا باعث بنائے۔ اور مجھے خدمت دین و علم کی توفیق بخشے (آمین)۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

طالب دعا

نعمان اعظمی ازہری

مرکز اہل سنت برکات رضا

رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

مطابق

اکتوبر ۲۰۰۵ء



آغاز سخن

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ کے سجادہ نشین، شہزادہ سرکار احسن العلماء، شیخ المشائخ، پیر طریقت، آبروئے سنیت، ناصر و ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، مقتدائے اہل سنت، میرے آقائے نعمت، مرشد اجازت، منبع جود و عنایت، پیکر کرم و سخاوت، امین ملت حضور قبلہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کا ایک دن ٹیلی فون آیا کہ میت کی تجہیز و تکفین کے تعلق سے عام لوگوں میں بے علمی اور جہالت کا یہ عالم ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ قریب المستقبل میں وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ میت کو نہلانے، کفن آنے اور دفنانے کا اسلامی طریقہ کیا ہے؟ جہالت کے دلدل میں پھنسے لوگ اپنی میتوں کو بے غسل و کفن اور بغیر نماز جنازہ پڑھے زمین میں دفن کر دیں گے۔

لہذا...

وقت کا تقاضا ہے کہ ایک کتاب بالکل سلیس اور آسان زبان میں تجہیز و تکفین کے مسائل پر شائع کی جائے۔

حضور سرکار امین ملت قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کی گفتگو اور انداز گفتگو میں قوم و ملت کی بھلائی اور بہبودی کا جو درد تھا، وہ پہاں نہیں رہ سکتا تھا۔ حضرت والا نے اس خدمت عظیمہ کے لیے اپنے خادم و غلام راقم الحروف کا انتخاب فرماتے ہوئے حکم عالی صادر فرمایا کہ ایک کتاب میت کے کفن و دفن کے مسائل پر مشتمل لکھ کر جلد از جلد شائع کرو۔

حضرت سرکار امین ملت قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کے اس فرمان ذیشان پر

سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے آقائے نعمت سے اس خدمت کو جلد از جلد انجام دینے کا وعدہ کر کے ”مومن کی وفات“ نام سے کتاب لکھنے کا آغاز کر دیا اور الحمد للہ! آج یہ کتاب آپ کے شفقت بھرے ہاتھوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔

اس کتاب میں مسائل کی صحت، ان کی تفہیم و افہام، معتبر و مستند کتب حوالہ جات کے سلسلہ میں تحقیق و تفتیش، عربی عبارات کو سن و عن نقل کرنے میں ضبط و احتیاط، عربی عبارات کے تراجم میں صحیح معنی، مطلب و مراد کا لحاظ، اختلافی مسائل کے بیان میں مخالفین کے پیش کردہ دلائل کو بھی پیش کر کے ان دلائل کا مبلغ و مسکت جواب، بعد ازاں اپنے دعویٰ کی دلیل میں براہین ساطعہ پیش کر کے، حوالے میں پیش کردہ کتب کے پورے نام مع اسماء مصنفین و سن وفات، اصل کتاب کی مشکل عبارت کے ضمن میں سہل وضاحت وغیرہ امور کا پورا پورا لحاظ آیا گیا ہے۔ جس کا صحیح اندازہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب اکرم و اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عوام و خواص میں مقبولیت عطا فرما کر ملت اسلامیہ کے ہر فرد کے لیے نفع بخش بنائے اور میرے لیے نجات اخروی کا سبب بنائے، آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیم۔

خانقاہ عالیہ برکاتیہ اور

رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

قادر یہ نوریہ رضویہ کا ادنیٰ سوالی

مطابق

عبدالستار ہمدانی ”مصروف“

اکتوبر ۲۰۰۵ء

نوری، برکاتی

①

پہلا باب

موت کا بیان

موت کیا ہے؟ اور کیا اس سے بھاگنا ممکن ہے؟

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس عالم رنگ و بو میں جس شے کو بھی زندگی بخشی ہے اور اسے اس عالم میں حیات عطا فرمائی ہے، پھر وہ چاہے انسان ہو، جن ہو، جانور ہو، یا اور کوئی، اس کے لئے موت لازمی اور یقینی ہے۔

✽ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”كُلُّ نَفْسٍ ذَا بَقَّةٍ الْمَوْتِ“ (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۸۵)

ترجمہ: ”ہر جان کو موت چکھنی ہے۔“ (کنز الایمان)

موت کیا ہے؟ جواب بہت ہی آسان ہے کہ انسان یا کسی ذی روح یعنی جاندار کا مرجانا۔ جاندار مرتا کیسے ہے؟ جواب صاف ہے کہ اس کے جسم سے روح نکل جاتی ہے۔ تو جب جسم سے روح نکل جاتی ہے، پورا جسم بے حس و بے کار ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جسم کی بقاء اور اس کے حرکات و سکنات کے لئے روح کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔ عام اصطلاح میں روح کو جان بھی کہا جاتا ہے۔ کسی آدمی کا انتقال ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کی جان نکل گئی۔ یا کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فلاں نے فلاں کی جان لے لی۔ المختصر! جسم اور روح کے مرکب مجسمے کو زندہ یا باحیات کہا جاتا ہے۔

ہر ذی روح چاہے وہ انسان ہو یا غیر انسان، اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہے کہ میری حیات اسی وقت تک باقی ہے، جب تک میرے جسم میں روح باقی ہے، اور روح کی عدم موجودگی میں میرا جسم بے کار ہے۔ لہذا وہ ہر وقت اس بات سے

ڈرتا ہے کہ میرے جسم سے کہیں روح نہ نکل جائے اور اسی کا نام موت کا ڈر ہے۔ ہر جاندار موت سے ڈرتا ہے اور موت کو خود سے دور رکھنے کی تمام کوششیں کرتا ہے۔ بلکہ موت سے بھاگتا ہے۔ لیکن موت، جس کو اجل بھی کہتے ہیں وہ اسے وقت آنے پر پکڑ لیتی ہے بلکہ اسے اپنے مضبوط پنجے میں دبوچ کر اس دنیا سے لے جاتی ہے۔

✽ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ“

(سورة الجمعة، آیت ۸)

ترجمہ: ”تم فرماؤ! وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔“

(کنز الایمان)

✽ قرآن مجید کا صاف صاف ارشاد و اعلان ہے:

”أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكَكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ“

(سورة النساء، آیت ۷۸)

ترجمہ: ”تم جہاں کہیں ہو، موت تمہیں آ لے گی، اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔“

(کنز الایمان)

مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ موت سے بچنا ممکن ہی نہیں اور کوئی بھی تدبیر موت سے چھٹکارا پانے کے لیے کارگر نہیں ہو سکتی۔ لہذا موت سے ڈر کر بھاگنے کے بجائے اس کی تیاری کرنی چاہیے اور وقت آنے پر موت کو گلے سے لگانا چاہیے۔

موت کے سب قائل ہیں

اس دنیا میں بے شمار انسان ہیں، بے شمار ممالک، بستیاں، آبادیاں، اقوام و مذاہب ہیں۔ بلکہ ہر مذہب میں بہت سے فرقے اور جماعتیں ہیں۔ مختلف مذاہب کے

تبعین ضرور کسی نہ کسی چیز کے منکر ہوتے ہیں، کوئی جنت و دوزخ کا منکر ہے، کوئی تقدیر کا، کوئی مرنے کے بعد پھر اٹھنے کا، کوئی حساب و کتاب اور جزا و سزا کا، کوئی فرشتوں کا، تو کوئی کلمہ گو ہونے کے باوجود انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی عظمت، خصائص، اختیارات اور کمالات کا منکر ہے۔ بلکہ خود خالق کائنات کے وجود کا انکار کرنے والی مخلوق بھی اس دھرتی پر پائی جاتی ہے۔

المختصر! کوئی ایسی چیز یا حقیقت نہیں پائی جاتی جس کا انکار کرنے والا نہ پایا جاتا ہو، البتہ موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کوئی منکر نہیں۔ مومن، کافر، مشرک، مجوسی، یہودی، نصاریٰ، مرتد، منافق، بد مذہب، گمراہ، دہریہ وغیرہم جتنے بھی انسان ہیں پھر چاہے وہ ان پڑھ، جاہل، عالم، منطقی یا فلسفی ہو، آج تک کسی نے بھی موت کا انکار نہیں کیا، بلکہ سب کے سب یک زبان ہو کر یہی کہتے ہیں کہ ایک دن ضرور مرنا ہے۔ موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس کا نہ کبھی انکار کیا گیا ہے، نہ کیا جا رہا ہے اور نہ ہی کبھی کیا جائے گا بلکہ انکار کیا ہی نہیں جاسکتا اور موت کا انکار کرنے والا نہ کبھی کوئی تھا، ہے اور نہ کبھی ہوگا۔

موت کا وقت مقرر ہے

ہر جاندار مخلوق کی موت کا وقت مقرر ہے۔ نہ اس میں کوئی تقدیم ہوگی اور نہ ہی تاخیر ہوگی، بلکہ وقت مقررہ پر ہی اس کی موت آئے گی۔

✽ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا

(سورة الاعراف، آیت ۲۴)

يَسْتَقْدِمُونَ“

ترجمہ: ”اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے، تو جب ان کا وعدہ آئے گا، ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔“
(کنز الایمان)

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ ہر جاندار کی اس دنیا میں زندہ رہنے کی میعاد پوری ہوتے ہی اس کو موت آ پکڑتی ہے۔ اس میں ایک گھڑی بھی جلدی نہیں ہوتی اور نہ ہی دیر ہوتی ہے۔ اس کا دانا پانی ختم ہوا اور وہ دنیا سے چل بسا۔ اس کی تقدیر میں جتنا وقت زندہ رہنا اور جتنا رزق لکھا تھا، وہ پورا ہوتے ہی اس کے جسم سے روح پرواز کر جاتی ہے۔

حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَتْ فِي رَوْعِي أَنْ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا“ یعنی ”بے شک روح القدس نے میرے باطن میں وحی فرمائی کہ کوئی جاندار نہ مرے گا جب تک وہ اپنا رزق پورا نہ کر لے۔“

حوالہ:- (۱) الترغیب والترہیب للمنذری جلد ۶ ص ۵۲۷ مصنف:

حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی المنذری

المتوفی ۵۶۵ھ

(۲) اتحاف السادة المفتیین، مصنف: علامہ السید

مرتضیٰ الزبیدی المتوفی ۱۲۰۵ھ جلد ۸ ص ۱۵۹

(۳) الكوكبة الشهادية في كفريات ابي الوهابيه، مصنف:

امام احمد رضا محقق البریلوی ۱۳۴۵ھ ص ۲۳

حدیث:

ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ کی روایت میں ہے کہ ملک الموت حضرت عزرائیل

علیہ السلام دن میں تین مرتبہ لوگوں کے چہروں کو دیکھتے ہیں۔ جس کی عمر پوری ہو جاتی اور اس کا رزق دنیا سے ختم ہو جاتا ہے، اس کی روح قبض فرماتے ہیں۔

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور (اردو ترجمہ)

ص ۴۷ مصنف: امام جلال الدین السیوطی المتوفی ۸۱۱ھ

موت کی جگہ مقرر ہے

جس کی موت جس مقام پر لکھی ہوگی، اسی مقام پر اس کی موت آئے گی۔

چاہے وہ اس مقام سے کتنے ہی دور کے فاصلہ پر ہو، جب اس کی موت کا وقت آئے گا تو وہ کسی نہ کسی طرح اس مقام پر پہنچ جائے گا، جس مقام پر اس کی موت لکھی ہوئی ہے۔

ابن ابی شیبہ نے ”مصنف“ میں حضرت خثیمہ بن عبد الرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

”ایک مرتبہ حضرت ملک الموت علیہ السلام سیدنا حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ

الصلوة والسلام کی بارگاہ میں آئے اور آپ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو گھور کر دیکھنے لگے۔ جب حضرت ملک الموت علیہ السلام چلے گئے تو اس شخص نے حضرت سلیمان علی

نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا یہ شخص کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام تھے۔ اس شخص نے عرض کی سرکار ایسا معلوم ہوتا ہے

کہ یہ میری روح نکالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟

اس نے عرض کی کہ آپ ہواؤں کو حکم دیں کہ وہ مجھے سرزمین ہند میں پہنچادیں۔ آپ نے

حکم دیا تو ہواؤں نے اس شخص کو آن کی آن میں سرزمین ہند پہنچا دیا۔ پھر ملک الموت

تشریف لائے تو حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت کیا کہ

تم میرے ایک ساتھی کو گھور کر کیوں دیکھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت! میں اس پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شخص کی روح ہند میں قبض کروں اور یہ شخص آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے ہند کیسے پہنچے گا؟“

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور۔ از: امام جلال الدین

سیوطی اردو ترجمہ ص

مندرجہ بالا واقعہ سے پتہ چلا کہ آدمی اپنی موت کی جگہ ضرور پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ اسے معلوم نہیں ہوتا کہ میں اپنی موت کی جگہ جا رہا ہوں بلکہ وہاں جانے کے لئے بے تاب و بے قرار ہو کر ہر حال میں وہاں پہنچتا ہے۔ جیسے کہ مذکورہ واقعہ میں یہ شخص سرزمین ہند میں جوں ہی وقت مقررہ پر پہنچا، اسی وقت اس کی روح قبض کر لی گئی۔ اپنی موت کی جگہ آدمی کو معلوم نہیں ہوتی، البتہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت و عطا سے اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اللہ کے محبوب بندے اپنی جائے اجل بلکہ دوسروں کی بھی جائے اجل جانتے ہیں۔ جیسا کہ جنگ بدر کے دن حضور اقدس ﷺ نے ہر کافر کے مرنے کی جگہ پہلے ہی سے بتا دی تھی۔

حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حکم دیا تو وہ چلے، یہاں تک کہ میدان بدر میں اترے۔ ”فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هَهُنَا هَهُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ أَيُّ زَالَ وَمَاتَ جَاوِرًا أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.“ یعنی ”رسول اللہ ﷺ نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس رکھ کر بتایا کہ

یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا وہیں اس کی لاش گری، اس سے قطعاً تجاوز نہ کی۔“

حوالہ:- (۱) الصحيح لمسلم باب غزوة بدر، جلد ۲ ص ۱۰۲

(۲) السنن للنسائی، باب ارواح المؤمنین جلد ۱ ص ۲۲۶

(۳) المسند لاحمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۱۹

حدیث:

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قسم ہے اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ”مَا أَخْطَأُوا الْحُدُودَ الَّتِي حَدَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ یعنی ”جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے مقرر فرمائی تھیں کسی نے اس حد سے تجاوز نہ کیا۔“

حوالہ:- (۱) الصحيح لمسلم، باب عرض مقعة الميت، جلد ۲ ص ۳۸۷

(۲) الدولة المكية بالمادة الغيبية ص ۳۵۵

انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے؟

جب یہ حقیقت مسلم ہے کہ ایک نہ ایک دن ضرور مرنا ہے اور موت ٹالے سے ٹل نہیں سکتی، پھر بھی انسان موت سے کیوں ڈرتا ہے؟ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ انسان دنیاوی لذتوں میں اتنا منہمک ہے کہ اسے دنیا کے عیش و عشرت میں زیادہ سے زیادہ لطف لینے کی خواہش رہتی ہے۔ عالی شان مکان ہے، کافی مال و دولت جمع ہے، آرام و آسائش سے زندگی بسر ہو رہی ہے، ہر قسم کی آسودگی ہے، ہر طرح کا چین میسر ہے، ان کو چھوڑ کر اور اپنے اہل و عیال سے بچھڑ کر قبر کی اندھیری کوٹھری میں

جانے کا جی نہیں چاہتا۔ قبر کی سختیاں اور عذاب کیسے جھیل سکوں گا۔ نہ کوئی مونس و مددگار ہوگا۔ کیا حال ہوگا؟ ان خیالات سے وہ ایسا بزدل بن جاتا ہے کہ لفظ ”موت“ سنتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور موت کا تصور ہی اس کے لئے وبال جان بن جاتا ہے۔

لیکن مؤمن کے لئے موت دنیا کی زندگی سے بہتر ہے۔ کچھ احادیث کریمہ اور اقوال ائمہ دین پیش خدمت ہیں۔

حدیث:

حاکم نے مستدرک میں، طبرانی نے معجم کبیر میں، ابن مبارک نے زہد میں، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ سے اور، دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

● موت مؤمن کا تحفہ ہے۔

● موت مؤمن کا پھول ہے۔

حدیث:

احمد اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں صحیح سند سے محمود بن بسیر سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزوں کو انسان برا سمجھتا ہے۔ موت کو برا سمجھتا ہے حالانکہ موت اس کے لئے فتنہ سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو برا سمجھتا ہے، حالانکہ مال کی کمی سے قیامت میں حساب میں کمی ہوگی۔

حدیث:

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت زرعہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے لئے زندگی کو بہتر سمجھتا ہے

حالاتِ موت اس کے لئے بہتر ہے۔

حدیث:

ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور قبر امن کی جگہ ہے اور جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔ اے ابوذر! دنیا کافر کی جنت ہے اور قبر اس کا عذاب ہے اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔

حدیث:

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ مؤمن کے دین کو کوئی چیز نہیں بچا سکتی، سوائے موت کے گڑھے کے۔

حدیث:

طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جو لوگ مجھے رسول جانتے ہیں، ان کے دل میں موت کی محبت ڈال دے۔

حدیث:

ترغیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اگر تم میری وصیت یاد رکھو تو یہ کہ موت سے زیادہ پسندیدہ چیز تمہارے نزدیک کوئی نہ ہو۔

مذکورہ ساتوں احادیث کریمہ ماخوذ از کتاب

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور (اردو ترجمہ) ص ۱۷/۲۱

اقوال علمائے دین

ذیل میں کچھ اقوال زرین پیش کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ صالحین مؤمنین موت کو کتنا محبوب رکھتے تھے اور موت سے ان کو کیسی رغبت تھی۔

قول: ۱

حضرت عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی زکریا کہتے تھے کہ:

”اگر مجھے یہ پتہ چل جائے کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ چاہے میں سو سال زندہ رہوں یا آج ہی مر جاؤں، تو آج ہی مر جانے کو اختیار کر لیتا، تا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ملاقات کر سکوں۔“

قول: ۲

ابن ابی دنیا نے حضرت سفیان سے روایت کی کہ موت عابد کے لئے راحت ہے۔

قول: ۳

حضرت حبان بن اسود نے کہا کہ موت ایک پل ہے، جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملانے کا ایک ذریعہ ہے۔

قول: ۴

ابن ابی دنیا نے حضرت صفوان بن سلیم سے روایت کیا کہ موت دنیا کی تکالیف سے راحت دیتی ہے، اگرچہ خود اس میں تکالیف ہیں۔

مذکورہ چاروں اقوال ماخوذ از کتاب:

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، اردو ترجمہ،

ص ۲۱، ۲۲



②

دوسرا باب

زندگی اور موت

زندگی اور موت

انسان کو اپنی زندگی بہت ہی پیاری ہوتی ہے اور وہ اپنی زندگی کی بقا کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ جس زندگی کو میں بے حد پیار کرتا ہوں، وہ زندگی ہر لمحہ کم ہوتی جاتی ہے اور وہ موت جس سے میں بہت ہی گھبراتا ہوں، وہ ہر لمحہ قریب ہوتی جاتی ہے۔ کبھی تو اس موت کے بظاہر کچھ بھی آثار نہیں ہوتے وہ دفعتاً بھی آ جاتی ہے اور زندگی سے رشتہ منقطع کر کے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ اسی لئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ“ یعنی ”اے انسان! جب تو شام کرے، تو صبح کا انتظار مت کر اور جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار مت کر۔“ (بخاری و مشکوٰۃ)

خلاصہ کلام یہ کہ شام کے وقت یہ خیال نہ کرے کہ نیکی کا یہ کام صبح کر لوں گا، ہو سکتا ہے کہ صبح ہونے سے پہلے ہی موت آ جائے اور صبح کے وقت یہ خیال نہ کرے کہ نیکی کا یہ کام شام کو کر لوں گا۔ کیا خبر، شام تک زندہ رہے گا یا نہیں؟ لہذا ہر انسان کو چاہیے کہ اپنی موت کو ہر وقت یاد کرتا رہے اور موت سے بالکل ہی نہ گھبرائے۔ بلکہ ایک سچے مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہے اور اپنی دنیوی زندگی کو شریعت مطہرہ کی پابندی میں بسر کر کے آخرت کے سفر کا توشہ تیار کرتا رہے۔ بلکہ موت کو ایک دلہن کی طرح گلے لگانے کا حوصلہ رکھے کیونکہ موت ایک ذریعہ ہے آخرت

کے سفر کی ابتدا کا، اور اس کی پہلی منزل قبر ہے اور قبر میں ایک نعمت عظمیٰ نصیب ہوگی اور وہ نعمت ہے حضور اقدس، نور مجسم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوہ جہاں آرا کے دیدار کی سعادت حاصل ہونا جیسا کہ:

کفن میرا خوشیوں کی سوغات لایا
اسے پہن کر تیرا دیدار ہوگا

(از: مصروف)

موت مومن کے لیے رحمت ہے

عام طور سے لوگ موت کو زحمت سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ موت مومن کے لئے زحمت نہیں بلکہ رحمت ہے۔ موت کے سبب سے مومن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بلکہ موت اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

حدیث:

حضرت امام ابو نعیم اور حضرت امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا کہ حضور اقدس، جان عالم و رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”الْمَوْتُ كَفَّارَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ“ یعنی ”موت کفارہ گناہ ہے ہر مسلمان کے لئے۔“

اس حدیث کے ضمن میں مجددین و ملت، امام عشق و محبت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں کہ ”بہت بندے خدا کے، جو زندگی میں آلودہ گناہ تھے، بعد موت پاک و طیب ہو گئے“

حوالہ:- (۱) جامع صغیر للسيوطی، جلد ۲ ص ۵۵۳

(۲) اتحاف السادة للزبيدي، جلد ۱، ص ۲۲۷

(۳) تاريخ بغداد للخطيب، جلد ۱، ص ۳۲۸

(۴) اهلاك الوها بين علي تو هين قبور المسلمين۔

از امام احمد رضا، ص ۱۹

قول:

”امام اجل، حافظ الاحاديث، علامہ جلال الدين سيوطي رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ ”قرطبي نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان مرتے وقت جو تکالیف پاتا ہے، وہ اس کے گناہوں کے معافی کا سبب بن جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو اگر کانٹا یا اس سے کم چیز بھی لگ جائے، تو وہ بھی اس کے گناہوں کو مٹاتی ہے، تو جب کانٹے کا یہ حال ہے، تو پھر سکرات موت کا کیا حال ہوگا؟ جس میں تلوار کی تین سو (۳۰۰) چوٹوں سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔“

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور، از: امام جلال

الدين سيوطي، اردو ترجمہ، ص ۲۲

روایت

”ابن ابی الدنیانے مالک بن مغول سے روایت کی کہ سب سے پہلی چیز خوشی کی، جو مؤمن کو حاصل ہوگی، وہ موت ہے، کیونکہ اس میں وہ اللہ کا ثواب اور اس کا کرم دیکھتا ہے“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۱۹

روایت

”حضرت ابو نعیم نے اپنی کتاب ”حلیۃ الاولیاء“ میں ابن عبد ربہ سے روایت کی

کہ انہوں نے مکحول سے کہا کہ کیا تم جنت کو پسند کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ جنت کو کون پسند نہ کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ موت سے محبت کرو، کیونکہ جنت کو مرے بغیر نہیں دیکھ سکتے۔“

حوالہ: - شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۲۲

حدیث

”امام ابن ماجہ نے ام المؤمنین، محبوبہ محبوب رب العالمین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”مؤمن کو ہر چیز میں ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ موت کے وقت جو تکلیف ہوتی ہے اس میں بھی“

حوالہ: - شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۲۴

موت کی یاد اور تیاری

موت سے کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر وقت موت کو یاد کر کے، اس کی تیاری میں رہنا چاہیے۔ دنیا کی زندگی تو ایک مسافر کی طرح ہونی چاہیے۔ جس طرح مسافر اپنے سفر کے مقام کو چھوڑ کر اپنے وطن کی طرف لوٹتا ہے اسی طرح دنیا کو مقام سفر سمجھ کر اپنے وطن یعنی آخرت کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ایک دن ضرور یہاں سے کوچ کر کے چلے جانا ہے لہذا جہاں جانا ہے وہاں اچھا توشہ ساتھ لے کر جانا ہے، یہی کوشش ہر وقت کرنی چاہیے۔ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ ”دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر بلکہ راہ چلتا“

یعنی راہ گیر اپنی منزل مقصود تک جلد از جلد پہنچنے کی ہی لگن میں ہوتا ہے۔ وہ راستہ کے کھیل تماشوں کی طرف التفات نہیں کرتا کہ اس کا سفر تاخیر سے دوچار ہو اور منزل تک وصول دیر میں ہو، بلکہ وہ ہر ممکن کوشش کر کے سفر کی مسافت کو جلد از جلد طے کرتا ہے۔ اسی طرح ہر مومن کو چاہئے کہ وہ دنیا کی محبت میں نہ الجھے اور نہ ہی دنیوی معاملات میں اس طرح پھنسے کہ دنیا کے تعلقات اسے منزل مقصود تک پہنچنے میں آڑ بنیں۔

لہذا! موت کو ہر وقت یاد کرنا چاہئے۔ موت کو یاد کرنے کی احادیث کریمہ میں بہت فضیلتیں وارد ہیں، علاوہ ازیں موت کو یاد کرنے سے بے شمار فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ذیل میں چند احادیث کریمہ اور بزرگان دین کے اقوال زریں پیش ہیں۔

حدیث:

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو نعیم نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

“ أَكثَرُوا ذِكْرَ هَادِمِ اللَّذَاتِ الْمَوْتِ ”

ترجمہ: ”لذتوں کو توڑنے والی موت کو کثرت سے یاد کرو۔“

حدیث:

”امام ابن ماجہ نے امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے عقلمند مومن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھے اور موت

کے بعد کے لئے سب سے اچھی تیاری کرے، یہ ہے عقلمند۔“

حدیث:

”ابن ابی الدنیا نے حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ایسی مجلس کے قریب سے گزرے، جس میں خوب ہنسی مذاق ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی مجلس میں لذتوں کو توڑنے والی چیز کی ملاوت بھی کرو۔ عرض کی گئی، وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ موت کی یاد۔“

حدیث:

”حضرت امام طبرانی نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نصیحت کرنے کو موت کافی ہے۔“

حدیث:

”امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ کیا شہداء کے ساتھ اور کسی کا بھی حشر ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس کا جو رات و دن میں موت کو بیس مرتبہ یاد کرے گا۔“

الحاصل! موت سے کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے بلکہ ہر وقت موت کا خیال ذہن میں حاضر رکھنا چاہیے۔ موت کی یاد سے بہت فائدے ہیں۔ ان میں سے چند فوائد ذیل میں مذکور ہیں۔

فائدہ:

(۱) ہر وقت موت کو یاد کرتے رہنے سے دل کو ایک تسلی حاصل ہوتی ہے۔ موت کو ہر وقت یاد کرنے والا ظلم و ستم اور آئی ہوئی مصیبت سے پریشان نہیں ہوتا۔

(۲) موت کی یاد سے دنیاوی تفکرات دور ہو جاتے ہیں۔ غم، رنج، مصیبت اور دیگر تفکرات سے آدمی غمگین نہیں ہوتا بلکہ اسے ایک قسم کا قلبی سکون ہر وقت میسر ہوتا ہے۔

(۳) موت کو ہر وقت یاد رکھنے والا کسی سے بھی نہیں ڈرتا۔ انسان کو سب سے بڑا ڈر موت ہی کا ہوتا ہے۔ موت کے مقابلے میں تمام مصیبتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ جب وہ موت سے نڈر ہو جائے گا، اور موت کو یاد کرتا رہے گا، تو وہ کبھی بھی دنیاوی مصائب سے خوف زدہ نہیں ہوگا۔

(۴) موت کی یاد سے نیکیوں کی ترغیب اور گناہوں سے بچنے کی عادت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب انسان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ موت ضرور آنی ہے اور مرنے کے بعد ایک دیگر جہان میں جانا ہے اور اس جہاں میں نیکیوں کا اچھا بدلہ اور انعام حاصل ہوگا اور گناہوں کا برا انجام اور سزا دی جائے گی، تو وہ ہر وقت نیک کام کرنے کی اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

(۵) توبہ کی توفیق جلدی نصیب ہوگی، دل میں قناعت ہوگی اور عبادت میں لذت اور خوشی حاصل ہوگی۔

(۶) خدا کا خوف ہر وقت غالب رہے گا۔ دنیا کی رغبت کم ہو جائے گی اور دل سے دنیا اور دنیا کے عیش و آرام کی محبت کم ہو جائے گی۔

نکتہ

موت سے ڈرنے اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہونے سے بڑا ہی پیدا ہوتی ہے۔

نتیجتاً رعب و دبدبہ ختم ہو جاتا ہے۔ دشمن غالب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث شریف

میں ہے:

”حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تم مختلف گروہوں کو ایسی دعوت دی جائے گی جیسے ایک برتن پر جمع ہو کر کھانے والوں کو دعوت دی جاتی ہے۔“ (یعنی تم پر حملہ کرنے کے لئے اور تم کو نیست و نابود کرنے کے لئے مختلف گروہوں کے لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور وہ تمام گروہ جمع ہو کر تم کو ختم کرنے آئیں گے۔)

اس ارشاد عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہم کم تعداد میں ہوں گے؟ ارشاد فرمایا نہیں! بلکہ اس وقت تم کثیر تعداد میں ہو گے لیکن تم جھاگ کی طرح ہو گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب و دبدبہ نکال دے گا اور دلوں میں وہن (کمزوری) ڈال دے گا۔ ایک صحابی نے با رگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ وہن کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ”دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا۔“ (یعنی موت سے ڈرنا)

حوالہ:- (۱) ابو داؤد شریف،

(۲) دلائل النبوة از بیہقی

(۳) مشکوٰۃ شریف، باب تغیر الناس

مندرجہ بالا ارشاد عالی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قوم مسلم کے حالات حاضرہ کا موازنہ کریں۔ آج یہ عالم ہے کہ دشمنان اسلام گروہ در گروہ جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ظالم اور جفاکش عناصر مجموعی طور پر مسلمانوں کے مکانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں، انھیں زندہ جلاتے ہیں، عورتوں کی عصمت دری کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو تیغ کرتے ہیں۔ اور ہماری قوم کا حال یہ ہے کہ ہم کروڑوں

کی تعداد میں ہونے کے باوجود بھی گاجر اور مولیٰ کی طرح کاٹ کر پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہمارے دشمنوں کے دلوں سے ہمارا رعب و دبدبہ جاتا رہا ہے اور اس کا سبب صرف یہی ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں غرق ہو چکے ہیں اور موت سے ڈرنے لگے ہیں۔



3

تیسرا باب

موت آنے کی دعا و تمنا

موت آنے کی دعا و تمنا کرنا کیسا ہے؟

بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا گیا کہ ذرا سی مصیبت آ پڑی یا کوئی بیماری لاحق ہو گئی کہ زندگی سے مایوس ہو گئے اور مصائب و آلام کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرنے کے بجائے سراسر بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے موت کی تمنا اور دعا کرنے لگتے ہیں۔ اور بے صبری اور بے ثباتی کے عالم میں یہ دعا کرنے لگتے ہیں کہ اے اللہ! اب موت دیدے اور اے مالک! اس دنیا سے اٹھالے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح دعا کرنا سخت منع ہے۔ حدیثوں میں اس کی ممانعت وارد ہے۔

حدیث:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

” لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ مِنْ ضَرِّ أَصَابَةٍ “

ترجمہ: ”تم سے کوئی شخص مصیبت پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔“

البتہ اگر کسی کو ایسی مہلک بیماری لاحق ہو گئی ہو یا کوئی ایسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہو کہ اس کا حل ہونا ناممکن ہو اور وہ نہایت مجبور ہو چکا ہو اور ایسی مجبوری کی حالت میں موت طلب کرنا ہے تو اس طرح طلب کرے، جیسا کہ حدیث شریف میں تعلیم فرمایا گیا ہے۔ یعنی موت طلب کرنے کی وہی دعا کرے جو حدیث میں وارد ہے۔

حدیث:

حدیث شریف میں موت کی طلب کی دعا اس طرح وارد ہے:

” اَللّٰهُمَّ اَحْيِيْنِيْ مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِّيْ وَ تَوَفِّيْنِيْ اِذَا كَانَتْ

الْوَفَاءُ خَيْرًا لِيُ”

ترجمہ: ”الہی! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہے اور مجھے موت دے جب موت میرے لئے بہتر ہو۔“

حوالہ:- بخاری شریف، مسلم شریف

اس طرح دعا کرنے سے بندہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے تقدیر الہی پر کامل رضامندی کا اظہار کرتا ہے۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر مزید احادیث پیش خدمت ہیں۔

حدیث:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر وہ نیک ہے، تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں میں زیادتی کرے اور اگر گناہ گار ہے، تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادے۔“

حوالہ:- بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف، باب تمنی الموت و نکرہ

حدیث:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ

”اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موت کی تمنا سے منع نہ فرماتے تو ہم تمنا کرتے۔“

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، از: امام جلال الدین

سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۱۱

مدینہ طیبہ میں مرنے کی تمنا کرنا مستحب ہے

افضل البلاد، مدینہ طیبہ میں مرنے کی تمنا کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، غیظ المنافقین، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے:

” اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاَجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ “

ترجمہ: ” اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرما اور مجھے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر میں موت عطا فرما۔ “

آپ کی ہمیشہ کی اس دعا پر آپ کی صاحبزادی، ام المؤمنین، حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ سے عرض کی کہ یہ کیسے ہوگا؟ یعنی شہادت بھی ملے اور مدینہ طیبہ ہی میں موت آئے، کیونکہ مدینہ طیبہ میں کسی سے جنگ ہونے کا امکان نہیں۔ لہذا مدینہ میں موت آئے اور وہ بھی شہادت کی موت آئے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور تعجب یہ عرض کیا تھا۔ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ چاہے گا، تو ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ آپ کی صدق دل سے نکلی ہوئی پر خلوص دعا کو رب تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔ اور آپ کو اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس دیار مدینہ طیبہ میں ہی شہادت نصیب ہوئی۔ امام عشق و محبت، سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

حدیث:

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
”مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلَيْمَتْ، فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ
يَمُوتُ بِهَا“

ترجمہ: ”تم میں سے جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے، تو مدینہ ہی میں مرنا کہ جو
مدینہ میں مرے گا، میں اس کی شفاعت کروں گا۔“

خوش نصیب ہیں وہ حضرات جنہیں مدینہ طیبہ میں مرنا میسر ہو۔ حضور اقدس،
رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس دیار میں موت آنا، بخشش کا پروانہ حاصل ہونا
ہے۔

جیسا کہ سرکارِ اعلیٰ حضرت کے برادر، استاذِ زمن، حضرت حسن رضا صاحب
حسن بریلوی، بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کرتے ہیں:

گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ جھکا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدہ میں ادا ہو

موت کے اسباب اور علامتیں

موت کا اصلی سبب صرف اتنا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے حضرت
عزرائیل علیہ السلام یعنی ملک الموت انسان اور ذی روح کے جسم سے روح قبض کر لیتے
ہیں۔ جب انسان کے جسم سے روح قبض کر لی جاتی ہے تب اس کا جسم بے حس و بے

حرکت ہو کر مردہ ہو جاتا ہے اور عام اصطلاح میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس پر موت طاری ہوگئی یا وہ مر گیا یا اس کا انتقال ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔

لیکن موت کے کچھ ظاہری اسباب ہیں۔ مثلاً کسی کا مہلک بیماری کی وجہ سے انتقال ہو جاتا ہے۔ کبھی ایسا سنا جاتا ہے کہ ہوائی جہاز، ٹرین، موٹر یا کسی اور حادثہ میں انتقال ہو گیا، فلاں کو قتل کر دیا گیا، حاجی صاحب کا دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہو گیا، فلاں صاحب کو سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مر گیا، آگ لگنے کی وجہ سے ایک ہی خاندان کے اتنے افراد ہلاک ہو گئے، کشتی ڈوب جانے کی وجہ سے اتنے لوگ غرق دریا ہو کر موت کی آغوش میں سو گئے وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ ان ظاہری اسباب کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان ظاہری اسباب کی بناء پر جسم سے روح نکل گئی لیکن عام لوگ اصل وجہ کے بجائے ان ظاہری اسباب کو ہی موت کا باعث کہتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

حدیث:

مروزی، ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کی کہ:

”ملک الموت پہلے لوگوں کو بلا کسی درد یا مرض کے وفات دیتے تھے، تو لوگ ان کو لعنتیں بھیجتے اور گالیاں دیتے تھے، چنانچہ آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے امراض (بیماریاں) پیدا کر دیئے۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں بیماری کے باعث مر گیا۔ ملک الموت کا نام کوئی نہیں لیتا۔“

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، از: امام جلال الدین

سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۵۱

آج، کل عام طور سے یہی کہا جاتا ہے کہ فلاں کا اس وجہ سے انتقال ہو گیا۔ کوئی

یہ نہیں کہتا کہ فلاں کو حضرت ملک الموت نے روح قبض کر کے مار ڈالا۔ یعنی حضرت ملک الموت کا اللہ کے حکم سے روح قبض کرنا انسان کی موت کا اصلی سبب ہے، ان کو لوگ یاد تک نہیں کرتے بلکہ مختلف اسباب کو موت کا باعث قرار دیتے ہیں۔

مذکورہ ظاہری اسباب میں سے کچھ اسباب ایسے بھی ہیں کہ جن کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے کچھ علامتیں بھی نمودار ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

حدیث:

قرطبی نے کہا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ملک الموت سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کوئی قاصد ہے؟ جن کو اپنے آنے سے پہلے روانہ کر دیں تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ ملک الموت نے جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ بخدا! میرے لئے بہت سے قاصد ہیں۔ مثلاً: مرض، بڑھاپا، کانوں اور آنکھوں کا متغیر ہو جانا۔ جب لوگ ان چیزوں سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے، تو میں ندا کرتا ہوں کہ اے شخص! کیا یکے بعد دیگرے میرے قاصد تمہارے پاس نہیں آتے رہے؟ اب میں خود آتا ہوں کہ میرے بعد کوئی قاصد نہ آئے گا۔

حوالہ:- شرح الصدور بحال الموتی والقبور، از: امام جلال الدین

سیوطی، اردو ترجمہ ص ۲۱

مندرجہ بالا حدیث پر اگر غور و فکر کیا جائے تو اس کی معنویت اور پند و نصیحت سے انسان اپنے کردار کو درست کر سکتا ہے۔ مثلاً کسی کو ہارٹ اٹیک کا ہلکا سا جھٹکا آ گیا اور وقت پر صحیح معالجہ کرنے پر وہ بچ گیا، تو اسے اس ہلکے سے جھٹکے سے بھاری نصیحت اخذ کر لینی چاہئے کہ اب مجھے عنقریب آنے والی موت کی نوٹس مل گئی ہے۔ کسی بھی وقت اب دوسرا جھٹکا آ سکتا ہے۔ لہذا اب مجھے سفر آخرت کی تیاری میں لگ جانا چاہئے۔ گناہوں

سے صدق دل سے توبہ اور استغفار کر کے کامل طور پر احکام شریعت کی پابندی میں لگ جانا چاہیے اور میری زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب اعظم (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت اور خوشنودی میں بسر ہونا چاہیے۔

آدمی کی عمر بڑھاپے کی منزل میں داخل ہوگئی، بال سیاہ سے سفید ہو گئے، ہاتھ پاؤں میں کمزوری لاحق ہوگئی، آنکھ کی بینائی کم ہوگئی، جسم میں اب پہلی جیسی طاقت باقی نہ رہی، ضعف اور ناتوانی اپنا اثر دکھا رہی ہے، ایسے وقت میں آدمی کو سمجھ جانا چاہیے کہ اب میں زندگی کی آخری منزل میں ہوں۔ اب سنبھل جانا چاہیے، اب دنیا کی طمع کو دل سے نکال کر آخرت اور عقبیٰ کی طرف لو لگانی چاہیے۔ اس وقت کی زندگی کو غنیمت جان کر اب عبادت و ریاضت میں لگ جانا چاہیے۔ میری بیماری میرا ضعف اور نقاہت یہ سب حضرت ملک الموت کے قاصد ہیں بلکہ حضرت ملک الموت کے یہ قاصد مجھے موت کی نوٹس دے چکے، اب صرف ملک الموت کا آنا باقی ہے۔ حضرت ملک الموت کے قاصدوں کی آمد سے مجھے نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور اپنی زندگی کو کامل طور پر اسلامی زندگی کا نمونہ بنا لینا چاہیے۔

روایت

ابن ابی شیبہ، عون ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص موت کو صحیح طور پر جانتا ہے، وہ آئندہ کل کو اپنی زندگی میں نہیں شمار کرتا۔ کیونکہ بہت سے وہ لوگ جو دن کے ابتدائی حصے میں زندہ ہوتے ہیں، وہ دن کو پورا کر نہیں پاتے اور بہت سے کل کے امیدوار اپنی امید کو نہیں پہنچتے۔ اگر تو موت اور اس کی رفتار کو دیکھ لیتا، تو تیری امید اور غرور مٹ جاتا۔

حوالہ:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور، از: امام جلال الدین

حدیث:

طبرانی نے حضرت طارق محاربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”موت کے لئے موت کے آنے سے پہلے تیار ہو جاؤ۔“ (حوالہ: - ایضاً)

امام اجل، حافظ الاحادیث، علامہ جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں اس عنوان کے تعلق سے بزرگان دین کے کچھ اقوال زریں نقل فرمائے ہیں جو ذیل میں مرقوم ہیں۔

(۱) ابن ابی الدنیا نے حضرت حسن سے روایت کی کہ:

”جس نے موت کو بہ کثرت یاد کیا، اس کی نگاہ میں دنیا ہیچ ہو جائے گی۔“

(۲) ابن ابی الدنیا نے حضرت قتادہ سے روایت کی کہ:

”جو موت کو یاد رکھے، اس کے لیے خوشخبری ہے۔“

(۳) ابن ابی الدنیا نے حضرت مالک بن دینار سے روایت کی کہ:

”موت کی یاد عمل کی زندگی کو کافی ہے۔“

(۴) ابن ابی الدنیا نے حضرت صفیہ سے روایت کی کہ:

”ایک عورت نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

شکایت کی کہ میرا دل سخت ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا موت کی یاد بہ کثرت

کرو۔“

(۵) حافظ ابوالفضل عراقی فرماتے ہیں کہ:

”لوگ سوئے ہوئے ہیں، جو ان میں سے مر جائے گا، موت اس کی نیند کو ختم کر

دے گی۔“

(۶) حدیث شریف میں ہے کہ:

”جس کو موت کی یاد خوف زدہ کرتی ہو، اس کی قبر جنت کا باغ بن جائے گی۔“



4

چوتھا باب

موت کی آمد

موت کی آمد

موت کا آنا یقینی ہے۔ ہر شخص چاہے نیک ہو، چاہے بد ہو، موت سے کئی وجہوں سے گھبراتا ہے۔ ان تمام وجوہات میں سے اہم وجہ یہ ہے کہ اسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ پتہ نہیں، اللہ تعالیٰ میرے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا؟ احادیث کریمہ میں یہ تعلیم اور تلقین فرمائی گئی ہے کہ اپنے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھو اور اللہ تعالیٰ سے عفو و کرم اور مغفرت و بخشش کی امید و تمنا رکھو۔

حدیث:

امام احمد، امام ترمذی، اور امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نوجوان شخص کے پاس نزع کے وقت تشریف لائے اور اس سے دریافت فرمایا کہ کیا حال ہے؟ اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں جس شخص کے دل میں جمع ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس کی امید برائے گا اور اسے ڈر سے محفوظ فرمادے گا۔

حدیث:

ابن مبارک، امام احمد اور امام طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تم کو بتاؤں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے مؤمنین سے کیا فرمائے گا؟ اور مؤمنین اس کا کیا جواب دیں گے؟ ہم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم نے میری ملاقات کو پسند کیا؟ مؤمنین جواب دیں گے ہاں! پھر

اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیوں؟ مؤمنین عرض کریں گے کہ ہم نے تیرے عفو و مغفرت کی امید و تمنا کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو میری مغفرت تمہارے لئے واجب ہوگئی۔

روایت:

ابن ابی شیبہ نے ”مصنف“ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں ”قسم ہے خدائے وحد لا شریک کی! کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جو اچھا گمان رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے پورا فرمائے گا۔“
مندرجہ بالا تینوں روایات نقل ہیں:

بحوالہ: - شرح الصدور بشرح حال النوتی والقبور، از: - علامہ

سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۲۹، ۳۰

معلوم ہوا کہ بندے کو اپنے خالق حقیقی کے ساتھ ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہئے۔ وہ رحمان و رحیم و کریم و رؤف، رب العالمین اپنے بندوں پر نہایت مہربان و کرم فرمانے والا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ وہ سبب کا پیدا فرمانے والا ہے۔ جیسا کہ فارسی زبان کا محاورہ ہے کہ ”رحمت حق بہانہ می جوید“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے۔

ماں سے بھی زیادہ مہربان رب

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں حمید سے روایت کی، انھوں

نے کہا کہ:

”میرا ایک بھانجہ تھا، جو بڑا ہی نافرمان تھا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ اس کی ماں نے مجھے بلوایا، جب میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی ماں اس کے سرہانے کھڑی ہو کر رو رہی ہے۔ اس لڑکے نے مجھ سے پوچھا کہ اے ماموں! میری ماں کیوں رو رہی ہے؟ میں نے

جواب دیا کہ یہ تمہاری برائیوں کی وجہ سے رو رہی ہے۔ اڑ کے نے کہا کہ کیا میری ماں مجھ پر رحم نہ کرتی تھی؟ میں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں! تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری ماں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ جب وہ مر گیا، تو میں اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کو قبر میں اتارا۔ جب میں نے اس پر اینٹیں رکھیں تو میں نے جھانک کر قبر میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ جہاں تک نگاہ پہنچتی ہے، وہاں تک اس کی قبر کشادہ کر دی گئی ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کیا تم نے بھی وہی دیکھا، جو میں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ تو میں سمجھ گیا کہ یہ اسی کلمہ کی وجہ سے ہے، جو اس نے مرتے وقت کہا تھا۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۱

علامت خاتمہ بالخیر اور موت کی سختیاں

حدیث:

امام ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اسے موت سے پہلے عمل خیر کی توفیق دیتا ہے۔

حدیث:

ابن ابی الدنیا نے ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کے مرنے سے ایک سال پہلے ایک فرشتہ مقرر فرمادیتا، جو اس کو راہ راست پر لگاتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ خیر پر مرجاتا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اچھی حالت پر مرا ہے۔ جب ایسا شخص مرنے لگتا ہے، تو اس کی جان نکلنے میں جلدی کرتی ہے۔ وہ اس وقت خدا سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور خدا اس کی ملاقات کو۔

اور جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے مرنے سے ایک سال پہلے اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے، جو اسے گمراہ کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے بدترین وقت میں مر جاتا ہے۔ اس کے پاس جب موت آتی ہے، تو اس کی جان اٹانے لگتی ہے۔ وہ خدا سے ملنے کو پسند نہیں کرتا ہے اور خدا اس سے ملنے کو۔

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۲

اب کچھ احادیث اور روایات موت کی سختیوں کے متعلق پیش خدمت ہیں۔

حدیث:

امام بخاری نے ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا۔ جس میں آپ ہاتھ ڈال کر اپنے چہرے پر لگاتے تھے اور فرماتے تھے:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ لِمَوْتِ سَكَرَاتٍ“ یعنی ”اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بھی سختیاں ہوتی ہیں۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۳

حدیث:

دینوری نے ”مجالہ“ میں وہب بن عدی سے اور ابن ابی الدنیانے زید بن اسلم سے روایت کی کہ:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے پر رحم فرمانا چاہتا ہوں، تو اس کی ہر برائی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں۔ کبھی بیماری سے، کبھی گھر والوں میں مصیبت ڈال کر، تنگی معاش سے، پھر بھی اگر کچھ بچتا ہے، تو مرتے وقت اس پر سختی کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرتا ہے، تو گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے جیسا کہ اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔“

اور مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں جس بندے کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا ہوں، تو اس کو اس کی ہر نیکی کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں۔ کبھی جسم کی صحت سے، کبھی فراخی رزق سے، کبھی اہل و عیال کی خوش حالی سے۔ پھر جی اگر کچھ رہ جاتا ہے، تو میرے وقت اس پر آسانی کر دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ مجھ سے ملتا ہے، تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ بھی نہیں رہتا کہ وہ نارِ جہنم سے بچ سکے۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۴

حدیث:

طبرانی نے ”معجم کبیر“ میں اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”مومن کوئی گناہ کرتا ہے، تو موت کے وقت شدت کے ذریعہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے اور کافر جب کوئی نیک کام کرتا ہے، تو موت کے وقت آسانی کر کے اسے بدل دے دیا جاتا ہے۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۳

روایت:

ابن ابی الدنیانے حضرت شداد بن اوس سے روایت کی کہ موت دنیا و آخرت کی ہولناکیوں میں سب سے زیادہ ہولناک ہے۔ یہ آروں کے چیرنے سے، قبچھیوں کے کاٹنے سے اور ہانڈیوں کے ابال کھانے سے زائد ہے۔ اگر مردہ زندہ ہو کر موت کی تکلیفیں لوگوں کو بتا دیتا تو لوگوں کا عیش اور نیند سب کچھ ختم ہو جاتا۔

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۷

روایت:

ابن ابی الدنیانے امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، سیدنا مولیٰ علی مشکل کشارضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا:

”قسم ہے اس کی! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ایک ہزار (۱۰۰۰) چوٹیں تلوار کی میرے نزدیک بستر پر مرنے سے بہتر (آسان) ہیں۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۳۵

موت کے وقت نیک اور بد کی پہچان

موت کے وقت انسان طرح طرح کی بے چینی اور عجیب عجیب کیفیتیں محسوس کرتا ہے اور وہ کیفیات بطور علامت ظاہر بھی ہوتی ہیں اور ان علامات سے پتہ چلتا ہے کہ مرنے والا شخص نیک ہے یا بد؟ ان علامات کی احادیث کریمہ میں نشاندہی فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ:

حدیث:

جلیل القدر صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

”مرنے والوں میں تین علامتیں دیکھو۔

(۱) اگر اس کی پیشانی پر پسینہ آئے

(۲) آنکھوں میں آنسو آئیں

(۳) اور نتھنے پھیل جائیں

تو اللہ کی رحمت ہے۔ اور اگر

(۱) وہ اس طرح آواز نکالے، جس طرح نوجوان اونٹ جس کا گلا گھونٹا گیا ہو

(۲) رنگ پھیکا پڑ جائے اور

(۳) جھاگ ڈالنے (نکالنے) لگے

تو یہ اللہ کے عذاب نازل ہونے کی علامت ہے۔“

حوالہ:- (۱) نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول ،

مصنف: امام ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی ،

المتوفی ۵۲۵۵ھ

(۲) شرح الصدور، اردو ترجمہ ، ص ۳۴

حدیث:

حضرت سعید بن منصور خراسانی (المتوفی ۲۷۳ھ) نے اپنی کتاب ”سنن“ میں

اور مروزی نے اپنی کتاب ”جنائز“ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

”مؤمن کی خطاؤں میں سے اگر کوئی خطا باقی رہ جاتی ہے، تو مرتے وقت

پیشانی کے پسینے سے اس کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔“

نوٹ:

امام بیہقی نے بھی یہی روایت حضرت علقمہ بن قیس سے کی ہے۔

روایت

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے حضرت سفیان بن سعید ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کی کہ:

(۱) بزرگان دین میت کی پیشانی کے پسینہ کو نیک فال سمجھتے تھے۔

(۲) علماء نے فرمایا کہ پیشانی پر پسینہ آنا، اس بات کی علامت ہے کہ یہ اپنے کئے

ہوئے کاموں پر شرمندہ ہے۔ اور.....

(۳) کسی کافر میں حیا کا نام نہیں ہوتا، لہذا اس پر یہ علامت ظاہر نہیں ہوتی۔

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ ، ص ۳۴

نکتہ

- (۱) موت کے وقت مؤمن کی پیشانی پر پسینہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مؤمن کو موت کی شدت اور تکلیف کی وجہ سے پسینہ آجاتا ہے، جو اس کی پیشانی پر نمودار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اُسے گناہوں سے آزادی ملتی ہے اور اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔
- (۲) پسینہ آنے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اس شخص نے دنیا میں مشقت برداشت کر کے، محنت کی اور حلال کی کمائی کا رزق حاصل کیا ہے اور اپنے نفس کو تنگی میں ڈال کر نمازیں ادا کیں اور روزے رکھے۔
- (۳) آنکھوں میں آنسو آنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص دنیا میں جب عبادت کرتا تھا، تو اللہ کی یاد میں یا اللہ کے خوف سے اس کے آنسو بہتے تھے۔
- (۴) نتھنے پھولنے کی علامت کا بھی نیک فال ہونا اس لئے شمار کیا گیا ہے کہ یہ شخص خوف و خشیت الہی سے جب روتا تھا، تو رونے کی وجہ سے اس کی ناک سے تیز سانس چلنے سے آواز نکلنے کے باعث اس کے نتھنے پھولتے تھے۔ وہی صورت اب موت کے وقت بھی ہوگئی ہے۔
- (۵) کافر کی موت کے وقت جو تین علامتیں نمودار ہوتی ہیں وہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کی خوفناک شکل و صورت دیکھ کر خوف، رعب، ڈر اور بیت طاری ہونے کی وجہ سے ہیں۔

جاں کنی (سکرات کا عالم) اور تلقین کرنے کا بیان

مسئلہ :

جب موت کا وقت قریب آئے اور موت کی علامتیں پائی جائیں تو سنت طریقہ

یہ ہے کہ:

- (۱) اس کو داہنی کروٹ پر لٹا کر اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دیں۔ یا
- (۲) یہ بھی جائز ہے کہ اس کو چپت لٹا کر اس کے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیں کہ اس صورت میں بھی قبلہ کی طرف منہ ہو جائے گا۔ لیکن اس صورت میں سر کو تھوڑا اونچا رکھیں۔
- (۳) اور اگر مندرجہ دونوں صورتوں کے مطابق قبلہ کی طرف منہ کرنا دشوار ہو کہ اس کو تکلیف ہوگی، تو جس حالت پر ہے، اسی حالت پر چھوڑ دیں۔

حوالہ:- در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۲۰

مسئلہ :

موت کے وقت حیض و نفاس والی عورتیں، اس کے پاس حاضر ہو سکتی ہیں۔ مگر جس کا حیض و نفاس منقطع ہو گیا ہو یعنی پورا ہو گیا ہو، مگر حیض و نفاس سے پاک ہونے کے بعد غسل نہیں کیا ہے، اسے جاں کنی کے وقت مرنے والے کے پاس نہیں آنا چاہئے۔ اسی طرح جس پر جنابت کا غسل واجب ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ایسے جنابت والے کو بھی میت کے پاس نہیں آنا چاہئے۔

علاوہ ازیں یہ کوشش کریں کہ مکان میں کوئی تصویر یا کتنا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دیں، کیونکہ جہاں تصویر یا کتنا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہیں۔ نزع کے وقت اپنے لئے اور اس قریب المرگ کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں اور کسی قسم کا کوئی برا جملہ زبان سے نہ نکالیں۔ کیونکہ اس وقت جو کچھ بھی کہا جاتا ہے

فرشتے اس پر ”آمین“ کہتے ہیں۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱

مسئلہ:

جاں کنی کی حالت میں، جب تک روح گلے کو نہ آئی ہو، اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرتے رہیں۔ یعنی اسے کلمہ شہادت پڑھنا سکھائیں۔ اور تلقین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے قریب بلند آواز سے کلمہ شہادت پورا ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ مسلسل پڑھتے رہیں۔ تلقین کرنے میں اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ خود کلمہ پڑھتے رہیں مگر اس قریب المرگ کو یہ حکم نہ دیں کہ پڑھ۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۰

مسئلہ:

جب اس نے کلمہ پڑھ لیا، تو تلقین موقوف کر دیں۔ ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو پھر تلقین کریں کہ اس کا آخری کلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ہو۔

(حوالہ:- ایضاً)

حدیث:

جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

” قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَقِنُوا مَوْتَكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ “ یعنی ”حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سکھاؤ۔“

حوالہ:- (۱) صحیح مسلم شریف، جلد ۱، ص ۳۰۰

(۲) جامع ترمذی شریف، جلد ۱، ص ۱۱۷

(۳) السنن ابی داؤد، جلد ۲، ص ۴۴۴

(۴) السنن الکبری للبیہقی، جلد ۳، ص ۳۸۳

اللہ) کے بغیر مقبول نہیں۔“

(۳) امام محقق، علامہ زین الدین بن نجیم مصری علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مستند و معتمد کتاب ”بخار الرائق“ میں فرماتے ہیں:

”لَقِنُ الشَّهَادَةَ - بِأَنْ يُقَالَ عِنْدَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ یعنی ”میت کو شہادت کی تلقین یوں کریں کہ اس کے پاس ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ پڑھیں۔“

(۴) امام جلیل، حضرت علامہ امام حافظ الدین نسفی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور و معتبر کتاب ”کافی شرح وافی“ میں فرماتے ہیں:

”لَقِنُ الشَّهَادَةَ أَي قَوْلَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ یعنی ”شہادت کی تلقین کریں اور وہ یہ کہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

(۵) شمس المملۃ والدین، علامہ امام شمس الدین محمد خراسانی، قہستانی (المتوفی ۹۶۲ھ) اپنی مشہور کتاب ”جامع الرموز“ میں فرماتے ہیں:

أَشَارَ فِي الْكَافِي وَالْمُضْمَرَاتِ إِلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الشَّهَادَةِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

ترجمہ: ”کافی و مضمورات (دو کتابوں کے نام ہیں) میں اشارہ فرمایا کہ شہادت سے ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ مراد ہے۔“

طوالت کے خوف سے یہاں صرف پانچ ہی حوالے درج کئے گئے۔ میت کو پورا کلمہ تلقین کیا جائے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل کتب معتمدہ و معتبرہ بھی، شاہد عدل ہیں:

● امام محقق، علامہ محمد بن امیر الحاج حلبي حنفی کی کتاب ”حلیہ شرح منیہ“

● امام جلیل، علامہ عبدالرحمان بن محمد رومی کی ”مجمع الانهر شرح ملتقى
الابحر“

● امام اجل، علامہ برہان الدین حلبي کی ”غنية المستملی شرح منية
المصلی“

● علامہ محقق، امام ابو یوسف بن عمر کی ”جامع المضمورات شرح قدوری“
● شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، المتوفی ۱۰۵۲ھ کی ”اشعة اللمعات
شرح مشکوة“

● شیخ الاسلام، ابوبکر بن محمد بن علی، حدادیمنی کی ”جوہرہ نیرہ شرح
مختصر القدوری“

● امام جلیل، علامہ ابوالسعود علی مسکین کی ”شرح الكنز للملا مسکین“
المختصر! قریب المرگ کو پورا کلمہ تلقین کیا جائے۔ اگر اس نے کلمہ پڑھ لیا، تو یہ
نیک گمان کرنا چاہئے کہ اس کی مغفرت ہوگئی۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے:

حدیث:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم، رحمت
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

” مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ “

ترجمہ: ”جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

حوالہ:- ابوداؤد، مشکوة شریف

حدیث:

ابن ابی الدنیا نے ”کتاب المحتفرین“ میں اور طبرانی و بیہقی نے ”شعب

الایمان“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ملک الموت علیہ السلام ایک مرنے والے شخص کے پاس آئے اور اس کے اعضاء چیر کر دیکھا لیکن کوئی عمل خیر نہ پایا۔ پھر اس کا دل چیرا، تو اس میں بھی کوئی عمل خیر نہ پایا۔ پھر اس کے جڑوں کو چیرا، تو دیکھا کہ اس کی نوک زبان تالو سے لگی ہوئی ہے اور لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے۔ تو اس کلمہ کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی گئی۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۴۲

مرتے وقت کلمہ پڑھنا نصیب ہونا، بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ یہ خاتمہ بالخیر ہونے کی علامت اور جنت میں داخل ہونے کا اور نجات و مغفرت کا پروانہ ہے۔

مسئلہ:

تلقین کرنے والا نیک شخص ہو۔ اور اس وقت اس کے پاس نیک لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے۔ نیز اس وقت سورہ یسین شریف کی تلاوت کرنا اور خوشبو کا ہونا مستحب ہے۔ مثلاً لوبان یا اگر بتیاں سلگانا۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱

مسئلہ:

مرتے وقت معاذ اللہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ موت کی سختی کی وجہ سے عقل جاتی رہی ہو اور بیہوشی کی حالت میں زبان سے کلمہ کفر نکل گیا ہو۔

حوالہ:- در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱

فضیلت:

قریب المرگ شخص کے پاس سورہ یسین شریف یا سورہ رعد پڑھنے سے اس کی

روح آسانی سے قبض ہوگی اور موت کی سختی میں کمی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حدیث:

امام احمد، ابن ابی الدنیا اور دیلمی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس مرنے والے کے سرہانے سورہ یسین پڑھی جاتی ہے، اس پر موت آسان ہو جاتی ہے۔“

ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، نسائی اور حاکم سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۴۰

حدیث:

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ مرنے والے کے پاس سورہ رعد کا پڑھنا مستحب ہے، کیونکہ اس سے مردہ پر آسانی ہوتی ہے۔

ہدایت:

قریب المرگ کو حالت سکرات میں چچے سے پانی بھی پلائیں کیونکہ اس وقت شدت سے پیاس محسوس ہوتی ہے۔ اگر آب زمزم شریف میسر ہو تو وہ پلائیں ورنہ جو بھی پانی دستیاب ہو وہ پلائیں۔

مسئلہ:

بعض جاہلوں میں یہ رواج ہے کہ جب عورت حالت نزع میں ہوتی ہے تب اس کے شوہر کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے۔ یہ غلط رواج ہے۔ جب تک عورت کے جسم میں روح باقی ہے، اگرچہ حالت سکرات میں ہو، بلاشبہ اس کی بیوی ہے اور اس وقت شوہر کو قریب نہ آنے دینا ظلم ہے اور اسی وقت سے رشتہ منقطع سمجھ لینا سخت جہالت ہے۔

بلکہ بیوی کے انتقال کے بعد بھی شوہر کو دیکھنے کی اجازت ہے، البتہ ہاتھ لگانا منع ہے۔
حوالہ:- تنویر الابصار، درمختار اور فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹،

ص ۱۲۹

جو جس حالت میں مرے گا، اسی حالت میں اٹھے گا

حدیث:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس،
رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ مَاتَ عَلَى شَيْءٍ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ“

ترجمہ: ”جو جس حال پر مرے گا، اسے اللہ تعالیٰ اسی حال میں اٹھائے گا۔“

حوالہ:- (۱) المسند ل احمد بن حنبل، جلد ۳، ص ۳۱۴

(۲) المستدرک للحاکم، جلد ۴، ص ۳۱۳

(۳) کنز العمال للمتقی، جلد ۱۵، ص ۶۸۱

حدیث:

امام بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں اور ابو نعیم نے ”حلیہ“ میں حضرت مجاہد رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی
اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ:

”دیکھو! بغیر وضو ہرگز نہ سونا، کیونکہ روح کو جس حالت میں قبض کیا جاتا ہے،

اسی حالت میں رکھا جاتا ہے۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۴۴

حدیث:

طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت

عام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”جس شخص کی روح کو ملک الموت نے عالم دنیا میں وضو کی حالت میں قبض کی،

وہ با وضو مرنے والا شخص قیامت میں شہادت کا مرتبہ پائے گا۔“

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۴۴

لہذا ہمیں ہر وقت با وضو رہنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ کیونکہ موت کا کوئی

بھروسہ نہیں۔ کب آجائے؟ اگر با وضو موت آجائے گی، تو انشاء اللہ نجات اور مغفرت

ہو جائے گی۔



5

پانچواں باب

روح نکلنے کا بیان

روح کا قبض ہونا

مسئلہ:

جب روح نکل جائے تو ایک کپڑے کی چوڑی پٹی اس کے جڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ دیدیں۔ یعنی اس کے جڑے کو باندھ دیں تاکہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کر دی جائیں۔ انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں۔ یہ کام اس کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو، وہ کرے۔ مثلاً باپ یا بیٹا۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱

مسئلہ:

آنکھیں بند کرتے وقت یہ دعا پڑھیں:

”بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، اللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيَّهِ اَمْرَهُ وَ سَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ وَ اَسْعِدْهُ بِمِلْقَائِكَ وَ اجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِّمَّا خَرَجَ عَنْهُ“

ترجمہ: ”اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملت پر۔ اے اللہ! تو اس کے کام اس پر آسان کر اور اس کے بعد جو ہے، وہ اس پر آسان کر دے اور اسے تو اپنی ملاقات سے نیک بخت کر اور جس (آخرت) کی طرف نکلا ہے اُسے اس (دنیا) سے بہتر کر، جس

سے نکلا ہے۔“ حوالہ:- در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱

نکتہ

میت کے جڑے باندھ کر منہ بند کرنا اور آنکھیں بھی بند کرنے میں یہ حکمت ہے کہ منہ کا کھلا رہنا اور ساتھ میں آنکھوں کا کھلا رہنا چہرے کو بد صورت بناتا ہے۔ کھلے

منہ اور کھلی آنکھوں والا چہرہ دیکھنے میں بھدا معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ایک مومن انتقال کے بعد بھی کسی کے نزدیک حقیر ہونا رب تبارک و تعالیٰ کو پسند نہیں۔ لہذا منہ اور آنکھیں بند کر دی جائیں تاکہ دیکھنے والے کو ایسا محسوس ہو کہ یہ اللہ کا مومن بندہ گہری نیند میں سویا ہوا ہے۔

موت کے وقت آنکھیں کھلی کیوں رہتی ہیں؟

عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے، تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ احادیث کریمہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

حدیث:

ام المؤمنین، سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

”دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شَوَّ بَصْرَهُ فَأَغْمَضَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الرُّوحَ إِذَا قَبِضَ تَبِعَهُ البَصْرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ المَلِئِكَةَ يُؤْمِنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ“

ترجمہ: ”حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے وقت تشریف لائے، تو ملاحظہ فرمایا کہ حضرت ابو سلمہ کی آنکھیں کھلی ہیں، تو آپ نے ان کو اپنے دست کرم سے بند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب روح قبض ہو جاتی ہے۔ تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔ (یعنی پیچھے پیچھے اسے دیکھتی جاتی ہے) یہ سن کر حضرت ابو سلمہ کے گھر والے چیخ کر آواز سے رونے لگے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی طرف سے بھلائی کے علاوہ اور کوئی دوسرا جملہ نہ کہو، کیونکہ

بے شک تم جو کچھ بھی کہتے ہو اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔“

- حوالہ:- (۱) صحیح مسلم شریف، جلد ۱، ص ۳۰۰
 (۲) ابو داؤد شریف، جلد ۲، ص ۲۴۴
 (۳) مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۶، ص ۲۹۷
 (۴) سنن کبریٰ للبیہقی، جلد ۳، ص ۳۸۴
 (۵) جامع مسانید ابی حنیفہ، جلد ۱، ص ۱۵۷
 (۶) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۱۹

حدیث:

حاکم نے شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرنے لگے تو اس کی آنکھیں بند کر دو کہ جب روح نکلتی ہے، تو نگاہ اس کا تعاقب (پیچھا) کرتی ہے۔

حوالہ:- شرح الصدور، بشرح حال الموتی والقبور، از:- علامہ

جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۴۴

حدیث:

ابن مردویہ اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”کوئی بھی شخص جنت یا جہنم میں اپنا مقام دیکھے بغیر دنیا سے رخصت نہیں

ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب وہ مرنے کے قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتوں کی

دو صفیں کھڑی ہو جاتی ہیں، ان کے چہرے آفتاب کی طرح چمکتے ہیں۔ وہ مرنے والا ان کو

دیکھتا ہے، اور کوئی نہیں دیکھتا، اگرچہ تم یہی سمجھتے ہو کہ مردہ تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔ ہر

فرشتے کے پاس جنتی کفن اور خوشبو میں ہوتی ہیں۔ اب اگر مرنے والا مؤمن ہے تو فرشتے

اس کو جنت کی بشارت دے کر کہتے ہیں کہ اے مطمئن نفس! اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت کی طرف نکل آ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے وہ انعامات رکھے ہیں، جو دنیا اور دنیا میں جو کچھ بھی ہے، اس سے بہتر ہیں۔ فرشتے نہایت ہی نرمی اور مہربانی سے اس کو یہ خوشخبری سناتے ہیں۔ اور یکے بعد دیگرے ہر ناخن اور ہر جوڑ سے اس کی روح نکالتے ہیں۔ اور یہ سب اس مرنے والے پر آسان ہوتا ہے اگرچہ تم اسے سخت سمجھتے ہو، یہاں تک کہ اس کی روح تھوڑی (ڈاڑھی) تک پہنچ جاتی ہے۔

اب روح جسم سے باہر نکلنے کو اس سے بھی زیادہ برا جانتی ہے، جتنا کہ ماں کے پیٹ سے بچہ نکلنے کو۔ تو فرشتے آپس میں اختلاف کرتے ہیں کہ اس کی روح کو اٹھانے کا شرف کون حاصل کرے۔ بالآخر حضرت عزرائیل (ملک الموت) علیہ السلام اس کی روح کو لے لیتے ہیں۔ پھر حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی کہ "قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ" (سورۃ السجدة، آیت: ۱۱)

ترجمہ: "تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔"

(کنز الایمان)

ملک الموت اس روح کو سفید کپڑوں میں لے کر اپنی گود میں ایسا دباتے ہیں کہ ماں بھی اپنے بچے کو اتنی محبت سے نہیں دباتی۔ پھر اس روح سے مشک سے بہتر خوشبو نکلتی ہے، جسے فرشتے سونگھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "اے پاک روح! اے پاک خوشبو! خوش آمدید" اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو بشارت دیتے ہیں۔ اس کے لیے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ روح آسمان کے جس دروازے پر پہنچتی ہے، اس کے فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ روح

بارگاہ خداوندی میں ماضر ہوتی ہے۔ باری تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اے پاک نفس اور اے پاک جسم! جس سے تو نکل کر آئی ہے، خوش آمدید! اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے مرحبا فرماتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اس کو مرحبا کہتی ہے اور اس کی تمام تنگی دور ہوتی ہے۔

پھر رب تبارک و تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ اس پاک نفس کو جنت میں لے جا کر اس کی قیام گاہ دکھاؤ اور سب نعمتیں دکھاؤ جو میں نے اس کے لیے تیار کی ہیں اور پھر اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ کیونکہ میں فیصلہ کر چکا ہوں میں اس کو زمین سے پیدا کروں گا، زمین میں داخل کروں گا اور پھر زمین میں لوٹاؤں گا۔ پس اب وہ روح زمین کی طرف جانے کو جسم سے نکلنے سے بھی زیادہ برا سمجھے گی اور پوچھے گی کیا تم مجھ کو پھر اسی جسم کی طرف لے چلتے ہو، جس سے رہائی حاصل کر کے میں آئی تھی؟ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ فرشتے اس روح کو اتنی دیر میں واپس لے آئیں گے، جتنی دیر میں لوگ میت کے جسم کے غسل اور کفن سے فارغ ہوں گے۔ پھر فرشتے اس روح کو اس کے جسم اور کفن میں داخل کر دیں گے۔

حوالہ:- شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۷۲



⑥

چھٹا باب

بعد موت کے مسائل

موت کے فوراً بعد کے مسائل

مسئلہ :

انتقال ہونے کے بعد جتنا جلدی ہو سکے میت کے پیٹ پر کوئی بھاری چیز رکھ دی جائے۔ مثلاً لوہے کی کوئی چیز، یا گیلی مٹی یا اور کوئی چیز، تاکہ میت کا پیٹ پھول نہ جائے۔ لیکن وہ چیز ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ میت کو تکلیف پہنچے۔

حوالہ:- عالمگیری، درمختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۱

مسئلہ :

میت کے سارے بدن کو کسی صاف کپڑے سے چھپادیں کہ اس کا جسم نظر نہ آئے اور میت کو چار پائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی جگہ پر رکھیں تاکہ زمین کی سیل (نمی) میت کو نہ پہنچے۔

(حوالہ:- ایضاً)

حدیث:

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: "ان رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوْفِّي سَجَى بَبْرَدِ حَبْرَةٍ" یعنی "جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوا، تو آپ کے جسم اطہر کو حبرہ کی چادر ڈال کر ڈھانپ دیا گیا۔"

(ابو داؤد)

مسئلہ :

میت کے غسل، کفن اور دفن میں جلدی کریں۔ بلا وجہ تاخیر نہ کریں۔ کیونکہ حدیث شریف میں اس کی تاکید وارد ہے۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۲

حدیث:

حضرت ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیمار پرستی کرنے تشریف لائے اور جب واپس تشریف لے جانے لگے تو فرمایا کہ طلحہ کے وفات کا وقت اب قریب آ گیا ہے۔ لہذا جب یہ فوت ہو جائیں تو مجھے خبر کرنا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں۔ اور پھر ارشاد فرمایا: ”عَجَلُوا بِهِ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ تَحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانِي أَهْلِهِ“ یعنی ”ان کے کفن و دفن کی تیاری جلدی کرنا۔ اس لیے کہ مسلمان کی لاش کو اس کے اہل و عیال کے پاس زیادہ دیر تک رکھنا مناسب نہیں۔“

حوالہ:- (۱) سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، جلد ۰، ص ۰۲، ص ۴۵۰

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۵۰

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَ أَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ“

ترجمہ: ”جب تم سے کوئی مرے، تو اسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ“

حوالہ:- (۱) المعجم الكبير للطبرانی، جلد ۱۲، ص ۴۴۴

(۲) الدر المنثور للسيوطی، جلد ۱، ص ۳۸

(۳) كنز العمال للمتقی، جلد ۱۵، ص ۸۵۲

(۴) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۵۰

مسئلہ:

میت کو غسل دینے سے پہلے بھی اس کے پاس بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرنا

جائز ہے، جبکہ اس کا تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو۔ اور تسبیح و دیگر اذکار میں مطلقاً کوئی حرج نہیں۔

حوالہ:- رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۲

مسئلہ:

پڑوسیوں اور اس کے دوست و احباب کو اس کی موت کی خبر کریں تاکہ نمازیوں کی تعداد زیادہ ہو اور وہ سب اس میت کے لیے دعا کریں گے کہ ان پر حق ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور دعا کریں۔

حوالہ:- عالگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۲

مسئلہ:

بازار اور شارع عام پر اس کی موت کی خبر دیں یعنی اعلان کریں۔ بلند آواز سے موت کی خبر کا اعلان کرنے میں حرج نہیں۔ البتہ جہالت کی عادت کے مطابق بڑے بڑے الفاظ القاب سے اعلان نہ کریں۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، رد المحتار، اور بہار شریعت، ایضاً

مسئلہ:

ناگہانی یعنی اچانک موت سے مراد۔ مثلاً بارٹ فیل یا ہیرتج (Cerebral Haemorrhage) سے مراد تو جب تک موت کا یقین نہ ہو، تب تک تجہیز و تکفین (کفن، دفن) نہ کریں۔ (حوالہ:- ایضاً)

نوٹ:

ناگہانی موت کے تعلق سے لوگ طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اور طرح طرح کے تخیلات رکھتے ہیں۔ اچانک ہونے والی موت کے تعلق سے ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی المعروف بہ امام بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”شعب الایمان“ میں حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرگ مفاجات یعنی اچانک آنے والی موت کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ایسی موت بُری ہے؟ آپ نے فرمایا کیونکر بُری ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کے لیے تو رحمت ہے، لیکن فاجر کے لیے افسوس ناک گرفت ہے۔

حوالہ:- شرح الصدور، از: سیوطی، اردو ترجمہ، ص: ۳۶

مسئلہ:

عورت مرگئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے، تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور اگر عورت زندہ ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ مر گیا اور عورت کی جان پر بنی ہو یعنی اگر مر رہا ہو بچہ عورت کے پیٹ میں رہنے سے عورت کی جان کا خطرہ ہے تو بچہ کاٹ کر بھی نکال لیا جائے۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار، بہار شریعت حصہ ۴، ص ۱۳۲

مسئلہ:

بچہ زندہ پیدا ہو یا مردہ، اس کی خلقت تمام ہو یا ناقص، بہر حال اس کا نام رکھا جائے، اور قیامت کے دن اس کا حشر ہوگا۔

حوالہ:- در مختار، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۹



7

ساتواں باب

میت کے غسل کا بیان

میت کو غسل دینے کا بیان

مسئلہ :

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر بعض لوگوں نے میت کو غسل دیدیا، تو سب لوگوں کے ذمہ سے غسل دینے کا فرض ساقط ہو گیا۔

حوالہ :- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۲

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہونے کے ساتھ ساتھ بے حساب اجر و ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر میت کو خلوص دل اور حصول ثواب کی نیت سے کوئی شخص غسل دیتا ہے، تو اس کو کتنا ثواب ملتا ہے، وہ حدیث شریف میں ملاحظہ فرمائیں۔^۱

حدیث:

امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین، سیدنا مولیٰ علی مشکل کشارضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا وَ كَفَّنَهُ وَ حَنَطَهُ وَ حَمَلَهُ وَ صَلَّى عَلَيْهِ وَ لَمْ يُغْشِ عَلَيْهِ مَا رَأَى خَرَجَ مِنْ خَطِيئَتِهِ مِثْلَ يَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ“
ترجمہ: ”جس نے میت کو غسل دیا، کفن دیا، خوشبودی، کاندھا دیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے عیب ظاہر نہ کیے، تو ایسا کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ وہ پیدائش کے دن پاک تھا۔“

حوالہ :- ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، ص ۱۰۶

میت کو غسل دینے کا طریقہ

جس تختے پر میت کو نہلانا ہو، اسے تین یا سات یا پانچ مرتبہ دھونی دیں۔ یعنی

کوئی خوشبو سلگا کر اس کو تختہ کے ارد گرد پھرائیں۔

■ پھر میت کو اس تختہ پر لٹادیں اور میت کے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کوئی کپڑا ڈال دیں اور کپڑا ڈالنے کے بعد میت کے جسم پر جو کپڑے ہوں ان (ملبوسات) کو یکے بعد دیگرے اتار دیں۔ ان پہنے ہوئے کپڑوں کو اتارتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ ناف سے گھٹنوں تک جو کپڑا ڈالا ہوا ہے وہ ہٹنے یا کھسکنے نہ پائے اور میت کے جسم کا وہ حصہ جو شرعاً ستر عورت ہے، وہ ظاہر ہونے نہ پائے۔

■ پھر غسل دینے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور سب سے پہلے میت کو استنجاء کرائے۔ بغیر کپڑا لپیٹے میت کو غسل دینے والا میت کے مقام استنجاء یعنی آگے، اور پیچھے کی شرمگاہ کو نہ چھوئے۔ کیونکہ جس طرح انسان کے بعض اعضاء کا دیکھنا منع ہے، اسی طرح ان اعضاء کو بغیر حائل یعنی ننگے ہاتھوں چھونا بھی منع ہے۔ چاہے وہ زندہ ہو یا مردہ۔ المختصر! میت کو نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر ہی میت کے مخصوص اعضاء کو دھوئے۔

■ استنجاء کرا لینے کے بعد ہاتھ پر لپیٹے ہوئے کپڑوں کو نکال دیں اور دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک تین مرتبہ دھو کر پاک کر لے اور پھر میت کو وضو کرائے۔

■ میت کو وضو کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو کلی نہیں کرائی جائے گی اور اسی طرح ناک میں پانی بھی نہیں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ منہ اور ناک میں ڈالا ہوا پانی باہر نکالنے کی میت میں طاقت و قدرت نہیں ہوتی لہذا، کلی کرانے کے بجائے کوئی کپڑا یا روئی بھگو کر (تر کر کے) اس کے دانتوں، مسوڑھوں اور ہونٹوں پر پھیر دیں اور ناک میں پانی ڈالنے کے بجائے بھیگا ہوا کپڑا یا روئی اس کے ناک کے نتھنوں پر مل دیں۔ پھر میت کا چہرہ دھوئیں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئیں۔

■ وضو کرانے کے بعد میت کا پورا جسم اس طرح دھوئیں کہ میت کے منہ، ناک اور

کانوں میں روئی بھر دیں تاکہ غسل دیتے وقت ان راستوں سے پانی جسم کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ پھر سب سے پہلے میت کا سر دھویا جائے۔ پھر میت کو بائیں کروٹ پر لٹا دیں اور میت کی دائیں کروٹ دھوئیں یعنی دائیں کروٹ پر کم از کم اتنا پانی ڈالیں کہ پانی دائیں کروٹ سے بہتا ہو بائیں کروٹ کو دھوتا ہوا، تختے تک پہنچ جائے۔ پھر میت کو دائیں کروٹ لٹا کر مثل سابق بائیں کروٹ کو دھوئیں۔ ہر کروٹ دھونے میں کم از کم تین مرتبہ پانی ڈالا جائے۔

■ سر اور دونوں کروٹیں دھولینے کے بعد میت کو سہارا دے کر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور اس کے پیٹ پر آہستہ آہستہ نرمی سے ہاتھ پھیریں یعنی ہاتھ کو اوپر سے نیچے کی طرف لائیں تاکہ اگر پیٹ میں کوئی غلاظت باقی رہ گئی ہو تو وہ باہر نکل جائے۔

■ مندرجہ بالا ترکیب سے میت کو بٹھا کر پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے سے اگر کچھ نکلے، تو اسے پانی سے دھو کر صاف کر دیا جائے لیکن اب دوبارہ دھو کر انے کی یا پھر سے غسل دینے کی ضرورت نہیں۔

■ آخر میں سر سے پاؤں تک پورے جسم پر کافور (کپور) کا پانی یعنی کافور ڈالا ہو پانی تین مرتبہ بہائیں۔ اور بعد میں کسی پاک کپڑے سے بدن کو آہستہ اور نرمی کے ساتھ پونچھ لیا جائے۔

حوالہ:- ماخوذ از عامۃ کتب اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۳

مسئلہ:

میت کے سر کے اور ڈاڑھی کے بالوں کو ”گل خیرہ“ سے دھوئیں، اگر یہ نہ ہو تو کسی پاک صابن سے یا بیسن (چنے کی دال کے آٹے) سے یا اور کسی چیز سے دھوئیں، ورنہ صرف خالص پانی بھی کافی ہے۔ (حوالہ:- ایضاً)

نوٹ:

گل خیر و یعنی نیلے رنگ کا ایک پھول جو بطور دوا استعمال ہوتا ہے۔

حوالہ:- فیروز اللغات، ص ۱۱۰۱

مسئلہ:

میت کو نیم گرم پانی سے غسل دینا مستحب ہے کیونکہ ٹھنڈے پانی کے مقابلے میں گرم پانی جسم سے میل کچیل جلدی اور آسانی سے دور کرتا ہے۔ علاوہ ازیں حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ خیر القرون میں نیم گرم پانی سے غسل دیا جاتا تھا۔

حوالہ:۱

”يُصَبُّ عَلَيْهِ مَاءٌ مُغْلِيٌّ يَسِدِّرُ إِنْ تَيَسَّرَ وَ إِلَّا فَمَاءٌ خَالِصٌ“

ترجمہ: ”اس میت پر بیری میں جوش دیا ہو پانی بہایا جائے، اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔“

حوالہ:- (۱) در مختار، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۰

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۸۵

حوالہ:۲

”أَفَادَ أَنَّ الْحَارَّ أَفْضَلُ، سَوَاءَ كَانَ عَلَيْهِ وَسَخٌ أَوْ لَا“

ترجمہ: ”اس سے مستفاد ہوا کہ گرم پانی بہتر ہے، میت کے جسم پر میل ہو یا نہ ہو۔“

حوالہ:- (۱) رد المحتار، بلبہ صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۵۷۵

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۸۵

حدیث:

حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

”تَوَفَّى ابْنِي فَجَزَعْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لِلَّذِي يُغَسِّلُهُ لَا تَغْسِلِ ابْنِي

بِالْمَاءِ الْبَعَارِدِ فَتَقْتُلُهُ، فَانْطَلَقَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مُحْصِنٍ إِلَى رَسُولِ

اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِهَا فَتَبَسَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا قَالَتْ طَالَ
عُمْرُهَا ، فَلَا نَعْلَمُ امْرَأَةً عُمِرَتْ مَا عُمِرَتْ “

ترجمہ: ”میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا اور میں اس پر رونے پٹینے لگی۔ پس میں نے اپنے
بیٹے کو غسل دینے والے شخص سے کہا کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے پانی سے غسل نہ دو اور اسے
اذیت نہ پہنچاؤ۔ حضرت ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول سن کر حضرت عکاشہ بن محسن
رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت ام
قیس کا قول سرکارِ دو عالم سے بیان کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے
ہوئے ارشاد فرمایا کہ ام قیس کی عمر طویل ہو، انہوں نے کیا کہا۔ (یعنی کیا ہی اچھا جملہ کہا)
راوی نے بیان کیا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ کسی عورت کی عمر اتنی طویل ہوئی ہو، جتنی کہ ام قیس
کی عمر طویل ہوئی۔“

نوٹ

اور یہ یعنی حضرت ام قیس کی عمر کا طویل ہونا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی مقدس دعا کی برکت کی وجہ سے تھا۔

حوالہ:- نسائی شریف ، از: امام احمد بن شعیب نسائی ، النتوغنی ۲۰۳

مسئلہ:

مردے کو غسل دینے کے لیے جو پانی تیار کیا جائے اس میں بیری کے پتے
(یعنی بیر کے درخت کے پتے) اور کافور ملانا سنت ہے۔

حوالہ:- بہار شریعت ، حصہ ۱ ، ص ۱۳۳

حدیث:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور:-

” نَحْرٌ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ اَمْ كَلْثُومٌ فَقَالَ اِغْسَلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ
اَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ اِنْ رَاَيْتَنَ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَ سِدْرٍ وَاَجْعَلَنَ فِي الْاِخْرَةِ كَاْفُوْرًا اَوْ
شَيْئًا مِنْ كَاْفُوْرٍ -“

ترجمہ: ” ہم آپ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دے رہے تھے۔
آپ نے فرمایا کہ اسے تین یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ جتنا تم مناسب سمجھو غسل
دو۔ غسل پانی اور بیر سے دینا اور آخر میں کافور یا کچھ کافور ملا ہوا پانی بہانا۔“

حوالہ :- (۱) الصحيح لئسلم ، کتاب الجنائز ، جلد ۱ ، ص ۳۰۴

(۲) الجامع الصحيح للبخاری ، جلد ۱ ، ص ۱۶۸

(۳) فتاویٰ رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۱۳۰

نکتہ

علماء کا کہنا ہے کہ بیر کی پتوں اور کافور کے پانی سے میت کو غسل دینے اور میت
کے جسم پر کافور ملنے میں یہ حکمت ہے کہ بیر کے پتوں سے بدن کا میل اچھی طرح صاف
ہو جائے گا اور کافور کے استعمال سے قبر میں کیڑے، مکوڑے اور موذی جانور قریب نہیں آتے۔

مسئلہ:

میت کے پورے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ پانی بہانا

سنت ہے۔ - حوالہ :- عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ۴ ، ص ۱۳۳

مسئلہ:

جس جگہ میت کو غسل دیتے ہوں وہاں پردہ کر لیں یا جس کمرے میں غسل دیتے
ہوں، اس کمرے کا دروازہ بند کر دیں۔ تاکہ میت کو غسل دینے والوں اور غسل دینے میں
مدد کرنے والوں کے علاوہ اور کوئی نہ دیکھے۔ (حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

میت کو غسل دیتے وقت جس تختے پر لٹاتے ہیں اس میں یہ کوئی ضروری نہیں کہ میت کو تختے پر کس سمت لٹائیں۔ غسل دیتے وقت میت کو جس طرح قبر میں لٹاتے ہیں، اس طرح بھی لٹا سکتے ہیں، یا قبلہ کی طرف پاؤں کر کے حالت سکرآت میں جس طرح لٹاتے ہیں، اس طرح بھی لٹا سکتے ہیں یا پھر جس طرف سہولت اور آسانی ہو اس طرح لٹا سکتے ہیں۔ اس کی کوئی قید نہیں۔ (حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

میت کو نہلانے والا باطہارت ہو۔ اگر میت کو کسی جنبی نے یعنی جس کو جنابت کا غسل کرنے کی حاجت تھی، یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو مکروہ ہے، لیکن پھر بھی غسل ہو جائے گا۔ اور اگر بے وضو نے میت کو نہلایا تو کراہت بھی نہیں۔ (حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

بہتر تو یہ ہے کہ میت کو غسل دینے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو اگر وہ موجود نہ ہو، یا موجود تو ہے مگر میت کو نہلانا نہیں جانتا، تو ایسی صورت میں کوئی پرہیزگار اور امانت دار شخص میت کو غسل دے۔ (حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

نہلانے والا شخص نیک، متقی، پرہیزگار اور معتمد یعنی بھروسہ کے الٰہی شخص ہو۔ اور میت کو پوری طرح اور سنت طریقے سے غسل دے اور کسی قسم کی کوتاہی یا کمی نہ کرے۔ علاوہ ازیں وہ ایسا باشعور بھی ہو کہ میت سے کوئی اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا، یا میت کے بدن سے خوشبو آئی، تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور اگر کوئی بری بات دیکھے مثلاً چہرہ مسخ ہو گیا یا چہرہ کا رنگ سیاہ ہو گیا یا میت کے بدن سے بدبو آئی یا اس کی صورت یا اعضاء میں تغیر آ گیا، تو کسی سے نہ کہے بلکہ اسے چھپائے۔ اور ایسی باتوں کا

لوگوں کے سامنے انکشاف کرنا جائز بھی نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور اس کی برائیوں سے باز رہو۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۴

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”أَذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَن مَسَاوِيهِمْ“

ترجمہ: ”اپنے مردوں کی بھلائیاں یاد کرو اور ان کی برائیوں سے رک جاؤ۔“

(ترمذی شریف)

حدیث:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَغْسِلَ مَوْتَاكُمْ الْمَأْمُونُونَ“

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس،

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے مردوں کو امانت دار اشخاص

غسل دیں۔“

(ابن ماجہ)

مسئلہ:

اگر کوئی بد مذہب، بد عقیدہ، گستاخ رسول مر اور اس کا چہرہ مسخ ہو گیا، یا چہرے کا

رنگ سیاہ ہو گیا، یا اور کوئی بری علامت ظاہر ہوئی، تو اس کو بیان ضرور کرنا چاہئے تاکہ

لوگوں کو عبرت اور نصیحت ہو۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۴

مسئلہ:

میت کو نہلانے والے کے پاس خوشبو سلگانا مستحب ہے۔ تاکہ اگر میت کے

بدن سے بدبو آئے تو اسے پتہ نہ چلے، ہو سکتا ہے کہ نہلانے والا میت کے بدن سے نکلنے والی بدبو محسوس کر کے گھبرا جائے یا اسے متلی وغیرہ کی تکلیف ہو۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۴

مسئلہ:

میت کو نہلانے والا بقدر ضرورت ہی میت کے اعضاء کی طرف نظر کرے۔ بلا ضرورت میت کے کسی بھی حصہ بدن (عضو) کی طرف نہ دیکھے۔ ممکن ہے کہ میت کے بدن میں کوئی عیب ہو، جسے وہ اپنی حیات میں چھپاتا تھا۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

جنب یا حیض یا نفاس والی عورت یا جس مرد پر جنابت کا غسل واجب تھا، اس کا انتقال ہوا، تو ایک ہی غسل دینا بس ہے، کیونکہ غسل واجب ہونے کے کتنے ہی اسباب ہوں، ایک غسل سے ادا ہو جاتے ہیں۔

حوالہ:- (۱) در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۴

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۹۸

مسئلہ:

میت کو نہلانے کے بعد میت کے ناک، کان، منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں۔

حوالہ:- در مختار، عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۸

مسئلہ:

میت کو نہلانے کے بعد میت کے منہ یا پاخانہ کی جگہ سے خون یا پانی یا پاخانہ وغیرہ نکلے تو دوبارہ غسل دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست جسم سے نکلے تو اسے دھولینا چاہیے۔ (حوالہ:- فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۹۸)

مسئلہ :

میت کے سر یا ڈاڑھی کے بال میں کنگھی کرنا، ناخن تراشنا، کسی جگہ کے بال موڈنا، کترنا یا اکھاڑنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ بلکہ حکم شریعت یہ ہے کہ جس حالت پر ہے اسی حالت پر دفن کر دیں۔ البتہ اگر کوئی ناخن نوٹ گیا ہے، تو اسے لے سکتے ہیں، لیکن اسے کفن میں رکھ دینا چاہئے، اسی طرح اگر بال تراش لیے یا ناخن کاٹ لیے، تو اسے بھی کفن میں رکھ دینا چاہئے۔

حوالہ:- (۱) درنختار، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۰

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۳، ص ۱۰۱

(۳) بیہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۸

حدیث:

”عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ الصَّديقَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا

رَأَتْ امْرَأَةً يَكْدُونَ رَأْسَهَا بِمُشْطٍ فَقَالَتْ عَلَامَ تَنْصُونَ مَيِّتَكُمْ“

ترجمہ: ”ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

کہ آپ نے دیکھا کہ ایک عورت کے میت کو کنگھی کی جا رہی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ

کس لیے (کیوں) اپنی میت کو تکلیف پہنچا رہے ہو۔“

حوالہ:- (۱) المصنف لعبد الرزاق، باب شعر الميت واطفاره، جلد ۳، ۴۳۷

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۰، ص ۱۷۴

حدیث:

”عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ الصَّديقَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا

سُئِلَتْ عَنِ الْمَيِّتِ يُسْرَحُ رَأْسُهُ فَقَالَتْ عَلَامَ تَنْصُونَ مَيِّتَكُمْ“

ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ

سے میت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا کنگھی کی جاسکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: کس لئے اپنی میت کو تکلیف پہنچاؤ گے۔“

حوالہ:- (۱) کتاب الآثار للامام محمد، ص ۶۰

(۲) جامع الاحادیث، جلد ۲، حدیث نمبر ۱۰۳۳، ص ۱۳

مسئلہ:

غسل دینے کے بعد میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں، سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ اور بعض جگہ یہ رواج ہے کہ میت کے ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح رکھتے ہیں، جیسے حالت قیام نماز میں رکھتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی غلط ہے۔ لہذا اس طرح بھی نہ رکھیں۔

حوالہ:- در مختار، جلد اول، اوزر بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۸

مسئلہ:

بعض جگہ یہ رواج بھی ہے کہ میت کو غسل دینے کے لیے کورے گھڑے لوٹے (نئے برتن برائے غسل) لاتے ہیں۔ اس کی اصلاً کچھ بھی ضرورت نہیں، بلکہ گھر کے استعمال کے گھڑے، بالٹی، لوٹے، وغیرہ برتن سے بھی میت کو غسل دے سکتے ہیں۔ اور میت کو غسل دینے کے بعد ان برتنوں کو اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں۔ بعض مقامات پر یہ جہالت کرتے ہیں کہ میت کو غسل دینے میں جن برتنوں کا استعمال کیا جاتا ہے، ان کو توڑ دیتے ہیں۔ یہ سخت ناجائز اور حرام ہے کہ مال کو ضائع کرنا ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۹۸

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۸

حدیث:

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا، قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ“

ترجمہ: ”اللہ تبارک و تعالیٰ تین باتیں تمہارے لیے ناپسند رکھتا ہے۔ فضول بکواس، سوال کی کثرت اور مال کی اضعاف۔ (ضائع کرنا)“

حوالہ:- صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، جلد ۱، ص ۲۰۰

مسئلہ:

اکثر جگہ یہ رواج بھی ہے کہ میت کے غسل میں استعمال کئے ہوئے تمام برتن مسجدوں میں رکھ دیتے ہیں۔ اگر یہ نیت ہے کہ نمازیوں کے وضو وغیرہ میں کام آئیں گے، اور نمازیوں کے لیے سہولت ہوگی اور اس کا ثواب مردہ کو پہنچے گا، تو یہ اچھی نیت ہے اور برتنوں کو مسجد میں دے دینا بہتر ہے۔ لیکن اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان برتنوں سے مردے کو نہلایا ہے، اس وجہ سے ان میں نحوست آگئی ہے، لہذا ان کو گھر میں نہیں رکھنا چاہیے، تو یہ بڑی حماقت، جہالت اور کفار ہند کے وہم سے بہت ہی ملتا جلتا وہم ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۹۸

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۸

غسل میت کے تعلق سے کچھ ضروری مسائل

مسئلہ:

مرد کو مرد اور عورت کو عورت نہلانے۔ میت چھونا لڑکا ہے تو عورت بھی نہلا سکتی ہے اور اسی طرح چھوئی لڑکی کو مرد بھی نہلا سکتا ہے۔ چھونا اور چھوئی سے مراد یہ ہے کہ وہ حد شہوت کو نہ پہنچے ہوں۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۵

مسئلہ:

عورت کا انتقال ہو گیا تو شوہر اسے نہلا نہیں سکتا اور نہ ہی بلا حائل اس کے بدن

کو چھوسکتا ہے۔ اس کو دیکھنے کی ممانعت نہیں۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے۔ یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے کی اور بلا حائل اس کے بدن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

حوالہ:- (۱) تنویر الابصار، جلد ۱، ص ۵۷۵

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۹۲

(۳) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۵

مسئلہ:

عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ زوجیت باقی ہو۔ یعنی میت کے انتقال کے وقت وہ عورت مرد کی زوجیت میں ہو۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۹۶

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۴

(۳) درمختار، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۰

مسئلہ:

مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی تھی، وہ عورت ابھی حالت عدت میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا، تو وہ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ اور اگر شوہر نے طلاق بائن دی ہے، تو اگرچہ عورت عدت میں ہے، غسل نہیں دے سکتی۔ کیونکہ طلاق رجعی سے زوجیت کا علاقہ ختم نہیں ہوتا۔ جب کہ طلاق بائن سے زوجیت کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔

حوالہ:- (۱) رد المحتار، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۵۷۶

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۹۵

(۳) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۴

مسئلہ:

جس مرد کا عضو تناسل یا انٹیمین (خصیہ) کاٹ لیے گئے ہوں وہ مرد ہی کے حکم

میں ہے، یعنی مرد ہی اسے غسل دے سکتا ہے، یا اس کی عورت اسے غسل دے سکتی ہے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۲۴

مسئلہ:

اگر کسی کا ایسی جگہ انتقال ہو گیا کہ وہاں پانی نہیں، تو مردہ کو تیمم کرائیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ نماز جنازہ کے بعد اگر دفن کرنے سے پہلے پانی مل جائے، تو میت کو غسل دیں اور نماز جنازہ کا اعادہ کریں یعنی نماز جنازہ پھر سے پڑھیں۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۵

مسئلہ:

میت کا بدن اگر ایسا ہو گیا ہے کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے (اُکھڑے) گی، تو میت کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ صرف پانی بہادیں۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۷

مسئلہ:

اگر میت کو نہلانے والے کے ساتھ اور دوسرے نہلانے والے ہوں، تو نہلانے والا نہلانے پر اجرت لے سکتا ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ نہ لے اور اگر کوئی دوسرا نہلانے والا نہ ہو، اور وہ شخص اکیلا ہی میت کو غسل دیتا ہے، تو اب اسے نہلانے پر اجرت لینا جائز نہیں۔ کیونکہ جب وہ اکیلا نہلا رہا ہے تو وہ فرض کفایہ ادا کر رہا ہے۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۲۴

مسئلہ:

خفتی یعنی بیجڑے کا انتقال ہوا، تو اسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت بلکہ اسے تیمم کرایا جائے اور تیمم کرانے والا اگر جنبی ہو، تو وہ ہاتھ پر کپڑا پیٹ کر تیمم کرائے اور میت کی کلائیوں پر نظر نہ کرے۔ اسی طرح بیجڑا کسی بھی مرد یا کسی بھی عورت کو غسل نہیں دے

سکتا۔ - حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۶

مسئلہ:

میت کا غسل ہو جانے کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ نہلانے والا مکلف یعنی عاقل و بالغ یا اہل نیت ہو، بلکہ اگر کسی نابالغ یا کافر نے نہلا دیا، تو بھی غسل ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح کسی اجنبیہ عورت نے مرد کو یا مرد نے عورت کو غسل دے دیا، تو غسل ادا ہو جائے گا، اگرچہ ان کو نہلانا جائز نہ تھا۔

حوالہ:- در مختار، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۶

مسئلہ:

جو شخص میت کو غسل دے اس کے لیے مستحب ہے کہ میت کے غسل سے فارغ ہونے کے بعد خود بھی غسل کر لے کیونکہ حدیث شریف میں ایسا حکم وارد ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے غسل نہ کرے، تو بھی کوئی حرج نہیں۔ میت کو نہلانے کے بعد خود غسل کرنے کا استحبابی حکم اس لیے ہے کہ میت کو غسل دینے کے دوران نہلانے والے کے جسم پر ناپاک یا گندے چھینٹے پڑے ہوں، تو نہلانے والے کا جسم بھی خود غسل کرنے سے پاک و صاف ہو جائے گا۔

حدیث:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَلْيَغْتَسِلَ“

ترجمہ: ”حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس،

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مردے کو غسل دے، اسے چاہیے

(ابن ماجہ)

کہ وہ خود بھی غسل کرے۔“

نوٹ: حدیث شریف کا مذکورہ حکم استحبابی ہے۔ فرض یا واجب کے درجہ کا حکم نہیں۔



8

آٹھواں باب

میت کے کفن کا بیان

میت کا کفن

مسئلہ:

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ اور کفن کے تین درجے ہیں۔

(۱) کفن ضرورت

(۲) کفن کفایت اور

(۳) کفن سنت۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۲۸

✽ کفن ضرورت:

مرد اور عورت دونوں کے لیے یہ کہ جو بھی میسر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔ یعنی وقت ضرورت جو میسر آئے، اگرچہ صرف ایک ہی کپڑا جو کہ سر سے پاؤں تک ہو۔ مرد اور عورت دونوں کے لیے بس ہے۔

✽ کفن کفایت:

☆ مرد کے لیے:

{ (۱) لفافہ یعنی چادر

{ (۲) ازار یعنی تہبند

کل دو کپڑے

☆ عورت کے لیے:

{ (۱) لفافہ (چادر)

{ (۲) ازار (تہبند)

{ (۳) اوڑھنی

کل تین کپڑے

-: یا :-

{ (۱) لفافہ (چادر)

{ (۲) اوڑھنی

{ (۳) کفنی (قمیص)

کل تین کپڑے

کفن سنت:

مرد کے لیے:

(۱) لفافہ (چادر)
 (۲) تہبند (ازار)
 (۳) کفنی (قمیص)

کل تین کپڑے

عورت کے لیے:

(۱) لفافہ (چادر)
 (۲) تہبند (ازار)
 (۳) کفنی (قمیص)
 (۴) اوڑھنی
 (۵) سینہ بند

کل پانچ کپڑے

کفن کی مقدار یعنی ناپ

● لفافہ:

لفافہ یعنی چادر جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے، اس کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اتنی زیادہ ہو کہ سر اور پاؤں تک پہنچانے (پہننے) کے بعد اوپر اور نیچے دونوں طرف سے باندھ سکیں۔ یعنی سر کی طرف اتنی زیادہ ہو کہ سر کی طرف باندھ سکیں اور پاؤں کی طرف بھی اس قدر زیادہ ہو کہ پاؤں کی طرف سے بھی باندھ سکیں۔

● تہبند:

تہبند یعنی ازار جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے، اس کی مقدار جاننے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ عام طور سے تہبند اس چادر کو کہتے ہیں جو کمر میں شلواریا پاجامہ کی جگہ استعمال ہو، اور اس کو لنگی بھی کہتے ہیں، لیکن میت کے کفن میں جو تہبند یعنی ازار ہوتا ہے، وہ صرف کمر سے لے کر پاؤں تک نہیں، بلکہ سر سے لے کر پاؤں

تک ہوتا ہے۔ البتہ تہبند یعنی ازار کے طور پر استعمال ہونے والی چادر کی مقدار (لسبائی) لفافہ کی چادر سے کم ہوتی ہے۔ یعنی تہبند سر سے لے کر پاؤں تک ہے۔ لفافہ کی طرح قد سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اسے لفافہ کے اوپر بچھادینا چاہیے۔ کمر میں باندھنا یا لپیٹنا نہیں چاہیے۔

● کفنی:

کفنی یعنی قمیص جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے، اس کی مقدار یہ ہے کہ گردن سے لے کر گھٹنوں کے نیچے قدم تک ہو۔ اس قمیص میں آستین نہیں ہوتی، علاوہ ازیں اس کے اطراف میں سلوائی بھی نہیں ہوتی۔ قمیص آگے و پیچھے دونوں طرف لسبائی میں برابر (مساوی) ہوتی ہے۔

● اوڑھنی:

جو صرف عورت ہی کے کفن میں ہوتی ہے وہ تین ہاتھ یعنی ڈیڑھ گز کی ہوتی

چاہیے۔

● سینہ بند:

یہ بھی صرف عورت کے کفن میں ہوتا ہے۔ اس کی مقدار پستان کے بالائی حصے سے ناف تک ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ پستان کے اوپر کے حصے سے ران تک ہو۔

کفن پہنانے کا سنت طریقہ

- میت کو غسل دینے کے بعد میت کے بدن کو آہستہ اور نرمی کے ساتھ پاک کپڑے سے پونچھ لیں تاکہ کفن گیلانہ ہو۔
- غسل سے فارغ ہونے کے بعد میت کو فوراً کفن پہنادینا چاہیے۔
- چار پائی پر پہلے لفافہ یعنی بڑی چادر بچھادی جائے اور اس پر تہبند (ازار) یعنی چھوٹی چادر بچھادی جائے۔ پھر چھوٹی چادر پر کفنی یعنی قمیص اس طرح رکھیں کہ بعض کا

نیچے والا حصہ چھوٹی چادر پر بچھا دیا جائے اور قمیص کا اوپر والا حصہ جو میت کے سینے پر رکھا جائے گا، اس کو چار پائی کے سرہانے کی طرف کر دیا جائے۔

● پھر میت کو چار پائی پر قمیص یعنی کفنی پر لٹایا جائے اور قمیص کا وہ حصہ جو چار پائی کے سرہانے کی طرف کر دیا گیا تھا، جس کو کفن سینے کے وقت چاک کر کے اس میں گلا بنایا گیا تھا۔ اس میں سے میت کے سر کو گزار دیں، پھر قمیص کا وہ حصہ جو چار پائی کے سرہانے کی طرف کر دیا گیا تھا، وہ حصہ اب میت کے سینے سے قدم تک کر دیں۔

● پھر تہبند (ازار) یعنی چھوٹی چادر کو لپیٹا جائے۔ اس طرح کہ میت کی بائیں جانب کا حصہ پہلے لپیٹیں پھر دائیں جانب کا حصہ لپیٹیں، تاکہ دائیں طرف کا حصہ بائیں طرف کے حصہ کے اوپر رہے۔

● لفافہ یعنی بڑی چادر کو بھی مندرجہ بالا طریقہ سے لپیٹ کر سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں، تاکہ کفن کھلنے نہ پائے۔

نوٹ:

عورت کو کفن پہنانے میں حسب ذیل طریقہ اپنائیں۔

● (عورت کو کفنی) یعنی قمیص یعنی چھوٹی چادر پہنانے کے بعد اس کے سر کا بال دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں۔ بالوں کا ایک حصہ سینہ کے دائیں طرف اور دوسرا حصہ سینہ کے بائیں طرف ڈالیں۔

● پھر اوڑھنی کو نصف پشت (آدھی پیٹھ) کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ اوڑھنی کا وہ حصہ سینہ پر رہے۔ اوڑھنی لمبائی میں نصف پشت سے سینہ تک یعنی تقریباً ڈیڑھ گز ہونی چاہئے اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہونی چاہئے۔

● اوڑھنی ڈالنے کے بعد ازار (چھوٹی چادر) اور لفافہ (بڑی چادر) کو گزشتہ بیان

کے گئے طریقے سے لپیٹیں۔

● پھر سب کے اوپر سینہ بند باندھیں۔ سینہ بند پستان کے بالائی حصہ سے ران تک باندھیں۔

مذکورہ مسائل کفن بحوالہ:

(۱) در مختار، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۱

(۲) رد المحتار، جلد ۱، ص ۵۷۸ تا ۵۸۰

(۳) فتاویٰ ہندیہ، فصل ثالث، جلد ۱، ص ۱۶۱

(۴) الاختیار لتعلیل المختار، فصل فی تکفین المیت مطبوعہ

البابی مصر، جلد ۱، ص ۹۳

(۵) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۰۰ تا ص ۱۰۴

(۶) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۸ تا ص ۱۴۱

کفن کے تعلق سے ضروری مسائل

مسئلہ:

مرد اور عورت کی کفنی (قمیص) میں فرق ہے۔ مرد کی قمیص مونڈھے پر چیریں اور عورت کی قمیص کو سینہ کی طرف چیریں۔ حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۹

مسئلہ:

میت کو جب قمیص (کفنی) پہنائیں، تو ڈاڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور مواضع سجود یعنی پیشانی، ناک، ہتھیلیاں، گھٹنے اور قدم پر کافور لگائیں۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۱

مسئلہ:

میت کو کفن پہنانے سے پہلے کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات رتبہ دھوئی دیں، اس سے زیادہ نہیں۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ :

با ضرورت میت کو کفن کفایت سے کم کفن دینا ناجائز اور مکروہ ہے۔ اسی طرح سوال کر کے یعنی مانگ کر میت کو کفن کفایت یا کفن سنت دینا بھی ناجائز نہیں۔ بعض جاہل محتاج یہ بھی کرتے ہیں کہ جب ان کا مورث مرتا ہے، تب ان کی مالی حالت صرف کفن ضرورت پورا کرنے کی ہوتی ہے، لیکن وہ اپنے مورث کو کفن کفایت یا کفن سنت دینے کے لیے لوگوں سے مانگتے ہیں۔ اور یہ سوال بے ضرورت ہے اور بے ضرورت سوال کرنا شرعاً جائز نہیں۔ اگر وہ محتاج کفن ضرورت کی بھی قدرت نہیں رکھتے، تو صرف بقدر ضرورت سوال کر سکتے ہیں، زیادہ نہیں۔ ہاں اگر ان کے مانگے بغیر مسلمان حضرات خود مسنون کفن بنیت ثواب دیں، تو انشاء اللہ ان محتاج ورثاء کو جس اللہ تعالیٰ پورا ثواب عطا فرمادے گا۔

حوالہ :- (۱) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۴، ص ۱۰۰

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۶

مسئلہ :

جو نابالغ حد شہوت کو پہنچ جائے، اس کا کفن جوان مرد یا جوان عورت کی طرح ہے۔ اور نابالغ کا حد شہوت کو پہنچنے کا حکم لڑکے میں بارہ سال کی عمر میں اور لڑکی میں نو سال کی عمر میں نافذ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس عمر سے پہلے بھی حد شہوت حاصل ہو جائے، جبکہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں حد شہوت یہ ہے کہ اس کا دل عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اسے دیکھ کر مردوں کو اس کی طرف میاں ہو۔

جو بچہ مذکورہ عمر اور حالت کو نہ پہنچا ہو،... اس :-

● لڑکے کو ایک کپڑا اور لڑکی کو دو کپڑے میں کفن دیں تو کوئی حرج نہیں، اس قدر کفن کافی ہے۔ اور اگر...

● لڑکے کو دو کپڑوں میں اور لڑکی کو تین کپڑوں میں کفن دیں تو اچھا ہے۔ اور

دونوں کو پورا کفن مرد اور عورت کا دیں، تو سب سے بہتر ہے۔

حوالہ:- (۱) در مختار، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۱۔

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۰۰

(۳) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۰

(۴) رد المحتار، باب صلوة الجنائز، ص ۵۷۸ تا ۵۸۰

مسئلہ:

جو بچہ زندہ پیدا ہو پھر اس کا انتقال ہو جائے، چاہے وہ ایک دن یا اس سے کم کا

ہو، اسے کفن دیا جائے گا۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۰

مسئلہ:

جو بچہ مردہ پیدا ہو یا کچا گر گیا، اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

کفن نہ دیا جائے۔

حوالہ:- (۱) در مختار، باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۱

(۲) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۱۰۰

مسئلہ:

خنثی یعنی ہیجڑے کو عورت کی طرح پانچ کپڑوں والا کفن دیا جائے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۰

مسئلہ:

میت نے مال چھوڑا ہے، تو اس کا کفن اسی کے مال سے ہونا چاہیے۔ قرض،

وصیت اور میراث، ان سب پر کفن مقدم ہے۔ اور قرض وصیت پر اور وصیت میراث پر

مقدم ہے۔ یعنی میت کے مال سے پہلے اس کو کفن دیا جائے، پھر اس کا قرض ادا

کیا جائے، پھر اس کی وصیت ایک ٹلت میں پوری کی جائے، پھر اس کا مال اس کے ورثاء

(حوالہ:- ایضاً)

پر تقسیم کیا جائے۔

مسئلہ :

اُرمیت نے کچھ بھی مال نہیں چھوڑا، تو اس میت کو کفن دینا اس کے ذمہ ہے، جس کے ذمہ اس میت کی زندگی میں نفقہ یعنی روٹی کپڑے کا خرچ تھا۔ اگر ایسا کوئی شخص نہیں ہے، یا ہے مگر وہ شخص بھی نادار (کنگال، محتاج) ہے، تو اب میت کا کفن اسلامی حکومت کے بیت المال سے دیا جائے گا۔ آج کل بعض شہروں میں کچھ تنظیم یا برادری والے اپنے طور پر بیت المال بنا کر زکاۃ و صدقات واجبہ جمع کرتے اور اپنی من مانی مدوں میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ اسلامی و شرعی بیت المال نہیں کیونکہ بیت المال کے انتظام کے لیے حاکم اسلام کا ہونا ضروری ہے اور یہ فی الحال ہندوستان میں مفقود ہے۔ اور اگر وہاں بیت المال میں بھی نہیں، جیسے یہاں ہندوستان میں عموماً بیت المال نہیں ہوتا، تو اب اس میت کو کفن دینا مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر وہاں کے مسلمانوں کو معلوم تھا اور انہوں نے کفن نہ دیا تو سب گنہگار ہوں گے۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۰

مسئلہ :

عورت کا انتقال ہوا اور اگر چہ اس نے مال چھوڑا بھی ہے، تب بھی اس کا کفن اس کے شوہر پر ہے۔ اور اگر مرد کا انتقال ہوا اور اس کی بیوی مالدار بھی ہے، جب بھی شوہر کو اپنے مال سے کفن دینا عورت پر واجب نہیں۔

حوالہ:- عالمگیری، در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۱

مسئلہ :

کفنی یعنی قمیص جو مرد اور عورت دونوں کے کفن میں ہوتی ہے، اور وہ گردن سے لے کر گھٹنوں کے نیچے، قدم تک ہوتی ہے، اس کے متعلق جاہلوں میں یہ رواج ہے کہ قمیص کو طول میں یعنی لمبائی میں پشت کی جانب کم رکھتے ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ صحیح یہ

ہے کہ قمیص آگے اور پیچھے دونوں طرف لمبائی میں برابر ہو۔

حوالہ:- عالمگیری، رد المحتار اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۹

کفن کیسا ہونا چاہیے؟

مسئلہ:

کفن اچھی کوالٹی کا ہونا چاہیے یعنی مرد عید اور جمعہ کے لیے جیسے اچھے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی، اس قیمت کا ہونا چاہیے۔ مردوں کو اچھا کفن دینے اور کفن سفید رنگ کا دینے کا حکم حدیث شریف میں وارد ہے۔

حوالہ:- غنیہ، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۹

حدیث:

”عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَفَّنَ أَحَدَكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ“
ترجمہ: ”جب تم اپنے بھائی کو کفن دو، تو اچھا کفن دو۔“

(مسلم، مشکوٰۃ، باب غسل الميت و تکفینہ)

حدیث:

”عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسِنُوا الْكَفْنَ“
ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھا کفن دو۔“

حوالہ:- (۱) مسند الفردوس للديلمی، ص ۳۱۸

(۲) جامع الاحادیث، کتاب الجنائز، جلد ۲، ص ۱۳

حدیث:

حضرت ابن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اپنے مردوں کو

اچھا کفن پہناؤ کہ وہ آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور اچھے کفن سے تقاضا کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ حوالہ:- مرقاة شرح مشکوٰۃ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۹

حدیث:

”عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ قَالَ لَا تُغَالِ فِي كَفْنِ فَيَابِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُغَالُوا فِي الْكَفْنِ فَإِنَّهُ يَسْلُبُهُ سَلْبًا سَرِيعًا“

ترجمہ: ”امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ کفن میں مبالغہ نہ کیا کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کفن میں مبالغہ نہ کرو۔ کیونکہ وہ جلدی خراب ہونے والا ہے۔“

(ابو داؤد شریف)

حدیث:

”عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا تُوْفِيَ أَحَدُكُمْ فَوَجَدَ شَيْئًا فَلْيُكْفِنْ فِي ثَوْبٍ حَبْرَةٍ“

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے اور ہو سکے تو اسے حبرہ نامی یمنی کپڑے میں کفن دیا کرو۔“

(ابو داؤد)

حدیث:

”عَنْ عَبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكَفْنِ الْحُلَّةُ.“

ترجمہ: ”عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہترین کفن حلہ ہے۔“

(ابن ماجہ شریف)

مذکورہ چھ احادیث کا حاصل:

- اچھے کفن سے مراد یہ ہے کہ کفن کا کپڑا پورا ہو۔ اس میں کسی قسم کی بخیلی یا کمی نہ کی جائے اور نہ ہی کسی قسم کا اسراف یعنی فضول خرچی ہو اور وہ کفن پاک و صاف، ستھرا اور سفید ہو۔ خواہ کفن کا کپڑا دھلا ہو یا بالکل نیا ہو۔
- بعض علماء کا کہنا ہے کہ اسراف یعنی فضول خرچی کرنے والوں میں یہ طریقہ پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار میت کو بہت قیمتی کپڑے کا کفن دیتے ہیں اور ان فضول خرچی کرنے والوں میں سے بعض جاہل اپنے رشتہ دار میت کو قیمتی رقم کا کفن دینے پر فخر اور تکبر کرتے ہیں اور ازراہ ناموری اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔
- شیخ محقق علی الاطلاق، عاشق رسول، شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اچھے کفن سے وہ اعلیٰ اور قیمتی کپڑوں کا کفن مراد نہیں بلکہ مکمل، پاک، صاف اور سفید کفن جو اسراف، فضول خرچی سے پاک ہو وہ مراد ہے۔ نیا اور دھلا ہوا کفن درجے میں برابر ہیں۔
- حدیث نمبر ۵ میں جو ارشاد گرامی ہے کہ ”حبرۃ“ میں کفن دو۔ اس سے مراد وہ کپڑا ہے، جو زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اچھا کپڑا تصور کیا جاتا تھا۔ یہ کپڑا ملک یمن میں بنتا تھا اور وہ ”حبرۃ“ نامی کپڑا قیمت کے اعتبار سے نہ زیادہ قیمتی تھا اور نہ ہی معمولی بلکہ درمیانی قسم کا شمار ہوتا تھا۔
- حدیث نمبر ۶ میں جو ارشاد گرامی ہے کہ ”بہترین کفن حله ہے“ اس سے مراد وہ کپڑا ہے، جو زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ”حبرۃ“ نامی کپڑے کی طرح متوسط (درمیانی) اور مناسب کپڑا سمجھا تھا، جو قیمت کے اعتبار سے نہ تو بہت زیادہ مہنگا تھا اور نہ ہلکا تھا۔
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی حله زیب تن فرماتے تھے اس کی نوعیت یہ

ہوتی تھی کہ بلا سلی ہوئی لنگی یعنی چادر کمر میں لپیٹ و باندھ لیتے اور ایک چادر سر پر اوڑھ لیتے۔ اسی حالت میں کبھی کبھی نماز بھی ادا فرماتے، صحابہ سے ملاقات بھی کرتے، حلقہ کو بہترین کفن ارشاد فرمانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کفنی یعنی قمیص کو دونوں طرف سے نہ سلا جائے۔

● بعض شارحین حدیث اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ”حلقہ“ سے مراد یمنی چادر اور تہبند ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ کفن میں صرف ایک کپڑے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ کم سے کم دو کپڑے ہونا بہتر ہے، کیونکہ یہ کفن کفایہ ہے، جو ادنیٰ درجہ کا کفن ہے۔ اور اگر کفن میں تین کپڑے یعنی چادر اور تہبند کے ساتھ قمیص بھی دیں تو یہ کفن مسنون ہے، جو کامل درجہ کا کفن ہے۔

● حدیث نمبر ۴ میں جو ارشاد گرامی ہے ”کفن میں مبالغہ نہ کرو“ اس سے مراد یہ ہے کہ کفن میں ضرورت سے زیادہ کپڑے استعمال مت کرو اور کفن میں زینت اور آرائش (سجاوٹ) والے کپڑے استعمال کر کے مبالغہ یعنی حد سے زیادہ مت بڑھو۔ کیونکہ جس کفن کے ذریعہ تم زینت اور آرائش میں مبالغہ کرتے ہو، وہ کفن آخر کار قبر میں مردہ کے ساتھ مدفون ہو کر خراب ہو جانے والا ہے۔

● اس حدیث شریف کے ضمن میں شیخ محقق علی الاطلاق، علامہ الشاہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کفن قبر میں بہت جلد بوسیدہ یعنی خراب ہو جاتا ہے لہذا عمدہ، نفیس اور گراں قیمت والے کفن کی کیا ضرورت ہے۔

مقصد حدیث کا یہ ہے کہ کفن میں اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے۔

مسئلہ:

میت کے کفن کے لیے سفید کپڑا بہتر ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مردے سفید کپڑے میں کفناؤ۔

حوالہ:- غنیہ، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۳۹

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَسُوا مِنَ ثِيَابِكُمُ الْبِيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ.“

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین ہیں اور ان میں سے اپنے مرنے والوں کو کفن دو۔“ (ترمذی شریف)

مسئلہ:

کُسم یعنی زعفران کا رنگا ہوا سرخ (Red) یا زرد (Yellow) رنگ کا کپڑا یا ریشم کا کپڑا مرد کے کفن کے لیے ممنوع ہے اور عورت کے کفن کے لیے جائز ہے۔ عام اصول یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت، اس کے لیے اس کی زندگی میں جو کپڑا پہننا جائز ہے، اس کا کفن دینا بھی جائز ہے اور جو کپڑا زندگی میں ناجائز اس کا کفن بھی ناجائز۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۰

مسئلہ:

کسم اور زعفران کا رنگا ہوا، اور ریشمی کفن خنثی کے لیے بھی جائز نہیں۔ (ایضاً)

مسئلہ:

پرانے (استعمال شدہ) کپڑے کا بھی کفن ہو سکتا ہے، مگر پرانا ہو تو ڈھلا ہو، اور پاک و صاف ہو، کیونکہ کفن کا صاف اور ستھرا ہونا شرعاً مرغوب اور پسندیدہ ہے۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۰

مسئلہ:

کسی نے وصیت کی کہ کفن میں اسے صرف دو کپڑے دیئے جائیں، تو یہ وصیت جاری نہ کی جائے یعنی اس وصیت پر عمل نہ کیا جائے اور اسے تین کپڑے (کفن سنت)

دیئے جائیں۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھے ہزار یا اس سے زیادہ قیمت کا کفن دینا تو اس وصیت پر بھی عمل نہ کیا جائے اور متوسط (درمیانی) درجہ کا کفن دیا جائے۔

حوالہ:- رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۰

مسئلہ:

پھولوں کی چادر کفن کے اوپر ڈالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ اچھی نیت سے کفن پر پھول کی چادر ڈالنا اچھا ہے، جیسا کہ قبر پر پھول ڈالنا، کیونکہ پھول جب تک تر و تازہ رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور پھول کی اس تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میت کا دل بہلتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وَضَعُ الْوَرْدِ وَالرِّيَاحِينَ عَلَى الْقُبُورِ حَسَنٌ“

ترجمہ: ”قبروں پر گلاب اور پھولوں کا رکھنا اچھا ہے۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۰۵ اور ص ۱۳۶

مسئلہ:

میت کو کفن مسنون کے ساتھ اس کے سر پر عمامہ باندھنا علمائے کرام اور مشائخ عظام و سادات کے لیے جائز اور عوام کے لیے مکروہ ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ امجدیہ، کتاب الجنائز، جلد ۱، ص ۳۶۱

مسئلہ:

علمائے کرام اور مشائخ عظام کو کفن میں عمامہ دینے کا مسئلہ جو ابھی درج ہوا، اس کے مزید حوالے حسب ذیل ہیں۔

حوالہ:۱

”وَاسْتَحْسَنَهَا الْمَتَأَخِرُونَ لِلْعُلَمَاءِ وَالْأَشْرَافِ“

ترجمہ: ”اور علمائے متاخرین نے اس کو علماء اور سادات کے لیے مستحسن بتایا ہے۔“

حوالہ: - شامی المعروف بہ رد المحتار علی درالمختار، باب الجنائز

جلد اول، ص ۳۶

حوالہ: ۲

”و لیس فی الکفن عمامة فی ظاہر الروایة و فی الفتاوی

استحسنها المتأخرون لمن كان عالما“

ترجمہ: ”اور ظاہر الروایہ میں کفن میں عمامہ نہیں ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ علمائے

متاخرین نے اس سے عالم کے لیے مستحب ٹھہرایا ہے۔“

حوالہ: - فتاویٰ ہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری، کتاب الجنائز

فصل ثالث فی الکفن، جلد ۱، ص ۱۶۰

مسئلہ:

مرد کو کفن میں تین کپڑے اور عورت کو پانچ کپڑے دینا سنت ہے۔ ان کپڑوں کے علاوہ کفن میں زائد تہبند یا رومال رکھنا بدعت اور منع ہے۔ اسی طرح کفن میں سرمہ، کنگھی، تیل وغیرہ رکھنا حرام ہے۔

حوالہ: - فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۶۰۸

نوٹ:

بعض مقامات پر جاہلوں میں ایسا فاسد خیال رائج ہے کہ میت کے کفن میں سرمہ، کنگھی، تیل وغیرہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ مردہ اپنی آنکھوں میں سرمہ لگائے گا۔ اور سر میں تیل ڈال کر کنگھی کرے گا۔ یہ سراسر واہیات کام ہیں اور اس کی شریعت میں سخت ممانعت ہے۔



⑨

نواں باب

کفن اور قبر میں

تبرکات رکھنا

کفن کے ساتھ تبرکات رکھنا

مسئلہ :

تبرک کے لیے غلاف کعبہ کا چھوٹا ٹکڑا میت کے سینہ یا چہرے پر رکھنا بلاشبہ جائز

ہے۔ - حوالہ :- فتاویٰ رضویہ (مترجم) ، جلد ۹ ، ص ۱۰۵

مسئلہ :

بزرگان دین و معظمان دین کے تبرکات، میت کے ساتھ یعنی اس کے جسم سے ملحق کر کے یا کفن میں یا قبر میں دفن کرنا جائز ہے۔ اور اس کے جواز کے ثبوت میں کچھ معتبر اور مستند حوالے ذیل میں درج ہیں :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی رسول) کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چھڑی دفن کی گئی :

■ دلائل النبوة میں امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی المعروف بہ امام بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) نے اور ابن عساکر حضرت امام محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

”عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ عُصِيَّةٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَ فَدُفِنَتْ مَعَهُ بَيْنَ جَيْبِهِ وَبَيْنَ قَمِيصِهِ“
ترجمہ : ”حضرت انس بن مالک کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک چھڑی (عضا، لکڑی) تھی، وہ چھڑی ان کے سینہ پر قمیص کے نیچے رکھ کر ان کے ساتھ دفن کی گئی۔“

حوالہ :- (۱) مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ، ترجمہ انس ابن مالک

مطبوعہ : دارالفکر، بیروت ، جلد ۵ ، ص ۷۵

(۲) الحرف الحسن فی الكتابة علی الکفن ، از: امام احمد رضا

محقق بریلوی ، مطبوعہ : حسنی پریس ، بریلی ، ص ۱۱

حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت امیر المومنین مولیٰ علیؑ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اطہر کفن میں عنایت فرمایا

□ امام ابو نعیم نے ” معرفۃ الصحابة “ میں اور علامہ شہر دار بن شبرویہ الدیلمی (المتوفی ۸۵۸ھ) نے ” مسند الفردوس “ میں بہ سند حسن ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ:

” قال لَمَاتَتْ فَاطِمَةُ أُمَّ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا خَلَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيصَهُ وَابْتَسَاهَا إِيَّاهُ وَاضْطَجَعَ فِي قَبْرِهَا ، فَلَمَّا سَوِيَ عَلَيْهَا التَّرَابُ قَالَ بَعْضُهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتَ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا لَمْ تَصْنَعْهُ بِأَحَدٍ ، فَقَالَ أَنِي ابْتَسَيْتُهَا قَمِيصِي لِتَلْبَسَ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِي قَبْرِهَا لِأَخْفِيَ عَنْهَا ضَغْطَةَ الْقَبْرِ ، إِنَّهَا كَانَتْ أَحْسَنَ خَلْقِ اللَّهِ صَنِيعًا إِلَيَّ بَعْدَ ابْنِي طَالِبٍ “

ترجمہ: ” فرمایا جب حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا مبارک کرتا اتار کر انہیں پہنایا اور ان کی قبر میں لیٹے۔ جب قبر پر مٹی برابر کر دی گئی ، تو کسی نے عرض کیا ، یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ سے ایسا عمل دیکھا ، جو حضور نے کسی کے ساتھ نہ کیا۔ فرمایا اسے میں نے اپنا کرتا اس لیے پہنایا تا کہ یہ جنت کے کپڑے پہنے اور اس کی قبر میں اس لیے لیٹتا تا کہ قبر کا دباؤ اس پر کم ہو۔ یہ ابو طالب کے بعد خلق خدا میں میرے ساتھ سب

سے زیادہ نیک سلوک کرنے والی تھیں۔“

حوالہ:- (۱) معرفة الصحابة ، مطبوعہ : مكتبة الدار ، مدینہ منورہ ،

حدیث نمبر ۲۸۸ ، جلد ۱ ، ص ۲۷۸ تا ص ۲۷۹

(۲) الحرف الحسن فی الكتابة علی الکفن ، مطبوعہ : حسنی

پریس ، بریلی شریف ، ص ۹

(۳) مجمع الزوائد بحوالہ معجد اوسط ، مطبوعہ : دارالکتاب ،

بیروت ، جلد ۹ ، ص ۲۵۷

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک جلیل القدر صحابی
حضرت انس بن مالک کی زبان کے نیچے رکھ کر دفن کئے گئے

ابن سکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی

۲۲

کہ:

” قَالَ قَالَ ثَابِتُ الْبَنَانِيُّ قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ هَذِهِ شَعْرَةٌ مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ فَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِي ، قَالَ فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهِ فَدُفِنَ وَهُوَ

تَحْتَ لِسَانِهِ “

ترجمہ: ”حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ موئے مبارک حضور اقدس ، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے ،

اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ اس لیے میں نے رکھ دیا ، وہ یوں ہی دفن کئے گئے کہ

موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔“

حوالہ:- الاصابہ فی تمییز الصحابہ ، از : امام شہاب الدین احمد بن علی

ابن حجر عسقلانی، المتوفی ۸۵۲ھ مطبوعہ، دار ضیاء، بیروت، ترجمہ نفر
۲۷۷، جلد ۱، ص ۷۲

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضور اقدس کا کرتا، ناخن اور
موئے مبارک دفن کئے گئے۔

■ امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر اپنی کتاب ”الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب“ میں
فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت
فرمائی:

”إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَخَرَجَ لِحَاجَةٍ فَاتَّبَعْتُهُ بِأَدَاةٍ فَكَسَانِي أَحَدَ ثَوْبَيْهِ الَّذِي يَلِي جَسَدَهُ
فَخَبَّأْتُهُ لِهَذَا الْيَوْمِ، وَ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
أَظْفَارِهِ وَ شَعْرِهِ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَخَذْتُهُ، فَخَبَّأْتُهُ لِهَذَا الْيَوْمِ، فَإِذَا أَنَا مِتُّ
فَأَجْعَلْ ذَلِكَ الْقَمِيصَ دُونَ كَفْنِي مِمَّا يَلِي جَسَدِي وَ خذْ ذَلِكَ الشَّعْرَ وَ
الْأظْفَارَ فَأَجْعَلْهُ فِي فَمِي وَ عَلَى عَيْنِي وَ مَوَاضِعَ السُّجُودِ مِنِّي“

ترجمہ: ”میں صحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرفیاب ہوا۔ ایک دن حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں لوٹا لے کر ساتھ ہوا
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مقدس لباس سے کرتا جو کہ بدن اقدس سے
ملا ہوا تھا، مجھے عنایت فرمایا، وہ کرتا میں نے آج کے دن کے لیے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک
دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناخن پاک اور موئے مبارک تراشے، وہ میں
نے لے لیے اور آج کے دن کے لیے چھپا رکھے۔ پس جب میں مرجاؤں تو اس قمیص

سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے، میرے بدن سے متصل رکھنا، اور موئے مبارک اور مقدس ناخن کو میرے منھ میں اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود (سجدے کرنے کے اعضاء) پر رکھ دینا۔“

حوالہ:- الاستیعاب فی معرفة الاصحاب علی ہامش الاصابہ، از امام ابو عمر یوسف بن عبد البر، المتوفی ۵۴۵ھ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت، جلد ۳، ص ۳۹۹

امیر المؤمنین، سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت

■ حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبد الرحمان سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسن بن صالح نے حدیث بیان کی، وہ ہارون بن شہید سے، وہ ابووائل سے راوی ہیں، انہوں نے کہا:

”كَانَ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِسْكٌ ، فَأَوْصَى أَنْ يَحْنَطَ بِهِ ، وَقَالَ عَلِيٌّ وَهُوَ فَضْلٌ حُنُوطِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ “

ترجمہ: ”حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مشک تھا۔ آپ نے وصیت فرمائی کی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے۔ اور فرمایا کہ وہ مشک حضور اقدس ﷺ کے حنوط کا بچا ہوا ہے۔“

حوالہ:- (۱) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الجنائز، مطبوعہ دار الفکر،

بیروت، جلد ۱، ص ۳۶۱

(۲) نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ، از امام عبد اللہ

بن یوسف الزیلعی المتوفی ۵۷۲ھ، مطبوعہ: النکتیة

الاسلامیہ، ریاض (سعودی عرب) باب الجنائز، فصل فی

الغسل، جلد ۲، ص ۲۵۹

حل لغت:

حنوط = چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب، جو مردے کے غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں (لگاتے ہیں)۔
حوالہ: - فیروز اللغات، ص ۵۳۰۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کے کفن میں اپنا تہبند شریف عطا فرمایا۔

■ اس کتاب کے ساتویں باب میں صحیح بخاری شریف، کتاب الجنائز، مطبوعہ قدیمی، کتب خانہ، کراچی، جلد ۱، ص ۱۶۸ کے حوالے سے ایک حدیث شریف بیان کی گئی ہے۔ اس حدیث شریف میں آگے صاف صاف مذکور ہے:

”فَإِذَا فَرَعْتَن فَاذْنِنِي فَلَمَّا فَرَعْنَا أَدْنَاذَ فَأَلْقَى إِلَيْنَا حَقْوَهُ
فَقَالَ أَشْعَرْنَهَا إِيَّاهُ“
ترجمہ: ”جب تم غسل دینے سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے اطلاع دینا۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ہم نے غسل دے لیا، تو حضور کو خبر دی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا تہبند شریف ہمیں دیا اور فرمایا کہ اسے اس کے بدن سے متصل رکھنا۔“

ارشادات علماء و محدثین کرام:

■ علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف پیروں کے لباس میں مریدوں کو کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے:

”هَذَا الْحَدِيثُ أَصْلٌ فِي التَّبَرُّكِ بِأَثَارِ الصَّالِحِينَ وَ لِبَاسِهِمْ،
كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ مُرِيدِي الْمَشَايخِ مِنْ لُبْسِ أَقْمِصَتِهِمْ فِي الْقَبْرِ“

ترجمہ: ”یہ حدیث صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل ہے، جیسا کہ مشائخ کے بعض ارادت مند (مرید) ان کی قمیصوں کا کفن پہنتے ہیں۔“

حوالہ:- لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ، از: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی ، المتوفی ۱۰۵۲ھ مطبوعہ: المعارف العلیہ ، لاہور ، باب غسل المیت فصل اول ، جلد ۴ ، ص ۳۱۸

کفن پر کلمہ شہادت، عہد نامہ وغیرہ لکھنا

مسئلہ:

میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے میت کے لیے مغفرت کی امید ہے۔ حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور عظیم المرتبت صحابی ہیں، انہوں نے خود اپنے کفن پر کلمہ شہادت لکھا۔ اپنی حیات میں اپنا کفن تیار کر رکھا اور اپنے کفن پر اپنے ہاتھوں سے کلمہ شہادت لکھا۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۱۲۷

(۲) فتاویٰ رضویہ ، مترجم ، جلد ۶ ، ص ۱۰۸

(۳) الحرف الحسن فی الكتابة علی الكفن ، ص ۴

مسئلہ:

حضرت کثیر بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خود اپنے ہاتھوں سے کفن کے کناروں پر یہ لکھا تھا:

”يَشْهَدُ كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“

ترجمہ: ”کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

حوالہ:- (۱) حلیۃ الاولیاء، از: امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ

اصفہانی، المتوفی ۵۴۳ھ، مطبوعہ:- دارالکتب العربیہ،

بیروت، تریبہ ۱۳۳، جلد ۲، ص ۴۳

(۲) تصنیف عبد الرزاق، از: ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام

الصنعانی، المتوفی ۲۱۱ھ جلد ۳، ص ۴۱۱

حدیث:

امام بخاری کے ہم عصر سیدی ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی نے روایت کی کہ

حضور پر نور، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ كَتَبَ هَذَا الدُّعَاءَ وَجَعَلَهُ بَيْنَ صَدْرِ الْمَيِّتِ وَكَفِّهِ فِي رُقْعَةٍ لَمْ يَنْلُهُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا يَرَى مُنْكَرًا وَنَكِيرًا وَهُوَ هَذَا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“

ترجمہ: ”جو یہ دعاء کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ و کفن کے درمیان رکھ دے، اسے

عذاب نہ ہو اور نہ منکر نکیر نظر آئیں۔ اور وہ دعایہ ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ، لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“

حوالہ:- (۱) نوادر الاصول از: امام ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم

ترمذی، المتوفی ۲۵۵ھ، مطبوعہ: بیروت، ص ۲۱۷

(۲) فتاویٰ کھری، از: امام احمد بن علی بن حجر مکی

عسقلانی، المتوفی ۸۵۲ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیہ،

بیروت، باب الجنائز، جلد ۲، ص ۶

(۳) الحرف الحسن، فی الكتابة علی الکفن، ص ۴

عذاب الہی سے نجات کا پروانہ

(۱) امام اجل محمد بن محمد حافظ الدین کروری اپنی کتاب ”وجیز“ میں ان الفاظ سے فرماتے ہیں:

”ذَكَرَ الْإِمَامُ الصَّفَّارُ لَوْ كُتِبَ عَلَى جِبْهَةِ الْمَيِّتِ أَوْ عَلَى عِمَامَتِهِ أَوْ كَفَنِهِ عَهْدُ نَامِهِ، يُرْجَى أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمَيِّتِ، وَ يَجْعَلَهُ أَمِنًا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ“

ترجمہ: ”امام صفار نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی یا غمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے، تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور قبر کے عذاب سے امان میں رکھے۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ بزازیہ علی ہامش فتاویٰ ہندیہ، مصنف:

محمد بن محمد بن شہاب بن بزاز، المتوفی: ۸۲۷ھ

نورانی کتب خانہ، پشاور۔ کتاب الاحسان، جلد ۶، ص ۳۷۹

(۲) در مختار میں ہے کہ:

”كُتِبَ عَلَى جِبْهَةِ الْمَيِّتِ أَوْ عِمَامَتِهِ أَوْ كَفَنِهِ عَهْدُ نَامِهِ، يُرْجَى أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لِلْمَيِّتِ، أَوْ صِي بَعْضُهُمْ أَنْ يُكْتَبَ فِي جِبْهَتِهِ وَ صَدْرِهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَعُيِلَ ثُمَّ رُؤِيَ فِي الْمَنَامِ فَسُئِلَ فَقَالَ لَمَّا وَضِعْتُ فِي الْقَبْرِ جَاءَتْنِي مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَلَمَّا رَأَوْا مَكْتُوبًا عَلَى جِبْهَتِي بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالُوا أَمِنْتَ مِنَ عَذَابِ اللَّهِ“

ترجمہ: "مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لیے بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھ دیں بلکہ دیا گیا، پھر خواب میں نظر آئے، حال پوچھنے پر فرمایا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا، تو عذاب کے فرشتے آئے۔ مگر جب میری پیشانی پر "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھا دیکھا، کہا تجھے عذاب الہی سے امان ہے۔"

حوالہ: - در مختار شرح تنویر الابصار، از: امام محمد بن علی

حصکفی، عشقی، المتوفی ۱۰۸۵ھ، مطبوعہ: مطبع

مجتبائی، دہلی باب صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۶۷



10

دسواں باب

جننازہ لے چلنے کا بیان

گھر سے جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جانا

مسئلہ:

جنازہ جب قبرستان لے جانے کے لیے تیار ہو جائے، تو اب دیر نہیں کرنی چاہئے بلکہ جنازہ جلد از جلد قبرستان لے جانا چاہئے، کیونکہ میت کو دفنانے میں دیر کرنا اچھا نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ:

حدیث:

”عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ“

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے روایت کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔“ (بخاری شریف)

مسئلہ:

جنازے کو کندھا دینا عبادت ہے۔ لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ وہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے۔ خود حضور اکرم، رحمت عالم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

جنازہ اٹھایا۔ حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۳

مسئلہ:

جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اس طرح اٹھائیں کہ ہر شخص ایک پایہ لے۔ اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اٹھایا یعنی ایک نے سرہانے کے دونوں پایہ اور دوسرے نے پانٹی کے دونوں پایہ اٹھائے، تو اس طرح بلا ضرورت اٹھانا مکروہ ہے اور اگر ضرورت یا مجبوری ہے تو حرج نہیں۔ مثلاً جگہ تنگ ہے کہ چار آدمی

نہیں اٹھا سکتے، تو ضرورت کی بنا پر دو آدمی اٹھا سکتے ہیں۔

حوالہ:- فتاویٰ عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۳

مسئلہ:

جنازے کو کندھا دینے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر پایے کو کندھا دینے میں دس، دس قدم چلے۔ اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے سر ہانے کی طرف کے داہنے پایے کو کندھا دے، پھر پائنٹی کی طرف کے داہنے پایے کو کندھا دے، اس کے بعد سر ہانے کی طرف بائیں پایے کو کندھا دے، پھر پائنٹی کی طرف بائیں پایے کو کندھا دے۔ اس طرح ہر پایے کو کندھا دینے میں دس، دس قدم چلے گا تو کل ملا کر چالیس قدم ہوئے اور حدیث شریف میں ہے کہ:

(۱) کہ جو جنازہ لے کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے۔

(۲) جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی حتمی یعنی کامل مغفرت فرمادے گا۔

حوالہ:- جوہرہ نیرد، عالمگیری، درمختار اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴

حدیث:

ابن ابی الدنیا نے ”القبور“ میں ابو الخلد سے اور ابن عسا کر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پڑھی۔ وہ رب تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! جس نے محسن تیری رضا مندی کے لیے جنازہ کا ساتھ دیا اس کی جزا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن وہ مرے گا، تو فرشتے اس کے جنازے کے ساتھ چلیں گے اور میں اس

کی مغفرت کروں گا۔

حوالہ:- شرح الصدور، از: امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ، ص ۱۰۰

مسئلہ:

جنازہ لے چلنے میں چار پائی یعنی جنازہ کے پائے کو ہاتھ سے پکڑ کر کندھے (مونڈھے) پر رکھنا چاہیے۔ مال و سامان کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔ اسی طرح چوپایہ جانور پر بھی لادنا مکروہ ہے۔ ٹھیلے یا ٹراک پر لادنے کا بھی یہی حکم ہے۔ بیل گاڑی، اونٹ گاڑی یا تانگہ پر بھی جنازہ لادنا نہیں چاہیے۔

جزیہ ماخوذ، از: فتاویٰ عالمگیری، غنیہ، در مختار، اور

بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴

مسئلہ:

شیر خوار چھوٹا بچہ یا ایسا چھوٹا بچہ کہ اسے دودھ چھڑا دیا گیا ہو، یا اس سے کچھ بڑا کہ جس کو بہ آسانی گود میں ہر شخص اٹھا سکے، ایسے چھوٹے بچے کو ایک شخص دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چلے اور یکے بعد دیگرے لوگ اس چھوٹے بچے کی میت کو ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں۔

غنیہ، عالمگیری، اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴

مسئلہ:

جنازہ کو یوں لے کر چلیں کہ سر ہانا آگے کی جانب ہو۔ کیونکہ جنازہ لے چلنے میں سر ہانے کو آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ ”فِي حَالَةِ الْمَشْيِ بِالْجَنَازَةِ يُقَدَّمُ الرَّأْسُ“ یعنی جنازہ لے چلنے میں سر آگے ہونا چاہیے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ ہندیہ، جلد ۱، فصل ۴، ص ۱۶۲

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۹۶

(۳) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۹، ص ۸۲، اور ۱۳۵

(۴) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴

مسئلہ:

”جنازہ کے ساتھ آگ لے چلنے کی ممانعت ہے۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۱۴۱

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴

حدیث:

”عَنْ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِابْنِهِ وَ

هُوَ فِي سِيَّاقِ الْمَوْتِ إِذَا أَنَا مِتُّ فَلَا تَصَاحِبْنِي نَائِحَةً وَلَا نَارًا“

ترجمہ: ”حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے

موت سے کچھ قبل اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے

ساتھ نہ کوئی رونے والی جائے اور نہ آگ۔“

حوالہ:- (۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، جلد ۱، ص ۲۶

(۲) جامع الاحادیث، جلد ۲، ص ۱۵

مسئلہ:

جنازہ معتدل تیزی سے لے کر چلیں۔ مگر اتنا تیز رفتار نہیں چلنا چاہئے کہ میت کو

جھٹکا لگے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴

نوٹ:

جنازہ لے جاتے وقت ادب و وقار کے ساتھ قدم تیزی سے اٹھانے چاہئیں

لیکن اتنا تیز بھی نہیں چلنا چاہئے کہ جنازہ میں شریک لوگ دوڑنے لگیں بلکہ چال متوسط

ہونی چاہئے اور قدم تیزی سے اٹھانے چاہئیں۔ المختصر! جنازہ لے کر چلنے کی چال معمولی

چال سے تیز ہو اور دوڑنے سے کم ہو۔

”عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَأَلْنَا نَبِيَّنَا ﷺ عَنِ الْمَشِيِّ مَعَ

الْجَنَازَةِ فَقَالَ تَأْذُونَ الْخَبَبِ“

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی کریم

ﷺ سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ دوڑنے سے

کتر چال ہو۔“

(ابو داؤد شریف)

”عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ رَأَى جَنَازَةً يُسْرِعُونَ بِهَا

قَالَ لِتَكُنْ عَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ“

ترجمہ: ”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس

ﷺ نے لوگوں کو ایک جنازہ بہت جلدی جلدی لے جاتے دیکھا۔ آپ نے فرمایا

طمأنیت (اطمنان) لازم پکڑو۔“

(ابن ماجہ شریف)

مسئلہ:

جنازہ کے ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ جنازہ کے پیچھے چلیں۔

دائیں، بائیں یا آگے نہ چلیں۔ اور اگر کسی وجہ سے کوئی جنازہ کے آگے چلے، تو اسے

چاہئے کہ وہ اتنا دور ہو کر چلے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے۔ اور اگر سب کے سب آگے

ہوں تو مکروہ ہے۔ اسی طرح جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے۔ اور اگر کسی مجبوری کی

وجہ سے سواری پر ہو، تو سواری کو جنازہ کے پیچھے رکھنا چاہئے۔ سواری پر سوار ہو کر جنازہ کے

کے آگے چلنا مکروہ ہے۔ لہذا اگر آگے ہو تو جنازہ سے اتنا دور رہے کہ جنازہ میں شرکت

کرنے والوں میں شمار نہ کیا جائے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴، عالمگیری، صغیری

حدیث:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْجَنَازَةُ

مَتَّبُوعَةٌ لَيْسَتْ بِتَابِعَةٍ لَيْسَ نَعَهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا“

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ متبوع ہے، تابع نہیں۔ جو آگے چلے جنازہ کے ساتھ

نہیں۔“

حوالہ:- (۱) ترمذی شریف، ص ۱۹۶

(۲) ابن ماجہ، ص ۱۰۸

حل لغت:

متبوع = جس کی اتباع کی جائے، جس کے پیچھے چلا جائے، پیروی کیا جائے۔

تابع = اتباع کرنے والا، پیچھے چلنے والا، پیروی کرنے والا۔

مسئلہ:

جنازہ کے ساتھ عورتوں کا جانا ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور اگر نوحہ کرنے والی

عورت جنازہ میں شریک ہونا چاہے، تو اسے سختی سے منع کر دیا جائے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۴

حدیث:

امام سعید بن منصور اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کرتے ہیں:

”انه رأى نسوة فى جنازة فقال ارجعن ما زورات غير

ما زورات انكن لتفتن الاحياء و تؤذين الاموات“ -

ترجمہ: ”انہوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا کہ پلٹ جاؤ، گناہ سے بوجھل، ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنوں میں ڈالتی ہو اور مردوں کو اذیت دیتی ہو۔“

حوالہ:- (۱) شرح الصدور، اردو ترجمہ، ص ۲۸۲

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۲۶۰

(۳) جامع الاحادیث، جلد ۲، ص ۱۶

(۴) فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد ۴، ص ۲۱۷

مسئلہ:

راہ میں یا کسی جگہ بیٹھے ہوئے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرے تو کھڑا ہونا ضروری نہیں۔ ہاں! جو جنازے میں شریک ہونا چاہے وہ اٹھے اور جائے لیکن جو جنازے میں شریک ہونا نہیں چاہتا، وہ نہ اٹھے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۵

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کے بارے میں ضروری وضاحت

عام طور سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جنازہ آتا دیکھ کر کھڑا ہو جانا چاہئے۔ یا اگر کسی سواری پر ہے، اور سامنے سے جنازہ آ رہا ہے تو سواری روک کر ایک طرف کھڑی کر دینی چاہئے۔ اور جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانے کو حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کی سنت قرار دیتے ہیں۔ ذی علم حضرات اس فعل کو سنت ثابت کرنے کے لیے چند احادیث کریمہ بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ہم ان میں سے چند احادیث کو یہاں نقل کرتے

ہیں:-

حدیث: ۱

”عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُوا
الْجَنَازَةَ فَقُومُوا“

ترجمہ: ”حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔“ (بخاری شریف)

حدیث: ۲

”عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا
رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا حَتَّى تَخْلِفَكُمْ أَوْ تُوَضَّعَ“

ترجمہ: ”حضرت عامر بن ربیعہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جب جنازہ دیکھو، تو کھڑے ہو جاؤ، یہاں تک کہ تمہارے پاس سے گزر جائے یا کندھوں سے رکھ دیا جائے۔“ (ابن ماجہ)

حدیث: ۳

”عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِجَنَازَةٍ
فَقُمْنَا حَتَّى جَلَسَ فَجَلَسْنَا“

ترجمہ: ”امیر المؤمنین حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ ایک جنازے کے لیے کھڑے ہوئے، تو ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ جب بیٹھے تو ہم بھی بیٹھ گئے۔“ (ابن ماجہ)

مذکورہ تینوں احادیث منقول از کتاب: ”موت کامزہ“ مصنف: عالم فقہی،

ناشر: فاروقیہ بکڈپو، دہلی، ص ۲۰۷ اور ۲۰۸

سوال:

مذکورہ تینوں احادیث مقدسہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جنازہ دیکھ کر کھڑا ہو جانا حضور اقدس ﷺ کی سنت ہے بلکہ جنازے کو دیکھ کر بیٹھے رہنا ممنوع ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جنازہ آتا دیکھ کر کھڑے ہو جانا واجب ہے۔

جواب:

مذکورہ تینوں احادیث کریمہ بے شک اور بلاشبہ صحیح ہیں اور ان کی صحت میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ کیونکہ تینوں احادیث کے راوی (۱) حضرت ابو سعید خدری (۲) حضرت عامر بن ربیعہ اور (۳) امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلۃ صحابہ کرام سے ہیں اور فن اسماء الرجال کے اعتبار سے مذکورہ تینوں حضرات ثقہ راوی میں شمار ہوتے ہیں یعنی ان کی روایت کردہ حدیث میں کسی کو کسی بھی قسم کا شک یا کلام نہیں۔ محدثین کرام باتفاق رائے ان کی روایت کردہ حدیث کو صحیح جانتے اور مانتے ہیں اور اس کے صدق و صداقت پر اعتماد کرتے ہیں۔

لہذا مذکورہ تینوں احادیث یقیناً صحیح ہیں مگر پھر بھی ان احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان احادیث کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے۔ کسی کام کا حکم منسوخ کیوں ہوتا ہے؟ کیسے ہوتا ہے؟ اور اس حکم کو منسوخ کرنے والی ناسخ دلیلیں کیا ہوتی ہیں؟ اس پر گفتگو بعد میں ہوگی، پہلے ہم مذکورہ تینوں حدیث کا حکم منسوخ ہے، اس کی کیا وجہ ہے، اسے دیکھیں۔

● مذکورہ تینوں احادیث میں سے امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایت کردہ حدیث نمبر ۳ کے ضمن میں شارح مسلم شریف حضرت شیخ محی الدین ابوزکریا

یحییٰ بن شرف نووی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”قَالَ الْقَاضِي اخْتَلَفَتِ النَّاسُ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ فَقَالَ مَالِكٌ وَ

أَبُو حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيُّ الْقِيَامَ مَنْسُوخٌ“

ترجمہ: ”کہا قاضی نے کہ اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے فرمایا کہ قیام یعنی کھڑا ہونا منسوخ ہے۔“

حوالہ:- صحیح مسلم شریف، جلد ۱، ص ۳۱۰ پر درج حاشیہ کی عبارت

● مذکورہ تینوں احادیث میں سے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث ۲ کے ضمن میں ابوداؤد میں ہے:

”هَذَا الْحُكْمُ مَنْسُوخٌ بِالْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مِنْهَا مَا رَوَاهُ ابْنُ

حَبَّانٍ فِي صَحِيحِهِ كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَائِزِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذَلِكَ وَآمَرَ بِالْجُلُوسِ وَمِنْهَا حَدِيثُ عَلِيٍّ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدَ أَيِّ تَرَكَ الْقِيَامَ لِلْجَنَازَةِ“

ترجمہ: ”یہ حکم منسوخ ہے احادیث صحیحہ کی وجہ سے، ان میں سے وہ حدیث ہے، جس کو حضرت ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ نے جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا اور پھر بعد میں آپ جلوس فرمانے لگے اور بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا۔ ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جس کو امیر المؤمنین سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا کہ پھر آپ یعنی حضور ﷺ بیٹھے رہتے اور جنازے کے لیے کھڑے ہونا ترک کرنے کا حکم فرمایا۔“

حوالہ:- ابو داؤد شریف ثانی، ص ۴۵۲، پر عبارت حاشیہ

● مذکورہ تینوں احادیث میں سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

روایت کردہ حدیث نمبر ۱ کے ضمن میں علامہ ابو جعفر احمد بن محمد الازدی المصری المعروف بہ امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”فَقَدْ ثَبَتَ بِمَا ذَكَرْنَا أَنَّ الْقِيَامَ لِلْجَنَازَةِ قَدْ كَانَ ثُمَّ نُسِخَ“

ترجمہ: ”پس بیشک ثابت ہوا کہ جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم پہلے تھا پھر بعد میں وہ منسوخ ہو گیا۔“

حوالہ:- شرح معانی الآثار المعروف بہ طحاوی شریف، مصنف: امام

ابو جعفر طحاوی، المتوفی ۵۳۲ھ، جلد ۱، ص ۳۱۵

جنازہ کے لیے کھڑے ہونے اور بعد میں بیٹھے رہنے کے ثبوت میں دو عظیم اور

شہرہ آفاق مفتیان ذی شان کی معتبر و مستند کتابوں کے دو حوالے ناظرین کرام کے خاطر طبع کی غرض سے پیش خدمت ہیں:

حوالہ ۱:

”مسلم شریف اور ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنازے کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ اس کے بعد پھر بیٹھے رہے (یعنی جنازہ دیکھ کر کھڑے نہ ہوتے)۔ ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: ہمیں جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے۔ اس کے بعد بیٹھے رہتے اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ حازی نے کہا کہ میرے پاس سے جنازہ گزرا، تو میں کھڑا ہو گیا، تو حضرت علی نے فرمایا، تمہیں یہ فتویٰ کس نے دیا ہے؟ میں نے عرض کیا، ابو موسیٰ اشعری نے۔ تو حضرت علی نے فرمایا کہ صرف ایک بار حضور ﷺ جنازے کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ جب حکم منسوخ ہو گیا تو منع فرما دیا۔ احناف اور شوافع اور حنابلہ کا مذہب یہی ہے کہ جنازے

کے لیے کھڑا ہونا ضروری نہیں۔“

حوالہ:- نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، از: فقیہ الہند علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی، جلد ۴، ص ۸۱، مطبوعہ: دائرۃ البرکات، گھوسی، (یوپی)

حوالہ: ۲

”اولاً میت کے لیے کھڑا ہو جانے کا حکم تھا۔ یا تو میت کی تعظیم کے لیے یا ساتھ والے فرشتوں کی یا موت کی گھبراہٹ کے اظہار کے لیے، لیکن یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا۔“

”پہلے حضور ﷺ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہم بھی اسی پر عامل تھے۔ پھر بعد میں آپ نے عمل چھوڑ دیا۔ ہم نے بھی چھوڑ دیا۔ لہذا وہ کھڑا ہونا منسوخ ہے۔“

حوالہ:- مرآة الناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، از: حکیم الادب، علامہ، مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی، ناشر: فیاض الحسن، بک سیلر، کانپور، جلد ۲، ص ۶۷

مسئلہ:

جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہیے اور وقت موت اور قبر کے احوال کو پیش نظر رکھیں۔ دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہنسیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو جنازے کے ساتھ ہنستے دیکھا۔ فرمایا تو جنازے میں ہنستا ہے؟ میں تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔ اور اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے اور بلحاظ زمانہ اب علماء نے ذکر جہر کی بھی اجازت دی ہے۔

حوالہ:- صفیری، درمختار اور بہار شریعت، جلد ۴، ص ۱۴۴

جلوس جنازہ میں بلند آواز سے نعت شریف، کلمہ

طیبہ، مولود شریف وغیرہ پڑھنا

کچھ مقامات پر رواج عام ہے کہ جنازہ کے ساتھ کچھ میلاد خواں حضرات بلند آواز سے نعت شریف کے اشعار یا موت کے متعلق قصائد وغیرہ پڑھتے ہیں۔ اور بعض مقامات پر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرنے کا رواج ہے۔

مندرجہ بالا طریقہ کے تعلق سے منافقین زمانہ، فرقہ وہابیہ نجدیہ تبلیغیہ کے قبعین نے اب شدید اختلاف اٹھایا ہے اور جنازہ کے ساتھ کسی قسم کا ذکر جہر یا نعت خوانی کو شدت سے منع کرتے ہیں اور محض سکوت اختیار کرنے پر اصرار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کام حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں راجح نہیں تھا، لہذا بدعت اور ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں وہ لوگ فقہ کی معتبر کتب مثلاً مراقی الفلاح، بحر الرائق، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کے حوالوں سے اسے مکروہ تحریمی بتاتے ہیں۔ اس لیے ہم اس مسئلے کی عام فہم اور آسان، لیکن مدلل بحث قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

بے شک فقہ کی معتبر کتابوں میں جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کو مکروہ لکھا ہے۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ جو ابا عرض ہے کہ جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کی کراہت میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ آیا یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بعض نے تحریمی لکھا ہے اور بعض نے تنزیہی لکھا ہے۔ لیکن فقہائے کرام کا اختلاف بلکہ کراہت کا اطلاق بھی مندرجہ ذیل تفصیل پڑھنے سے انشاء اللہ وحبیبہ

(جل جلالہ و عظیمیہ) دور ہو جائے گا۔

تفصیل

(۱) جنازہ کے ساتھ ذکر جبریا نعت شریف یا اور کوئی دعا وغیرہ سے مقصود صرف اللہ کا ذکر ہے۔ اور اللہ کا ذکر ہر حال میں مطلوب و محبوب و مستحسن ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر جملہ عبادات کا مغز ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت: "اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي" (سورۃ طہ، آیت ۱۴)

ترجمہ: "اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ۔"

(کنز الایمان)

تفسیر: "کہ تو اس میں مجھے یاد کرے اور میری یاد میں اخلاص اور میری رضا مقصود ہو

کوئی دوسری غرض نہ ہو۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص ۴۵۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت: "يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ"

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۹۱)

ترجمہ: "جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے" (کنز الایمان)

تفسیر: "یعنی تمام احوال میں۔ مسلم شریف میں مروی ہے کہ سید عالم ﷺ تمام

احیان میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ بندہ کا کوئی حال یاد الہی سے خالی نہ ہونا

چاہئے۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص ۱۱۰)

رب اکبر جل جلالہ کا مقدس ارشاد ہے:

آیت: "وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (سورۃ الجفعة، آیت ۱۰)

ترجمہ: "اور اللہ کو بہت یاد کرو، اس امید پر کہ فلاح پاؤ" (کنز الایمان)

سیدالذکرین، حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”أَكْثَرُوا ذِكْرَ اللَّهِ حَتَّى يَقُولُوا إِنَّهُ مَجْنُونٌ“

ترجمہ: ”خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون (پاگل) ہے۔“

حوالہ:- مسند احمد بن حنبل، از: امام احمد بن حنبل، المتوفى ۲۴۱ھ،

مطبوعہ: دارالفکر، بیروت، جلد ۳، ص ۶۸ و ۷۱

ام المؤمنین، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ فِي كُلِّ

أَحْيَانِهِ“

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔“

حوالہ:- (۱) صحیح مسلم شریف، کتاب الحيض، جلد ۱، ص ۱۶۲

(۲) المستدرک على الصحيحين، کتاب الدعاء، از: امام ابو

عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، المتوفى ۵۴۰ھ

طبوعہ: دارالفکر، بیروت، جلد ۱، ص ۴۹۹

مندرجہ بالا آیات قرآنی اور احادیث نبوی کثرت سے ذکر الہی کرنے کی تعلیم و تلقین فرماتی ہیں اور ان آیات و احادیث سے ہر حال میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرنے کی رغبت دلائی جا رہی ہے۔

● ذکر خدا کے کئی طریقے ہیں۔ مثلاً قلبی، لسانی، خفی، جلی، تلاوت، ثنا، درود، دعا، عبادات، طاعات وغیرہ۔ ان میں سے بعض طریقوں کو بعض اوقات اور مقامات سے خصوصیت ہوتی ہے۔

محل جنازہ مقامِ تفکر ہے یعنی جنازہ دیکھ کر ہر شخص اپنی موت کے بارے میں سوچتا ہے اور جنازہ دیکھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کرتا ہے۔ اور جب آدمی کسی معاملے میں گہرائی سے سوچتا ہے، تو اس کا خاموش ہونا ضروری ہے، تاکہ اس کی تمام توجہ اس گہری سوچ ہی کی طرف مرکوز ہو۔ اگر اس وقت وہ کسی ذکر میں مشغول ہوگا، تو اس کی توجہ اس سوچ سے ہٹ کر ذکر کی طرف منتقل اور منقسم ہوگی۔

تفکر یعنی سوچ، بچار، سوچنا۔ یہ بہت ہی مفید، نفع بخش اور مستحسن کام ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ”تَفَكَّرْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ“

ترجمہ: ”گہری بھر کا تفکر انسانوں اور جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔“ لہذا علمائے کرام نے جنازہ میں شامل لوگوں کی توجہ صرف موت اور موت کے تعلق سے پیش آنے والے حوادث کے تفکر کی جانب ہی مرکوز اور ملتفت رکھنے کے لیے یہ علم صادر فرمایا: ”يَنْبَغِي لِمَنْ تَبِعَ الْجَنَازَةَ أَنْ يُطِيلَ الصَّمْتَ“ یعنی ”جنازہ کے ساتھ چلنے والے کو سکوت (خاموشی) اختیار کرنا چاہئے۔“ جیسا کہ امام الشیباء، علامہ ابو العباس احمد قاضی مصری، سروجی (المتوفی ۱۰۷۱ھ) کی کتاب ”عناية شرح هداية“ میں ہے۔

ذکر خفی کے مقابلے میں ذکر جہر سے توجہ زیادہ ہوتی ہے۔ یعنی اگر آدمی دل میں کوئی ذکر کرے یا آہستہ اور مدہم آواز سے ذکر کرے، تب وہ اس طرح خاموشی سے ذکر کرنے کے ساتھ کچھ تفکر بھی کر سکتا ہے یعنی سوچ بھی سکتا ہے لیکن بلند آواز سے ذکر کرتے وقت یعنی ذکر جہر کے وقت وہ تفکر نہیں کر سکتا۔ اور جنازہ کے ساتھ چلنے والے کے لیے موت کی یاد اور تفکر مامور ہے۔ اور اللہ کا ذکر بھی

برحال میں کرنا چاہیے۔ لہذا بعض علماء نے یہ حکم صادر فرمایا کہ ”فَإِنْ أَرَادَ أَنْ
يَذْكُرَ اللَّهَ تَعَالَى يَذْكُرُهُ فِي نَفْسِهِ“ یعنی ”اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے
تو آہستہ کرے۔“ جیسا کہ امام علامہ ظہیر الدین مرغینانی کے ”فتاویٰ ظہیریہ“
میں ہے۔

اسی طرح علامہ امام رکن الاسلام محمد بن ابوبکر کی معتمد اور مشہور کتاب ”شرعۃ
الاسلام“ کی شرح ”جامع الشروح“ میں ہے کہ ”يَسْتَكْثِرُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّهْلِيلِ
عَلَى سَبِيلِ الْإِخْفَاءِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَلَا يَتَكَلَّمُ بِشَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا“ یعنی
”جنازہ کے پیچھے سری طور پر (آہستہ سے) زیادہ سے زیادہ تسبیح اور تہلیل کرے اور کسی قسم
کی دنیاوی بات نہ کرے۔“

یہ حکم اس زمانہ خیر کے لیے تھا جب کہ جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ
موت کے تصور اور موت کی یاد میں ایسے ڈوب جاتے تھے کہ گویا میت ان میں سے ہر
ایک کا خاص، اپنا کوئی جگر پارہ ہے بلکہ گویا خود ہی میت ہیں کہ مجھ کو ہی جنازہ پر لیے
جاتے ہیں اور تھوڑی دیر بعد مجھ کو قبر میں دفن کر دیں گے۔ بلکہ اس زمانہ میں جنازہ میں
شامل ہونے والے لوگوں کی یہ حالت ہوتی تھی کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ
ہمارے داہنے ہاتھ پر کون شخص ہے؟ اور ہمارے بائیں ہاتھ پر کون صاحب ہیں؟ بلکہ ہر
شخص اپنی اپنی فکر میں مشغول ہوتا کہ یہ وقت میرے لیے بھی آنا ہے۔ پھر اس وقت کیا
ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ گویا ہر شخص اس کو اپنا ہی جنازہ
جاننا تھا اور موت کی یاد اور خوف خدا سے لرزتا ہوا، احوال قبر و حشر کے تفکر میں ڈوبا ہوا،
کامل طور پر ایسی خاموشی اختیار کر لیا کرتا تھا کہ سانس کے سوا دوسری کوئی آواز اصلاً نہ

ہوتی تھی اور یہی حالت جنازہ کے ساتھ چلتے وقت مناسب ہے۔

لیکن! جب زمانہ بدلا اور لوگوں میں وہ بات نہ رہی، جو اوپر مذکور ہوئی کہ جنازہ کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کریں اور خشیت خداوندی سے لرزیں اور عام مسلمانوں میں خوف کم ہوتا گیا، ایسی صورتوں میں بالکل خاموش رہنا بہت سے لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث بنا، تب دلوں کے طبیبوں اور روحانی پیشواؤں نے زبان سے آہستہ آواز سے ذکر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس اجازت میں یہ حکمت تھی کہ خاموشی اختیار کرنے کا جو حکم تھا، وہ صرف یوں ہی خاموش رہنا مراد نہیں تھا بلکہ احوال قبر و حشر میں تفکر کرنے کے لیے خاموش رہنا مطلوب تھا۔ جب تفکر کرنا لوگوں نے چھوڑا اور ویسے ہی محض خاموش رہنے لگے، تو ایسی بے مطلب کی خاموشی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بہتر ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

حدیث:

حضرت عبد اللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ“

ترجمہ: ”ہمیشہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے۔“

حوالہ: - (۱) الجامع للترمذی - جلد ۲، ص ۱۷۳

(۲) المسند للاحمد بن حنبل - جلد ۴، ص ۱۸۸

(۳) المستدرک للحاکم - جلد ۱، ص ۴۹۵

(۴) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم - جلد ۹، ص ۵۱

(۵) اتحاف السادة للزبيدي - جلد ۵، ص ۶

ابتداء میں آہستہ ذکر کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ دوسرے لوگ یاد موت میں مصروف رہیں۔ اگر یہ بلند آواز سے ذکر کرے گا، تو دوسرے لوگوں کا خیال منتشر ہوگا اور یاد موت سے توجہ ہٹ کر اس کے ذکر کی طرف ملتفت ہوگی۔ لہذا شروع میں صرف آہستہ ذکر کی اجازت دی گئی۔ لیکن زمانہ نے پھر کروٹ لی۔ لوگوں کو جنازہ کے ساتھ جاتے وقت، دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر فضول، بے فائدہ اور دنیوی لغو باتیں کرتے دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ بعض لوگوں کو ہنسی، مزاح کرتے بھی دیکھا جاتا ہے۔ موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی۔ ان کے دل اس حقیقت سے بالکل غافل ہوتے ہیں کہ اب اس میت پر کیا لزرے گی۔ ایسے لوگوں کو اللہ اور رسول کے ذکر کی طرف مشغول کرنا عین صواب اور کارِ ثواب ہے۔ اسی لیے ملت اسلامیہ کے روحانی طبیبوں یعنی ائمہ ملت اسلامیہ نے ایسے لوگوں کے دلوں سے زنگ چھوڑانے اور انہیں غفلت سے بیدار کرنے کے لیے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دے دی کہ اس طرح ذکر خدا دل میں زیادہ اترتا ہے، سو سے دور ہوتے ہیں ذکر کرنے والوں کی زبانیں اور سننے والوں کے کان اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اور غافلوں کو فضول باتوں اور لغویات سے روک کر ذکر کی طرف بلانے کے لیے اور پسند و نصیحت کے قصائد کے ذریعہ انہیں احوال قبر و حشر سے آگاہ کرنا بلاشبہ کارِ خیر و ثواب ہے۔ اسی سلسلہ کا ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

حوالہ:

امام اجل، علامہ، عارف باللہ، ناصح الامت، سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ

العزيز فرماتے ہیں:

”وَكَانَ سَيِّدِي عَلَى الْخَوَاصِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ إِذَا

عَلِمَ مِنَ الْمَاشِيْنَ مَعَ الْجَنَازَةِ أَنَّهُمْ لَا يَتْرُكُونَ اللَّغْوَ فِي الْجَنَازَةِ وَ
يَسْتَفْلُونَ بِأَحْوَالِ الدُّنْيَا فَيَنْبَغِي أَنْ يَأْمُرَهُمْ بِقَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ ذَلِكَ أَفْضَلُ مِنْ تَرْكِهِ “
ترجمہ: ”سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنازہ کے ساتھ چلنے
والے کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ لغو سے باز نہ آئیں گے اور دنیا کی باتوں میں
مشغول رہیں گے، تو انھیں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا حکم دینا چاہیے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اسے پڑھنا، نہ پڑھنے سے افضل ہے۔“

حوالہ:- (۱) حدیثہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، از: علامہ، امام عبد الغنی

بن اسناعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی (المتوفی ۱۱۴۳ھ)

مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، جلد ۲، ص ۴۰۸

(۲) فتاویٰ رضویہ، (مترجم) جلد ۹، ص ۱۴۳

(۳) فتاویٰ مصطفویہ، ص ۲۷۶ تا ۲۸۹

ایک مزید حوالہ:

امام اجل، فخر العلماء، علامہ شیخ عبد الوہاب بن احمد الشعرانی الشافعی (المتوفی

۹۷۳ھ) قدس سرہ العزیز اپنی مشہور و معتبر کتاب ”عمود المشائخ“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”قَالَ لَا نَمَكِنُ أَحَدًا مِنْ إِخْوَانِنَا يُنْكِرُ شَيْئًا ابْتَدَعَهُ الْمُسْلِمُونَ

عَلَى جِهَةِ الْقُرْبَةِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى وَرَأَوْهُ حَسَنًا لَا سِيَّمَا مَا كَانَ مُتَعَلِّقًا

بِاللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَقَوْلِ النَّاسِ أَمَامَ

الْجَنَازَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَمَامَهَا وَنَحْوِ ذَلِكَ، فَمَنْ حَرَّمَ ذَلِكَ فَهُوَ قَاصِرٌ عَنْ فَهْمِ

الشَّرِيعَةَ لِأَنَّهُ كُلُّ مَا لَمْ يَكُنْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ مَذْمُومًا وَلَوْ فَتِحَ هَذَا الْبَابُ لَرُدَّتْ أَقْوَالُ الْمُجْتَهِدِينَ فِي جَمِيعِ مَا اسْتَحَبُّوا مِنَ الْمَحَاسِنِ وَلَا قَائِلٌ بِهِ . وَقَدْ فَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُلَمَاءِ أُمَّتِهِ هَذَا الْبَابَ وَآبَاحَ لَهُمْ أَنْ يَسُنُّوا كُلَّ شَيْءٍ اسْتَحْسَنُوهُ وَيَلْحَقُوهُ بِشَرِيعَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ” مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ يَعْمَلُ بِهَا “ . وَكَلِمَةُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ الْحَسَنَاتِ فَكَيْفَ يُمْنَعُ مِنْهَا “

ترجمہ: ” ہم اپنے دوستوں میں سے کسی کو ایسے امر پر انکار کی اجازت نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں۔ خصوصاً ایسا کام جو خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تعلق سے ہو۔ جیسے جنازے کے آگے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ پڑھنا اور جنازہ کے آگے قرآن کی تلاوت کرنا یا ایسے دوسرے کام، جو اسے حرام کہے وہ فہم شریعت سے قاصر ہے، اس لیے کہ ہر وہ کام جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہ رہا ہو برا نہیں۔ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں، جو انہوں نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزوں کے بارے میں فرمائے ہیں اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے علماء کے لیے یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انھیں اجازت دی ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں شامل کریں۔ یہ اجازت حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہے ” جو شخص کوئی

اچھا طریقہ (کام) ایجاد کرے اسے اس ایجاد کا ثواب ملے گا۔“ اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب سے بڑی نیکی ہے، پھر اس سے کیوں کر روکا جائے گا؟“

حوالہ:- (۱) حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، جلد ۲، ص ۴۰۹

(۲) فتاویٰ رضویہ، (مترجم) جلد ۶، ص ۱۴۴، ۱۴۵

یہاں تک کے مطالعہ سے اس مسئلہ کی تفصیل قارئین کرام کو معلوم ہو چکی ہوگی۔ منافقین زمانہ امور خیر سے قوم مسلم کو روکنے کے لیے ہمیشہ بدعت کا شور و غوغا مچاتے ہیں کہ یہ کام حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں نہ تھا لہذا یہ کام بدعت ہے اور اسے نہیں کرنا چاہئے۔ ہم جواباً صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ اس کام کی ممانعت بھی وارد نہیں۔ اگر یہ کام شریعت کی رو سے منع ہے، تو تم اس کی ممانعت کی دلیل پیش کرو۔

جنازہ کے ساتھ کلمہ طیبہ وغیرہ کا بلند آواز سے ذکر کرنے کے سلسلے میں ہم نے ائمہ دین متین کی کتب معتبرہ، مستندہ اور معتمدہ کے حوالوں سے دلائل قاہرہ و ساطعہ سے ثابت کر دیا کہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے۔ تاہم اس بحث کے اختتام پر اس امر کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ جنازہ کے ساتھ ذکر جہر وغیرہ کا رواج سرکارِ دو عالم ﷺ کے مبارک زمانہ میں نہیں تھا، اس وجہ سے یہ فعل ہرگز ناجائز و ممنوع نہیں ہو جائے گا۔

حوالہ:

علامہ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی اپنی کتاب ”عمہود المشائخ“ میں اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”وَتَأْمَلُ أَحْوَالَ غَالِبِ الْخَلْقِ الْآنَ فِي الْجَنَازَةِ تَجِدُهُمْ

مَشْغُولَيْنَ بِحِكَايَاتِ الدُّنْيَا لَمْ يَعْتَبِرُوا بِالْمَيِّتِ وَ قَلْبُهُمْ غَافِلٌ عَنِ جَمِيعِ مَا وَقَعَ لَهُ بَلْ رَأَيْتَ مِنْهُمْ مَنْ يَضْحَكُ وَ إِذَا تَعَارَضَ عِنْدَنَا مِثْلُ ذَلِكَ وَ كَوْنُ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَوْمَنَا ذَكَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَوْصَاحَ كُلِّ مَنْ فِي الْجَنَازَةِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَلَا اِعْتِرَاضَ وَ لَمْ يَأْتِنَا فِي ذَلِكَ شَيْءٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلَوْ كَانَ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى فِي الْجَنَازَةِ مَنَهِيًّا عَنْهُ لَبَلَّغْنَا وَ لَوْ فِي حَدِيثٍ كَمَا بَلَّغْنَا فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الرُّكُوعِ وَ شَيْءٌ سَكَتَ عَنْهُ الشَّارِعُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ أَوْ ائِلَ الْإِسْلَامِ لَا يُمْنَعُ مِنْهُ أَوْ آخِرَ الزَّمَانِ “

ترجمہ: ”اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو۔ دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے۔ جنہیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں۔ ان کا دل ان سارے واقعہ سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے۔ اگر ذکر نہ کریں تو یہ حالت ہے اور اگر ذکر کرتے ہیں تو یہ اعتراض ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے۔ اب اگر جنازے میں شریک ہونے والے تمام لوگ پکار کر لا الہ الا اللہ کہیں، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس طرح ذکر کلمہ طیبہ کرنے کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد وارد نہیں۔

اگر جنازے میں ذکر الہی ممنوع ہوتا، تو کسی نہ کسی حدیث میں ممانعت کا حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا منع ہے، تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع عالیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت (خاموشی)

فرمایا، وہ ہمارے آخر زمانہ میں ممنوع نہیں ہو سکتی۔“

حوالہ:- (۱) حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، جلد ۲، ص ۴۰۹

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۴۵

نتیجہ یہ نکلا کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر وغیرہ کرنا جائز ہے اور اس طرح ذکر کرتے ہوئے چلنے پر کچھ اعتراض نہیں بلکہ حالات زمانہ کے پیش نظر اور لوگوں کی غفلت کو مد نظر رکھتے ہوئے بلند آواز سے ذکر کرنا خاموش رہنے سے افضل ہے۔ اس طرح بلند آواز سے ذکر کرنے سے روکناروا نہیں۔

● امام جلیل علامہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

”لَا يَنْبَغِي أَنْ يَنْهَى الْوَاعِظُ عَمَّا قَالَ بِهِ إِمَامٌ مِنْ أَيْمَةِ

الْمُسْلِمِينَ بَلْ يَنْبَغِي أَنْ يَقَعَ النَّهْيُ عَمَّا أَجْمَعَ الْأَيْمَةُ كُلَّهُمْ عَلَى تَحْرِيمٍ“

ترجمہ: ”یہ نہ چاہیے کہ واعظ ایک چیز سے روکے جسے ائمہ مسلمین میں سے کسی امام

نے جائز کیا ہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے کرنا چاہیے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع

ہو۔“ حوالہ:- (۱) حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، جلد ۲، ص ۱۵۱

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۴۷

جنازہ لے چلنے کے متعلق کچھ اہم مسائل

مسئلہ:

شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو ہاتھ لگا سکتا ہے اور کندھا بھی دے سکتا ہے۔ عوام میں یہ غلط بات مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو ہاتھ نہیں لگا سکتا اور اس کو کندھا نہیں دے سکتا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ جب جنازے کو اجنبی ہاتھ لگاتے ہیں، کندھوں پر اٹھا

کر قبر تک لے جاتے ہیں، تو شوہر نے کیا قصور کیا ہے کہ وہ جنازہ نہ اٹھائے؟ ہاں شوہر اپنی مردہ بیوی کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتا کیونکہ شرعاً شوہر کو اپنی زن مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی تو اجازت ہے، جبکہ اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔ تو جس کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں، وہ جب جنازے کو کندھا دے سکتا ہے، تو جس کو دیکھنے کی اجازت ہے، وہ شوہر کیوں کر کندھا نہیں دے سکتا؟

حوالہ:- تنویر الابصار، درمختار، فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۹۶

مسئلہ:

جنازہ کے ساتھ نعت شریف بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۵۸

مسئلہ:

عورت کے جنازہ پر گہوارہ یا چھتری بنا کر اس پر پردہ ڈالنا مستحب اور ماثور ہے اور ایسا ہی کرنا چاہیے۔ البتہ زینت یاد کھاوا کرنے کی نیت سے نہ ہو۔ مرد کے جنازے پر دھوپ یا بارش وغیرہ کی شدت سے بچانے کے لیے کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنا اگر زینت کی نیت سے ہے، تو مکروہ ہے اور اگر اس نیت سے ہے کہ پھول اللہ کی تسبیح و تہلیل کرتے ہیں اور میت کو انس حاصل ہوگا، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ ہندیہ المعروف بہ عالمگیری، جلد ۵، ص ۳۵۱،

مطبوعہ: نورانی کتب خانہ، پشاور

(۲) کشف الغطاء، فصل ۵، ص ۳، مطبوعہ: مطبع احمدی، دہلی

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۳۷

مسئلہ :

اگر جنازہ پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی نیک شخص کا ہے، تو اس جنازہ کے ساتھ جانا افضل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ - حوالہ :- عالمگیری، بہار شریعت، جلد ۴، ص ۱۴۵

مسئلہ :

جو شخص جنازے میں شریک ہو، اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہیے اور نماز کے بعد دفن سے پہلے اولیائے میت یعنی میت کے قریبی رشتہ دار سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیائے میت سے اجازت کی ضرورت نہیں۔

(حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

جنازہ جب تک زمین پر نہ رکھا جائے، شامل ہونے والوں کو بیٹھنا مکروہ ہے اور جنازہ زمین پر رکھ دینے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہیں رہنا چاہیے۔ (حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

جنازہ زمین پر اس طرح رکھیں کہ میت کا سر یا پاؤں قبلہ کی طرف نہ ہو بلکہ اس طرح آڑا (ترچھا) رکھیں کہ میت کی داہنی کروٹ قبلہ کی طرف ہو۔ (حوالہ :- ایضاً)



11

گیارہواں باب

نماز جنازہ کا بیان

نماز جنازہ کیا ہے، اور کیا اس پر کوئی ثواب

مرتب ہوتا ہے؟

مسئلہ:

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر ایک شخص نے بھی پڑھ لی تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو گیا اور اگر کسی نے بھی نہیں پڑھی تو جس جس شخص کو انتقال کی خبر پہنچی تھی اور انہوں نے نماز جنازہ نہ پڑھی، وہ سب گنہگار ہوئے۔ (عامۃ کتب)

مسئلہ:

جو شخص نماز جنازہ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ (عامۃ کتب)

نماز جنازہ پڑھنے کی احادیث میں تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ مثلاً:

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”الصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ مَاتَ بِرًا كَانَ أَوْ

فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ“

ترجمہ: ”ہر مسلمان کی نماز جنازہ تم پر واجب ہے، خواہ نیکو کار ہو یا بدکار، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ ہی کیوں نہ کئے ہوں۔“

حوالہ:- (۱) السنن لابی داؤد، جلد ۲، ص ۳۴۳

(۲) السنن الكبرى للبيهقي، جلد ۳، ص ۱۲۱

(۳) السنن للدارقطني، جلد ۲، ص ۵۶

(۴) العلل المتناهیہ لابن جوزی، جلد ۱، ص ۲۵

(۵) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۶۲

حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد

فرماتے ہیں:

”مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ حَتَّى يُقْضَى دَفْنُهَا كُتِبَتْ لَهُ ثَلَاثَةٌ قَيْرَاطٍ الْقَيْرَاطُ مِنْهَا أَكْبَرُ مِنْ جَبَلٍ أَحَدٍ“

ترجمہ: ”جو کسی جنازے کے ساتھ رہے یہاں تک کہ میت دفن کر دی جائے، اس کے لیے تین قیراط اجر لکھا جائے گا۔ ہر قیراط جبل احد (احد پہاڑ) سے بڑا ہے۔“

حوالہ:- (۱) المعجم الاوسط للطبرانی، جلد ۹، ص ۱۱۷

(۲) مجمع البحرین، ۴۱۳۹

(۳) جامع الاحادیث، جلد ۲، ص ۲۹

حدیث:

خطیب نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور

اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”إِنَّ أَوَّلَ تَحْفَةِ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يُغْفَرَ لِمَنْ خَرَجَ فِي جَنَازَتِهِ“

ترجمہ: ”مؤمن کا سب سے پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو لوگ اس کے جنازے میں نکلے (شریک ہوئے) ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔“

حوالہ:- (۱) الموضوعات لابن جوزی، جلد ۳، ص ۲۲۶

(۲) تاریخ بغداد از: محمد بن راشد البغدادی، مطبوعہ: دار

الكتاب العربی، بیروت، ترجمہ نمبر ۲۷۶، جلد ۵، ص ۲۷۴

(۳) فتاویٰ رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۴۲

مندرجہ بالا احادیث نماز پڑھنے والوں کے لیے حصول ثواب و مغفرت اور دیگر فوائد کی متضمن ہیں۔ اب کچھ احادیث ایسی پیش کرتا ہوں جن کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوگا کہ نماز جنازہ پڑھنے سے میت کی مغفرت ہوتی ہے۔

حدیث:

ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ النَّاسِ إِلَّا شَفَعُوا فِيهِ“

ترجمہ: ”جس مردے پر مسلمانوں کا ایک گروہ نماز پڑھے ان کی شفاعت اس (میت) کے حق میں قبول ہوتی ہے۔“

حوالہ:- (۱) السنن للنسائی، جلد ۱، ص ۲۱۸

(۲) المسند لآحمد بن حنبل، جلد ۶، ص ۴۰

(۳) کنز العمال للمتقی، جلد ۱۵، حدیث نمبر ۴۲۲۷۴، ص ۵۹۹

(۴) الترغیب والترہیب للمنذری، جلد ۴، ص ۳۴۴

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ ارشاد

فرماتے ہیں:

”مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ مِائَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ غُفِرَ لَهُ“

ترجمہ: ”جس پر سو مسلمان نماز پڑھیں وہ بخشا جائے گا۔“

حوالہ:- (۱) السنن لابن ماجہ، جلد ۸، ص ۱۰۸

(۲) معانی الآثار للطحاوی، جلد ۱، ص ۱۰۵

(۳) تاریخ اصفہان لابی نعیم، جلد ۱، ص ۳۶

(۴) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۵۰

سب سے پہلی نماز جنازہ

اسلام میں نماز جنازہ کی ابتداء مدینہ منورہ میں ہوئی اور سب سے پہلی نماز جنازہ

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پڑھی گئی۔

حوالہ:

”امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: واقدی کے قول کے مطابق حضرت اسعد بن

زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہجرت کے نو ماہ کے بعد ہوا۔ امام بغوی کہتے ہیں:

ہجرت کے بعد سب سے قبل صحابہ میں وصال حضرت اسعد بن زرارہ کا ہوا، اور سب سے

پہلی نماز جنازہ حضور اقدس ﷺ نے آپ پر پڑھی۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، ص ۴۶۸

ام المؤمنین حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی

ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد المعروف بہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا نے ہجرت کے تین سال پہلے یعنی اعلان نبوت کے دسویں سال (۵۹۵ء) میں

رحلت فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی کیونکہ اس وقت نماز جنازہ مشروع نہیں

ہوئی تھی۔

حوالہ:

”عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِرَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ

خَدِيجَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا تُوَفِّيَتْ سَنَةَ عَشْرٍ مِنَ الْبَعْثَةِ بَعْدَ خُرُوجِ
 بَنِي هَاشِمٍ مِنَ الشَّعْبِ وَ دُفِنَتْ بِالْجُحُونَ وَ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي حَفْرَتِهَا وَ لَمْ تَكُنْ شُرِعَتْ الصَّلَاةُ عَلَى الْجَنَائِزِ “
 ترجمہ: ”حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین
 حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال بعثت کے دسویں سال میں ہوا، جب بنی
 ہاشم شعب ابی طالب سے باہر تشریف لائے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 جحون (جنت المعلى) میں دفن ہوئیں۔ حضور اقدس ﷺ بنفس نفیس آپ کی قبر شریف میں
 اترے۔ اس وقت نماز جنازہ شروع نہیں ہوئی تھی۔“

حوالہ:- (۱) الاصابة لابن حجر، جلد ۴، ص ۲۸۳

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، ص ۶۸

نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ:

”حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ، رَدُّ السَّلَامِ، وَ عِيَادَةُ

الْمَرِيضِ، وَ اِتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ، وَ اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ“

ترجمہ: ”مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ (۱) سلام کا جواب دینا (۲) مریض کی

عیادت کرنا (۳) جنازہ میں شرکت کرنا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینک کا جواب دینا۔“

حوالہ:- (۱) الجامع الصغير للسيوطي، جلد ۱، ص ۲۲۷

- (۲) السنن الكبرى للبيهقي، جلد ۳، ص ۳۸۶
 (۳) مشکوٰۃ المصابیح للتبریزی حدیث ۱۵۲۴
 (۴) الاحکام النبویہ للکحل، جلد ۱، ص ۱۳۶

حدیث:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”صَلُّوا عَلٰی كُلِّ مَيِّتٍ“

ترجمہ: ”ہر مردے مسلمان کی نماز جنازہ پڑھو۔“

حوالہ:- (۱) السنن لابن ماجہ، جلد ۱، ص ۱۱۱

(۲) کنز العمال للمتقی، حدیث نمبر ۴۲۲۶۳، جلد ۱۵، ص ۵۸۰

نماز جنازہ کی ادائیگی کی جملہ تفصیل

● نماز جنازہ پڑھنا کس پر واجب ہے اور نماز جنازہ کو ادا کرنے میں کن کن شرطوں کو پورا کرنا ضروری ہے اور نماز جنازہ پڑھنے میں کیا کیا باتیں فرض ہیں اور کیا کیا باتیں سنت موکدہ ہیں۔ ان تمام امور کو ایک نظر میں دیکھنے اور سمجھنے کے لیے ذیل میں دیے گئے خاکہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں:-

نماز جنازہ پڑھنا کس پر واجب ہے؟

- (۱) عاقل ہونا: یعنی عقلمند ہو، پاگل نہ ہو بلکہ ہوش و حواس صحیح ہوں۔
 (۲) بالغ ہونا: نابالغ پر نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں۔
 (۳) قادر ہونا: یعنی جنازہ گاہ میں پہنچ کر نماز جنازہ پڑھنے کی طاقت رکھتا ہو۔

(۴) مسلمان ہونا: یعنی عاقل، بالغ اور قادر ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان ہونا

بھی ضروری ہے۔ یعنی کافر، شرک، مرتد و بدعتیہ نہ ہو۔

(۵) موت کی خبر ہونا: اگر دور دراز کے فاصلے والے محلہ یا علاقے میں

رہتے ہیں اور انہیں موت کی خبر ہی نہ ہوئی، تو ان پر نماز

جنازہ واجب نہیں۔

نماز جنازہ کی کیا شرطیں ہیں؟

نماز جنازہ ادا کرنے کی حسب ذیل شرطیں ہیں۔

یہ شرطیں دو طرح کی ہیں۔

میت کے لیے شرائط	نمازی کے لیے شرائط
مسلمان ہونا۔	(۱) طہارت
بدن اور کفن کا پاک ہونا۔	یعنی نمازی کا بدن، کپڑا اور جگہ کا نجاست حکمیہ و حقیقیہ سے پاک ہونا۔
جنازہ کا وہاں موجود ہونا۔	(۲) ستر عورت
جنازہ زمین پر ہونا یا ہاتھ پر مگر قریب ہو۔ دور نہ ہو۔	یعنی ناف سے گھٹنیوں تک کا جسم چھپا ہوا ہونا۔
جنازہ کا نمازی کے آگے قبلہ کی طرف ہونا۔	(۳) استقبال قبلہ
جو حصہ چھپانا فرض ہے، وہ چھپا ہونا۔	منہ اور سینہ قبلہ کی طرف ہونا۔
میت کا امام کے آگے بالکل سامنے ہونا۔	(۴) نیت
	یعنی نماز جنازہ پڑھنے کی نیت ہو۔

نوٹ:

- نمازی کے لیے کل چار شرائط ہیں۔
- میت کے لیے کل سات شرائط ہیں۔

نماز جنازہ کے فرائض (رکن) اور سنتیں

نماز جنازہ کے رکن (فرض)	نماز جنازہ کی سنتیں (موکدہ)
(۱) چار مرتبہ "اللہ اکبر" کہنا۔	(۱) ثنا پڑھنا یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا۔
(۲) قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔	(۲) حضور ﷺ پر درود پڑھنا۔
(۳) میت کے لیے دعا کرنا۔	(۳) میت کے لیے دعا کرنا۔

نوٹ:

مندرجہ بالا جو خاکہ پیش کیا گیا ہے، اس تعلق سے ضروری شرعی احکام و مسائل بیان کرنے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ ہم پہلے نماز جنازہ کا طریقہ سمجھ لیں، تاکہ اس کے تعلق سے بیان ہونے والے مسائل آسانی سے سمجھ میں آسکیں اور اچھی طرح یاد رہیں۔

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز جنازہ شروع کرنے سے پہلے میت (جنازہ) کو امام کے آگے، قبلہ کی طرف رکھ دیا جائے اور امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو اور مقتدی حضرات امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں کم سے کم تین صفیں کریں اور اگر آدمی زیادہ ہوں تو پانچ یا سات یا حسب ضرورت مزید طاق صفیں بنائیں۔ صفوں کو بالکل

سیدھی کریں اور امام کو چاہئے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے جنازہ پڑھنے والے مقتدیوں پر ایک نظر ڈال کر معائنہ کر لے، اگر عینیں درست نہ ہوں تو درست کروائے۔

● سب سے پہلے امام نیت کر کے بلند آواز سے ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور ہاتھوں کو نیچے لا کر ناف کے نیچے جیسا کہ عام طور سے نماز میں باندھتے ہیں، اسی طرح باندھ لے۔

● مقتدی بھی امام کے ساتھ ساتھ نیت کر کے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہوئے آہستہ آواز سے ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لیں۔

● پھر ثنا پڑھیں اور ثنا پوری ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے ”اللہ اکبر“ کہیں۔ امام بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ سے۔ یہ دوسری تکبیر ہوئی۔

● پھر درود ابراہیمی پڑھیں اور درود ابراہیمی پورا ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ”اللہ اکبر“ کہیں۔ امام بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ سے۔ یہ تیسری تکبیر ہوئی۔

● پھر دعائے نماز جنازہ پڑھیں اور دعا پوری ہونے کے بعد بغیر ہاتھ اٹھائے ”اللہ اکبر“ کہیں۔ امام بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ سے۔ یہ چوتھی تکبیر ہوئی۔ چوتھی تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ چھوڑ دیں اور سلام پھیریں۔

الحاصل!

● پہلی رکعت کے بعد ثنا پڑھیں۔

● دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھیں۔

• تیسری تکبیر کے بعد دعائے نماز جنازہ پڑھیں۔

• چوتھی تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیر دیں۔ امام بلند آواز سے ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہتے ہوئے پہلے دائیں اور پھر بائیں طرف سلام پھیرے اور مقتدی آہستہ آواز سے۔

نماز جنازہ کی نیت

نماز جنازہ میں نیت شرط ہے۔ یعنی دل میں نیت (ارادہ) ہو کہ میں جنازہ کی نماز پڑھ رہا ہوں۔ اور زبان سے بھی ادا کرنا مستحب ہے اور عربی زبان میں نیت کرنا بہتر اور افضل ہے۔ اگر عربی زبان میں نیت یاد نہیں تو جس زبان میں چاہے نیت کر سکتا ہے۔

عربی زبان میں اس طرح نیت کرے

”نَوَيْتُ أَنْ أَصَلِّيَ لِلَّهِ تَعَالَى صَلَاةَ الْجَنَازَةِ الثَّنَاءِ لِلَّهِ تَعَالَى وَالصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالدُّعَاءُ لِهَذِهِ الْمَيِّتِ وَاقْتَدَيْتُ بِهَذَا الْإِمَامِ مُتَوَجِّهًا إِلَى جِهَةِ الْكَعْبَةِ الشَّرِيفَةِ“

اگر عربی زبان میں نیت یاد نہ ہو تو اس طرح نیت کرے

نیت کی میں نے نماز جنازہ کی اللہ تعالیٰ کے لیے اور درود پڑھنے کی حضور اکرم ﷺ پر اور دعا کرنے کی اس میت کے لیے اس امام کے پیچھے رخ (منہ) میرا کعبہ شریف کی طرف۔

ثنا یہ ہے

”سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَجَلَّ

ثَنَّاوُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ“

درود ابراہیمی یہ ہے

”اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ“

نماز جنازہ کی دعا، بالغ مرد اور عورت کے لیے

نماز جنازہ کا اصل مقصد انتقال کرنے والے کی مغفرت کے لیے دعا کرنا ہے۔ انفرادی طور پر یعنی اکیلے دعا کرنے کی بہ نسبت اجتماعی طور پر یعنی چند اشخاص کے مل کر دعا کرنے میں قبولیت کی زیادہ تاثیر اور امید ہوتی ہے۔ کیونکہ جب چند مسلمان جمع ہو کر ایک ساتھ مجموعی طور پر کسی کے حق میں دعا کرتے ہیں، تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔

نماز جنازہ میں اپنے لیے، میت کے لیے اور تمام مؤمنین و مؤمنات کے لیے دعا کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ وہ دعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہیں اور اگر احادیث میں وارد دعائیں یاد نہ ہوں یا اسے اچھی طرح نہ پڑھ سکے، تو جو دعا چاہے پڑھے مگر وہ دعا امور دنیا کے تعلق سے نہ ہو بلکہ امور آخرت سے متعلق ہو۔ یعنی مغفرت طلب کرنا، دین اسلام پر قائم رہنے کی التجا کرنا، ایمان کے ساتھ خاتمہ ہونے کی دعا کرنا، اجر و ثواب مانگنا اور فتنوں سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا چاہیے۔

احادیث میں نماز جنازہ کی ایک سے زیادہ دعائیں وارد ہیں۔ اعلیٰ حضرت، امام

اہل سنت، مجددین و ملت، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک مستقل کتاب ”المنۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ“ (۱۳۱۸ھ) تصنیف فرمائی ہے اور احادیث میں وارد چودہ (۱۴) ماثور دعائیں جمع فرمائی ہیں۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا جو مسلمانوں کے عوام و خواص میں بہت ہی رائج ہے، وہ دعا ذیل میں درج ہے۔ اور یہ دعا بالغ مرد اور بالغ عورت کی نماز جنازہ میں پڑھی جائے گی۔

”اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِيرِنَا وَ كَبِيرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا، اللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاحْيِهِ عَلٰى الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلٰى الْاِيْمَانِ“

اس دعا کو امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور امام احمد، ابو یعلیٰ، بیہقی اور سنن میں حضرت سعید بن منصور نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے۔ (رضی اللہ عنہم)

حوالہ:- (۱) سنن ابو داؤد، مطبوعہ: آفتاب عالم پریس، لاہور، باب

البعاء للمیت، جلد ۲، ص ۱۰۱، ص ۱۰۲

(۲) جامع الترمذی، مطبوعہ دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۱

(۳) المستدرک علی الصحیحین، مطبوعہ بیروت، جلد ۱، ص ۳۵۸

(۴) مسند ابو یعلیٰ، مطبوعہ بیروت، حدیث نمبر ۵۹۸۳،

جلد ۵، ص ۳۷۶

(۵) المنۃ الممتازۃ فی دعوات الجنازۃ، ص ۳

(۶) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۲۱۰

نابالغ بچہ کی نماز جنازہ کی دعا

اگر میت نابالغ لڑکا ہے۔ تو تیسری تکبیر کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھیں:

”اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فَرَطًا وَ اجْعَلْ لَنَا أَجْرًا وَ ذُخْرًا وَ اجْعَلْ لَنَا شَافِعًا وَ مُشَفَّعًا“

نابالغ بچی کی نماز جنازہ کی دعا

اگر میت نابالغ لڑکی ہے، تو تیسری تکبیر کے بعد مندرجہ ذیل دعا پڑھیں:

”اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَ اجْعَلْهَا لَنَا أَجْرًا وَ ذُخْرًا وَ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَ مُشَفَّعَةً“

کس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور کس کی نہیں؟

مسئلہ:

ہر سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو مرنے کے بعد غسل و کفن دینا اور اس کے جنازے کی نماز پڑھنا، فرض قطعی علی الکفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں، تو جن جن کو اطلاع تھی سب گنہگار و تارک فرض و مستحق عذاب ہوں گے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۵۹

مسئلہ:

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ بے نمازی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھنا چاہئے، یہ خیال غلط ہے۔ البتہ صحیح یہ ہے کہ نماز نہ پڑھنا کبیرہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری ہے۔ لیکن کفر یا ارتداد نہیں یعنی ایسا شخص کافر یا مرتد نہیں جب کہ وہ نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو یا نماز پڑھنا ہلکا نہ جانتا ہو یا نماز کی توہین نہ کرتا ہو۔ لہذا وہ بے نمازی، مسلمان ہے اور ہر مسلمان کے جنازے کی نماز فرض کفایہ ہے، اگر سب نہ پڑھیں گے، سب گنہگار ہوں گے۔ نماز پنجگانہ اس پر فرض تھی، اس نے چھوڑ دی۔ نماز جنازہ ہم پر فرض

ہے، ہم کیوں چھوڑیں؟ نماز نہ پڑھ کر اس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص اللہ تبارک و تعالیٰ کا حق تھا۔ اس بے نمازی کی نماز جنازہ نہ پڑھ کر ہم وہ فرض چھوڑ رہے ہیں، جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا بھی حق ہے اور اس میت محتاج کا بھی حق العبد ہے۔ اور یہ سراسر نادانی اور خود اپنی بھی بدخواہی ہے۔

ماخوذ از: - فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۱۶۱، ۱۶۲

مسئلہ:

چار شخصوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(۱) باغی

(۲) رہزن یعنی ڈاکو جبکہ یہ دونوں جنگ (مڈ بھیر) میں قتل ہوں۔

(۳) رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلابا کر مارنے

والا۔

(۴) اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل۔

درمختار میں ہے: ”ہیَ فَرَضَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ مَاتَ ، خَلَا أَرْبَعَةَ بَغَاةٍ

وَ قُطَّاعُ طَرِيقٍ إِذَا قُتِلُوا فِي الْحَرْبِ وَ كَذَا مُكَابِرٌ فِي مِصْرٍ لَيْلًا

بِسَلَّاحٍ وَ خَنَاقٌ وَ قَاتِلُ أَحَدِ آبَوَيْهِ“

ترجمہ: ”ہر مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے سوائے چار کے۔ باغی، رہزن، جب کہ یہ

جنگ میں قتل ہوں۔ اسی طرح رات کو شہر کے اندر ہتھیار لے کر لوٹ مار کرنے والا، گلابا

کر مارنے والا اور اپنے ماں باپ میں سے کسی کا قاتل۔“

حوالہ: - (۱) درمختار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، باب صلوة

الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۲

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۵۹، ۱۶۱ اور ۱۶۳

مسئلہ :

جس نے خودکشی (Suicide) کی ہے، اس کی بھی نماز جنازہ پڑھنا مسلمانوں پر واجب اور اس کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے: ”مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ عَمْدًا يُصَلِّي عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَهُوَ الْأَصْحَحُّ كَذَا فِي التَّبْيِينِ“

ترجمہ: ”جس نے جان بوجھ کر اپنے نفس کو قتل کیا (خودکشی کر لی) اس کی نماز جنازہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک پڑھنی جائے گی اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور ایسا ہی بیان کتاب ”تبیین الحقائق“ میں بھی ہے۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مصر، جلد ۱، ص ۱۵۲

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۱، ص ۴۴۸

(۳) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۷

مسئلہ :

مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا۔ یعنی پیدا ہوتے وقت اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا، پھر مر گیا، تو اس کو غسل اور کفن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھیں گے۔ پیدا ہوتے وقت اکثر حصہ باہر آنے کی مقدار یہ ہے کہ اگر بچہ سر کی جانب سے باہر آیا ہے، تو سینہ تک اکثر ہے اور اگر پاؤں کی طرف سے باہر آیا ہے تو کمر تک اکثر ہے۔

حوالہ:- درمختار، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۹

مسئلہ :

بچہ کی ماں یا جنائی (دائی) نے بچہ زندہ پیدا ہونے کی گواہی دی اور ولادت کے وقت بچہ زندہ تھا، پھر مر گیا، ایسی شہادت مل جائے، تو اس بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے

گی۔ - حوالہ:- رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۹

مسئلہ:

چھوٹے بچے کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ماں باپ میں سے کوئی ایک مسلمان ہو، تو وہ بچہ مسلمان کے حکم میں ہے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

حوالہ:- رد مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۶

مسئلہ:

ہیجرہ اگر مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے اور نیت میں مرد اور عورت کی تخصیص کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ مرد و عورت دونوں کی نماز جنازہ کے لیے ایک ہی دعا ہے۔ خصوصاً یہ ہیجرے جو یہاں پائے جاتے ہیں، وہ مرد ہی ہوتے ہیں، جو اپنے آپ کو عورت بتاتے ہیں۔ - حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۱۷۴

مسئلہ:

مرتد کہ جس کے عقائد حد کفر تک پہنچ چکے ہوں، مثلاً: رافضی، خارجی، قادیانی، شیعہ، نجدی، وہابی، تبلیغی، غیر مقلد، وغیرہ جنہوں نے بارگاہ خداوندی جل جلالہ اور بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نیز بزرگان دین کی جناب میں کھلی گستاخیاں، بے ادبیاں اور توہین و تنقیص کی ہیں، ان تمام بد مذہبوں سے موت و حیات کے تمام علاقے اور رشتے قطع کرنا مسلمانوں پر فرض قطعی ہے۔ لہذا اگر وہ مرتد بد مذہب بیمار پڑیں تو ان کی عیادت اور بیمار پرستی کو جانا حرام، مرجائیں تو ان کی جنازہ کی نماز پڑھنا حرام، انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام اور ان کی قبر پر جانا بھی حرام ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

”وَلَا تَصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهٖ إِنَّهُمْ

كَذٰبٌ اِلٰلٰهٍ وَرَسُوْلِهٖ وَمَا تُوُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ“ (سورہ توبہ، آیت ۸۴)

ترجمہ: ”اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے رہنا، بے شک وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق میں ہی مر گئے۔“

(کنز الایمان)

بحوالہ: - فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، جلد: ۱، ص: ۵۰

تفسیر: ”اس آیت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔“

مسئلہ:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے اور یہ جو فرمایا (اور فسق ہی میں مر گئے) یہاں فسق سے کفر مراد ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ بھی فسق بمعنی کفر وارد ہوا ہے جیسے کہ آیت:

”أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا“ میں بیان ہے۔

مسئلہ:

فاسق کے جنازے کی نماز جائز ہے۔ اس پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے اور اس پر علمائے صالحین کا عمل اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

مسئلہ:

اس آیت سے مسلمانوں کے جنازے کی نماز کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے اور اس کا فرض کفایہ ہونا حدیث مشہور سے ثابت ہے۔

مسئلہ:

جس شخص کے مؤمن یا کافر ہونے میں شبہ ہو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی

جائے۔

جب کوئی کافر مر جائے اور اس کا وہی مسلمان ہو تو اس کو چاہئے کہ بطریق مسنون غسل نہ دے بلکہ نجاست کی طرح اس پر پانی بہا دے اور نہ کفن مسنون دے بلکہ اتنے کپڑے میں لپیٹ دے جس سے ستر چھپ جائے اسی طرح سنت طریقتہ پر دفن نہ کرے نہ بطریق سنت قبر بنائے صرف گڑھا کھود کر دبا دے۔

شان نزول: ”عبداللہ بن ابی بن سلول منافقوں کا سردار تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ، جو مسلمان صالح مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے انہوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے باپ عبداللہ بن ابی سلول کو دفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں، اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور کو معلوم تھا کہ حضور کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا، اس لئے حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی کی۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت ؑ اس جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے، تو عبداللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا۔ حضور کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ میں شرکت نہ فرمائی اور حضور کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں۔ یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔“

نماز جنازہ کہاں پڑھی جائے؟

مسئلہ:

اگر نماز جنازہ چلتی سواری پر پڑھی، تو نماز نہ ہوگی۔ یونہی اگر جنازہ کسی جانور پر یا چلتی سواری پر لدا ہوا ہے، تو بھی نماز جنازہ نہ ہوگی۔

حوالہ:- درمختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۶ اور ۱۴۷

مسئلہ:

مذہب حنفی میں مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ میت (جنازہ) مسجد کے اندر ہو یا باہر ہو۔ سب نمازی مسجد کے اندر ہوں یا بعض۔ ہر حال میں مسجد کے اندر نماز جنازہ مکروہ تحریمی اور منع ہے۔

ہدایہ میں ہے:

”لَا يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا أَجْرَ لَهُ وَ لِأَنَّهُ بُنِيَ لِأَدَاءِ الْمَكْتُوبِ وَ لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ تَلْوِيْثُ الْمَسْجِدِ وَ فِيهَا إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ خَارِجَ الْمَسْجِدِ اخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ“

ترجمہ: ”مسجد جماعت میں کسی میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی۔ اس لئے کہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے اجر نہیں، اور اس

لئے کہ مسجد فرض نمازوں کی ادائیگی کے لیے بنی ہے۔ اور اس لئے کہ اس میں مسجد کی

آلودگی کا احتمال ہے۔ اور ہدایہ ہی میں ہے کہ جب میت مسجد کے باہر ہو، تو اس میں

مشائخ کا اختلاف ہے۔“

تنویر الابصار میں ہے:

كَرِهَتْ تَحْرِيمًا فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ هِيَ فِيهِ وَ اخْتَلَفَ فِي
الْخَارِجَةِ وَ الْمُخْتَارِ الْكَرَاهَةُ .

ترجمہ: ”مسجد جماعت میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے۔ جبکہ جنازہ مسجد کے اندر ہو اور اگر جنازہ مسجد سے باہر ہے، تو اس بارے میں اختلاف ہے۔ مختار (اختیار کیا گیا قول) یہ ہے، کہ مکروہ ہے۔“

حوالہ:- (۱) الہدایۃ . مطبوعہ . مجلس برکات، مبارک پور، فصل فی

الصلوة علی المیت، جلد ۱، ص ۱۶۱

(۲) در مختار . مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۳

(۳) فتاوی رضویہ، (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۱، اور ۲۶۳

(۴) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۸

مسئلہ:

صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو، نہ امام جنازہ، نہ صف جنازہ، یہ سب مکروہ

ہے۔ حوالہ:- فتاوی رضویہ، (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۴

مسئلہ:

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی، ناجائز اور گناہ ہے، بلکہ جنازہ کسی مسجد کے اندر داخل کرنا بھی مکروہ ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاوی عالمگیری، مطبوعہ، مصر جلد ۱، ص ۱۵۵

(۲) عنایہ مع فتح القدیر، جلد ۲، ص ۹۰

(۳) فتاوی شامی، جلد ۱، ص ۵۹۳

(۴) فتاوی فیض الرسول، جلد ۱، ص ۴۴۵

مسئلہ :

مسجد کا صحن بھی مسجد کے حکم میں ہے لہذا مسجد کے صحن میں بھی نماز جنازہ مکروہ ہے۔ البتہ مسجد کی حد سے باہر فنائے مسجد (خارج از مسجد) میں جائز ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ۲۶۵

مسئلہ :

جنازہ کی نماز کے لیے مسجد سے متصل کوئی جگہ جو خارج مسجد ہو، ایسی جگہ کو خاص نماز جنازہ کے لئے متعین کر کے اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ اسی طرح عید گاہ میں بھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ طحاوی شریف میں ہے:

”لَا تُكْرَهُ فِي مَسْجِدٍ أُعِدَّ لَهَا وَ لِيَا فِي مَدْرَسَةٍ وَ مُصَلًى عِيدٍ“
ترجمہ: ”جو مسجد خاص صرف نماز جنازہ کے لیے بنائی گئی ہو، اس میں جنازہ کی نماز پڑھنا مکروہ نہیں، اسی طرح مدرسہ یا عید گاہ میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں۔“

حوالہ:- طحاوی علی مراقی الفلاح، از سید العلماء، علامہ امام سید

احمد مصری طحاوی حنفی، مطبوعہ: قسطنطنیہ، ص ۳۲۶

مسئلہ :

بعض مقامات پر لوگ ایسا بہانہ کرتے ہیں کہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں اور خصوصاً رمضان المبارک کے مہینے میں نماز جنازہ میں شریک ہونے والے حضرات روزہ دار ہوتے ہیں اور خارج مسجد دھوپ میں نماز جنازہ پڑھنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا ہم نماز جنازہ داخل مسجد چھت کے سایہ میں پڑھتے ہیں۔ ان کا یہ عذر ہرگز نہیں مانا جائے گا، امام احمد رضا محقق بریلوی فرماتے ہیں:

”نماز جنازہ بہت ہلکی اور جلد ادا ہو جانے والی چیز ہے۔ اتنی دیر دھوپ کی

تکلیف ایسی نہیں کہ اس کے لیے مکروہ تحریمی گوارہ کیا جائے اور مسجد کی بے حرمتی روار کھیں۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۵۷

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۲

مسئلہ:

اگر نماز جنازہ مسجد کے اندر (داخل مسجد) پڑھی، تو بھی نماز ادا ہو جائے گی اور نماز جنازہ کا فرض اتر جائے گا، البتہ حکم شریعت کی مخالفت کا گناہ ہوگا، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

”رہی نماز وہ ادا ہو جائے گی، فرض اتر جائے گا اور مخالفت حکم کا گناہ اور نفس نماز کا ثواب اللہ عزوجل کے ہاتھ، جیسے کوئی مغصوب زمین میں نماز پنجگانہ پڑھے۔“

(حوالہ: ایضاً)

مسئلہ:

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ (مکہ مکرمہ) اور مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں نماز جنازہ کیوں ہوتی ہے؟ اور جب کعبہ شریف میں نماز جنازہ پڑھتے ہیں تو ہمارے یہاں کی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کیا حرج ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا محقق بریلوی فرماتے ہیں:

”وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۸۴

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۶

اہم نکتہ:

مسجد کے اندرونی حصہ میں نماز جنازہ پڑھنے کی مذہب حنفی میں جو ممانعت ہے،

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مساجد کو صاف ستھری رکھنا اور گندگی سے ملوث ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ احادیث کریمہ اور کتب فقہ میں اس کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے۔ بلکہ فقہ کی کتابوں میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ

● مسجد میں اس طرح کھانا پینا کہ مسجد میں گرے اور مسجد آلودہ ہو، مطلقاً حرام ہے۔ یہ حکم معتکف اور غیر معتکف سب کے لیے یکساں ہے۔

حوالہ:- احکام شریعت، حصہ ۱، مسئلہ ۱، ص ۲

● مسجد کو گھن (کراہت) کی چیز سے بچانا ضروری ہے، آج کل دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ وضو کرنے کے بعد اعضاء وضو پر جو پانی ہوتا ہے، اسے کپڑے سے پونچھ کر خشک کرنے کے بجائے ہاتھ سے پانی پونچھ کر مسجد کے فرش پر جھاڑ دیتے ہیں۔ یہ ناجائز اور حرام ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ، جلد ۱، ص ۷۳۳

● حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:-

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:-

“جَنَّبُوا مَسَاجِدَكُمْ مِنْ صِبْيَانِكُمْ وَ مَجَانِينِكُمْ .”

ترجمہ: ”اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ۔“

حوالہ:- (۱) سنن ابن ماجہ، جلد ۱، ص ۵۵

(۲) فتح الباری للعسقلانی، جلد ۱۳، ص ۱۵۷

(۳) مجمع الزوائد للہیثمی جلد ۲، ص ۲۵

(۴) التفسیر لابن کثیر، جلد ۶، ص ۶۸

(۵) المطالب العالیۃ لابن حجر، ص ۳۵۷

(۶) المعجم الکبیر للطبرانی، جلد ۸، ص ۱۵۶

اس حدیث شریف میں ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانے کی جو ممانعت فرمائی گئی ہے اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو پیشاب، پاخانہ وغیرہ کا شعور نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے پیشاب کرنے یا پاخانہ کرنے کا وقت متعین ہوتا ہے ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو یہ شعور نہیں ہوتا کہ پیشاب یا پاخانہ کب کرنا چاہیے اور کب نہیں اور کہاں کرنا چاہیے اور کہاں نہیں۔ لہذا ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانے سے یہ احتمال رہتا ہے کہ نہ جانے کب وہ پیشاب یا پاخانہ کر دیں اور مسجد کا فرش نجاست سے ملوث ہو جائے۔ لہذا ان کو مساجد میں آنے سے روکا گیا ہے، تاکہ مساجد کا نجاست سے ملوث ہونے کا امکان ہی نہ رہے۔

امام اہل سنت، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

”امعاء غالباً فضلات سے خالی نہیں ہوتیں اور موت مزیل استمساک و موجب استرخائے تام ہے اور جنازہ لے چلنے کی حرکت موید خروج، تو ہر میت میں خوف تلویت موجود، باقی کسی خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت، ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا مطلقاً ممنوع ہوا کہ سب میں احتمال تلویت قائم۔ کچھ یہ شرط نہیں کہ جس بچہ کو اسہال وغیرہ کا عارضہ لاحق ہو، وہی مسجد میں نہ لایا جائے، یونہی میت بلکہ اس سے بھی زائد“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۰

مندرجہ بالا عبارت کا ما حاصل یہ ہے کہ عموماً امعاء یعنی آنتیں فضلات یعنی پاخانہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ زندہ آدمی کی آنتیں پاخانہ وغیرہ فضلات سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی طرح مردہ آدمی کی آنتیں بھی فضلات سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ زندہ آدمی کی آنتوں میں جو فضلات ہوتے ہیں، اسے آدمی روکے ہوئے ہوتا ہے۔ یعنی بغیر محل و موقع وہ فضلات از خود باہر نہیں آجاتے بلکہ آدمی بیت الخلاء یا موضع قضائے حاجت میں جا کر

جب تک اسے باہر نہیں نکالتا، وہ فضلات آنتوں میں رکھے رہتے ہیں اور باہر نہیں آتے۔
 المختصر، آنتوں کے اندر کے فضلات پر زندہ آدمی کا استمساک یعنی گرفت اور پکڑ
 (Control) ہوتی ہے۔ وہ اگر چاہے تو روکے رکھے اور اگر چاہے تو باہر نکال دے۔ یہ
 استمساک صرف زندہ آدمی کو ہی ہے۔ موت واقع ہونے کے بعد مردہ آدمی کا آنتوں پر
 استمساک یعنی گرفت و کنٹرول نہیں ہوتا کیونکہ موت مزیل استمساک یعنی کنٹرول کو
 مٹا دیتی ہے۔ لہذا اب آنتوں کے اندر جو فضلات ہیں وہ بغیر کسی کنٹرول کے آنتوں میں
 پڑے ہوتے ہیں بلکہ اس کے خود بخود باہر آ جانے کے زیادہ امکانات ہیں کیونکہ موت کا
 واقع ہونا ”موجب استرخائے تام“ یعنی ڈھیلا ہو کر نکل جانے کا کامل امکان ہونے کا
 سبب ہے۔ علاوہ ازیں گھر سے جنازہ لے کر چلنے کی وجہ سے اس میت کے جسم کو حرکت
 ہوتی ہے اور اس حرکت کی وجہ سے اس کا پیٹ ہلتا ہے اور پیٹ کے ہلنے کی وجہ سے آنتیں
 بھی متحرک ہوتی ہیں لہذا آنتوں کے اندر جو فضلات ہوتے ہیں ان میں سیلان آتا ہے
 یعنی وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف آگے بڑھتے ہیں اور آگے بڑھتے بڑھتے وہ
 جسم سے باہر آ جائیں ایسا قوی امکان اور گمان ہے۔ اگر اندر کے فضلات میت کے جسم
 سے باہر آ گئے تو وہ فضلات میت کے کفن کو گیلیا کرنے کے بعد ٹپک پڑیں گے اور ٹپک کر
 مسجد کے فرش پر گر کر اسے نجاست سے ملوث کر دیں گے اور مسجد کو تلویت سے بچانا
 ضروری، لازمی بلکہ واجب ہے۔ لہذا علماء نے میت کو مسجد میں لانے کی ممانعت صادر
 فرمادی تاکہ ”نہ رہے بالنس، نہ بچے بانسری“۔

اس معاملہ میں کچھ لوگ ایسی دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہر میت کے پیٹ سے

فضلات خارج نہیں ہوتے بلکہ جس کا انتقال مرض اسہال یعنی پاخانہ کثرت سے ہونے

کی بیماری جس کو انگریزی میں (Diarrhoea) کہتے ہیں۔ اس بیماری میں کثرت سے پتلا پاخانہ ہوتا ہے۔ اس بیماری کو عوام دست آنا بھی کہتے ہیں۔ اس بیماری میں کثرت سے پاخانہ ہونے کی وجہ سے جسم کا پانی ختم ہو جاتا ہے۔ اور (Dehydration) ہو جانے کی وجہ سے آدمی مر جاتا ہے۔ ایسے مرض (اسہال) میں انتقال کرنے والے شخص کے انتقال کے بعد بھی پاخانہ کے مقام سے باریک اور پتلا پاخانہ نکلنے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ اگر مرض اسہال میں مرا ہے تو اس کے جنازہ کو مسجد میں نہ لانا چاہئے لیکن عام طور پر جو لوگ مرتے ہیں، ان کے جنازے کو مسجد میں لانے میں کیا حرج ہے؟

اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ ”باقی کسی خاص وجہ سے غلبہ ظن کی کیا حاجت“ یعنی صرف مرض اسہال میں انتقال کرنے والے کے جنازہ کو مسجد میں لانے سے مسجد کا فرش ناپاک ہونے کا غالب گمان ہے۔ صرف اسی وجہ سے مرض اسہال میں مرنے والے کے علاوہ دوسرے جنازے مسجد میں لانے کی رخصت ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں نا سمجھ بچوں کو مسجد میں لانے کی جو ممانعت ہے، وہ عام ہے اس ممانعت میں کسی بھی قسم کی تخصیص نہیں۔ یعنی جس بچے کو دست آتے ہوں، اسے ہی مسجد میں نہ لایا جائے۔ بلکہ نا سمجھ بچوں کو مسجد میں لانے کی جو ممانعت ہے وہ تمام نا سمجھ بچوں کے لیے ہے۔ کیونکہ تمام بچوں سے مسجد کی تلویت (گندگی، ناپاکی) کا خطرہ ہے۔ تو جب مسجد کی تلویت کی وجہ سے تمام نا سمجھ بچوں کا مسجد میں داخلہ ممنوع قرار پایا ہے، تو نا سمجھ بچوں کے مقابلے میں میت سے مسجد کی تلویت کا زیادہ امکان ہے۔ اور اسی وجہ سے مسجد میں جنازہ لانا ممنوع ہے۔

مسئلہ :

شارع عام یعنی شاہراہ جس پر چلنے کا ہر شخص کا حق ہے یا کسی کی ملکیت کی زمین جب کہ زمین کا مالک نماز جنازہ پڑھنے سے منع کرتا ہو، ایسی زمین پر اور شارع عام پر نماز جنازہ پڑھنا منع ہے۔

حوالہ: - بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۸

مسئلہ :

اگر کوئی شخص کوئیں میں گر کر مر گیا اور کسی وجہ سے اس کا مردہ جسم باہر نہ نکالا جاسکا یا اس کے اوپر مکان گرا اور وہ مکان کے نیچے دب کر مر گیا اور اس کا مردہ جسم نکالنا نہ جاسکا تو اس جگہ کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھ لیں اور اگر دریا یا لمندر میں ڈوب کر مر گیا اور اس کا مردہ جسم نکالنا نہ جاسکا، تو اس کی نماز جنازہ سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے، کیونکہ میت کا نمازیوں کے سامنے ہونا معلوم نہیں۔ جب کہ کوئیں میں ڈوبنے والا یا مکان کے نیچے دبنے والا ایک متعین جگہ پر ہے اور اس متعین جگہ کے سامنے کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے وقت میت نمازیوں کے سامنے ہوگی۔

ماخوذ از: بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۸

مسئلہ :

میت کو بغیر غسل دیئے نماز پڑھ کر یا نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا اور اس کی قبر پر مٹی بھی ڈال دی گئی، تو اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں، جب تک اس کا جسم پھٹنے (بگڑنے، سڑنے) کا غالب گمان نہ ہو، اور اگر ابھی صرف قبر میں رکھا ہے اور مٹی نہیں دی گئی تو مردہ کو قبر سے نکال کر نماز جنازہ پڑھ کر پھر دفن کر دیں۔

حوالہ: - (۱) بہار شریعت - حصہ ۴ - ص ۱۵۸

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹ - ص ۱۹۵

مسئلہ:

اگر مذکورہ صورت حال پیدا ہوئی اور قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی نوبت آئی، تو اس میں دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جائے۔ بس یہ غالب گمان ہو کہ میت کا جسم پھٹا نہیں اور سلامت ہے اور میت کا جسم جلد یا دیر میں پھٹنے میں موسم کے اور میت کے جسم و مرض کے اختلاف کی وجہ سے مختلف اوقات ہیں۔ مثلاً موسم سردی میں میت کا جسم دیر میں اور گرمی کے موسم میں جلد پھٹ جائے گا۔ اسی طرح فرہ یعنی موٹا بدن جلد اور لاغر (دبلا) جسم دیر میں پھٹے گا۔ یونہی گیلی زمین میں مردہ جلد اور خشک زمین میں دیر سے پھٹے گا۔

(حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

میت کو غسل دیئے بغیر اس کی نماز جنازہ پڑھی تو نماز نہ ہوئی، اس کو غسل دے کر پھر سے نماز جنازہ پڑھیں، اور اگر میت کو قبر میں رکھ چکے ہیں، مگر ابھی مٹی نہیں ڈالی گئی تو قبر سے باہر نکال کر، غسل دے کر نماز پڑھیں اور اگر مٹی دے چکے ہیں تو اب نہیں نکال سکتے لیکن پھر بھی دوبارہ اب اس کی قبر پر نماز پڑھیں۔ دوسری مرتبہ پڑھی گئی نماز ہو جائے گی۔ اور پہلی مرتبہ جو نماز بغیر غسل کے پڑھی گئی، وہ نہ ہوئی۔ حالانکہ دونوں نمازیں بغیر غسل کے پڑھی گئی ہیں۔ پہلی اس لیے نہ ہوئی کہ تب غسل دینا ممکن تھا اور غسل نہ دیا۔ دوسری مرتبہ اس لیے ہو جائے گی کہ اب غسل دینا ممکن نہیں، اور مجبوری کی حالت ہے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۷۴

نماز جنازہ کے اوقات کی تفصیل

جس طرح پنجگانہ نماز میں وقت شرائط نماز ہیں۔ سے ہے کہ ہر نماز کا وقت متعین

ہے۔ علاوہ ازیں اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اور اسی طرح کے کئی متفرق مسائل پنجگانہ نماز سے متعلق ہیں، لیکن نماز جنازہ میں وقت شرائط سے نہیں اور نماز جنازہ کا کوئی وقت متعین و مقرر نہیں کہ انہیں اوقات میں جنازہ کی نماز پڑھی جائے بلکہ جس وقت بھی چاہیں، جنازہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ البتہ اوقات کے تعلق سے باعتبار فضیلت کچھ مسائل ضرور ہیں۔ جو ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ :

نماز جنازہ ہر وقت مشروع ہے یعنی پڑھی جاسکتی ہے۔ یہاں تک کہ تینوں اوقات مکروہہ میں بھی پڑھی جاسکتی ہے جب کہ مکروہہ وقت ہی میں جنازہ آیا ہو۔ یعنی اگر مکروہہ وقت میں جنازہ آیا، تو اسی وقت نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ جنازہ پہلے سے موجود ہے اور نماز میں تاخیر کر دی، یہاں تک کہ مکروہہ وقت آگیا۔ کیونکہ اگر جنازہ مکروہہ وقت سے پہلے آگیا تھا، تو اس کا ادا کرنا و جوہ کامل تھا اور اس کو غیر مکروہہ وقت میں ادا کرنی تھی، لیکن تاخیر کر دی اور مکروہہ وقت آگیا، اور اب ادا کرے تو ناقص ہوگی۔ ہاں اگر جنازہ ہی مکروہہ وقت لایا گیا، تو اب اس کو ادا کرنے کا و جوہ اسی مکروہہ وقت میں ہوا۔ لہذا اب مکروہہ وقت میں اس کو ادا کرے تو ناقص نہیں ہوگی۔

صَلَوَةُ الْجَنَازَةِ مَشْرُوعَةٌ فِي كُلِّ وَقْتٍ حَتَّى فِي الْأَوْقَاتِ الثَّلَاثَةِ

إِنْ حَضَرَتْ فِيهَا۔

ترجمہ: ”نماز جنازہ ہر وقت مشروع ہے، یہاں تک کہ تینوں اوقات مکروہہ (طلوع، غروب اور زوال) میں بھی، اگر اسی وقت آیا ہو۔“

اور حدیث شریف میں بھی ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں دیر نہ کی جائے،

میں سے ایک یہ جنازہ ہے۔ جب آجائے۔

- حوالہ:- (۱) در مختار، کتاب الصلاة، جلد ۱، ص ۶۱
 (۲) رد المحتار، مطبوعہ، مصر، جلد ۱، ص ۲۷۵
 (۳) فتاویٰ عالمگیری، جلد ۱، ص ۹۹
 (۴) فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۹، ص ۱۸۵
 (۵) بہار شریعت حصہ ۳، ص ۲۴
 (۶) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۵۲

مسئلہ:

نماز عید کے وقت اگر جنازہ آیا، تو پہلے عید کی نماز پڑھیں، پھر نماز جنازہ پڑھیں،
 پھر عید کا خطبہ پڑھیں۔

- حوالہ:- (۱) رد المحتار، مطبوعہ رشیدیہ، کوئٹہ، جلد ۱، ص ۶۵۸
 (۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۹

مسئلہ:

مغرب کی نماز کے وقت جنازہ آیا، تو پہلے نماز مغرب ادا کرنا چاہئے، بلکہ مغرب
 کے بعد کی مقررہ سنتوں کو بھی ادا کر لینا چاہئے، پھر نماز جنازہ پڑھنی چاہئے۔

- حوالہ:- (۱) در مختار، مطبوعہ: مطبع مجتبائی، دہلی، باب: صلوة
 الجنائز، جلد ۱، ص ۱۲۲/۱۲۳
 (۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۸۳
 (۳) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۱۸

مسئلہ:

نماز مغرب کے وقت جنازہ آیا، تو فرض اور سنتیں پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں، یوں
 ہی کسی اور فرض نماز کے وقت جنازہ آئے اور جماعت تیار ہو، تو فرض و سنتیں پڑھ کر نماز

جنازہ پڑھیں، بشرطیکہ نماز جنازہ کی تاخیر میں میت کا جسم خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۹

مسئلہ:

ظہر کی نماز کے وقت جنازہ آیا اور وقت بہت ہے، تو نماز جنازہ پہلے پڑھیں۔
البتہ اگر جنازہ لے جانے والے بھی اسی ظہر کی نماز کی جماعت میں شریک ہوں گے اور نماز جنازہ ظہر سے پہلے پڑھ لینے کے باوجود بھی جنازہ، نماز ظہر سے فارغ ہو جانے تک رکھا رہے گا، تو اگر میت کے جسم کے بگڑنے یا پھٹنے کا اندیشہ نہ ہو، تو بعد میں نماز جنازہ پڑھیں تاکہ نماز ظہر پڑھنے والے وہ حضرات جو جنازہ کے ساتھ نہیں آئے تھے، وہ بھی نماز میں شریک ہو جائیں اور زیادہ لوگ نماز جنازہ پڑھیں۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۸۴

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۸۴

مسئلہ:

عصر کی نماز سے پہلے جنازہ آیا، تو اب نماز جنازہ پہلے پڑھیں اور اگر وقت تنگ ہے تو عصر کی نماز پہلے پڑھنا ضروری ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۵۲

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۸۵

مسئلہ:

عصر کی نماز کے بعد نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ بلکہ اگر مکروہ وقت میں جنازہ آیا، مثلاً سورج ڈوبنے سے دس منٹ پہلے جنازہ لایا گیا، تو اسی وقت نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں، کراہت اس صورت میں ہے کہ پہلے سے جنازہ موجود ہے اور

بلاوجہ تاخیر (دیر) کی، یہاں تک کہ مکروہ وقت آگیا۔

حوالہ:- فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۱، ص ۴۴۳

مسئلہ:

جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا، تو اگر نماز جمعہ سے پہلے اسے غسل و کفن دے کر اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر سکتے ہیں، تو پہلے ہی کر لیں۔ جنازہ اس خیال سے جمعہ کی نماز تک روک رکھنا کہ نماز جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔

حوالہ:- رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۸

مسئلہ:

اگر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے جنازہ تیار ہو گیا تو جماعت کثیر کے انتظار میں دیر نہ کریں اور پہلے ہی دفن کر دیں۔
لیکن آج کل عوام میں اس کے خلاف کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور نرے جاہل ایسی باتیں اڑاتے ہیں کہ کوئی کہتا ہے، میت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے، کوئی کہتا ہے، کہ نماز کے بعد دفن کریں گے، تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل اور شریعت کے مقصد کے خلاف ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۱۰

نماز جنازہ میں میت اور مصلیٰ دونوں کی طہارت

مسئلہ:

میت کے بدن کا پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسے غسل دیا گیا ہو، یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو، کفن پہنانے سے پہلے اگر میت کے بدن

سے نجاست نکلی تو اسے دھو ڈالی جائے اور اگر کفن پہنانے کے بعد نکلی، تو اب دھونے کی حاجت نہیں۔

میت کا کفن پاک ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسے پاک کفن پہنایا جائے اگر میت کو پاک کفن پہنانے کے بعد میت کے بدن سے نجاست خارج ہوئی اور کفن آلودہ ہوا، تو حرج نہیں، کفن دھونے کی ضرورت نہیں۔

حوالہ:- در مختار، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۷

مسئلہ:

نماز جنازہ پڑھنے والے سے متعلق شرطیں وہی ہیں، جو دیگر نمازوں سے متعلق ہیں، مثلاً نماز پڑھنے والے کا بدن اور کپڑے، نیز جس جگہ پر وہ نماز پڑھتا ہو وہ جگہ نجاست حقیقیہ اور حکمیہ سے پاک ہو، ستر عورت ہو، استقبال قبلہ اور نیت ہو، وقت کی شرط نہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

”أَمَّا الشُّرُوطُ الَّتِي تَرْجِعُ إِلَى الْمُصَلِّي فَهُوَ شُرُوطُ بَقِيَّةِ الصَّلَاةِ مِنَ الطَّهَارَةِ الْحَقِيقَةِ بَدَنًا وَ ثَوْبًا وَ مَكَانًا وَ الْحُكْمِيَّةِ وَ سَتْرِ الْعَوْرَاتِ وَ الْإِسْتِقْبَالَ وَ النِّيَّةِ سِوَى الْوَقْتِ“۔ اسی میں ہے کہ لاصِحَّة لَهَا بِدُونِ الطَّهَارَةِ يَعْنِي ”بغیر طہارت کے نماز جنازہ صحیح نہیں۔“

حوالہ:- (۱) رد المحتار، مطبوعہ ادارہ الطباعة، مصر، جلد ۱، ص ۵۸۲

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۹

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۸۷

مسئلہ:

اگر امام بے طہارت ہے اور مقتدی باطہارت، تو نماز جنازہ پھر سے پڑھنی ہوگی

اور اگر اس کے برعکس یعنی امام باطہارت ہے اور مقتدی بے طہارت، تو اس صورت میں جنازے کی نماز کا اعادہ نہیں۔

حوالہ:- (۱) در مختار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۱

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۹

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۸۷

(۴) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۶

مسئلہ:

اگر جنازہ تیار ہے اور نماز جنازہ شروع ہونے والی ہے، اور اگر کوئی شخص وضو یا غسل کرے گا تو اتنی دیر میں نماز جنازہ پڑھ لی جائے گی اور یہ شخص نماز جنازہ میں شامل نہیں ہو سکے گا، تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۴۹

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۰۷

(۳) بہار شریعت، حصہ ۲، ص ۶۳

(۴) بہار شریعت حصہ ۴، ص ۱۴۶

حدیث:

ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں اور امام اجل ابو جعفر طحاوی ”شرح معانی الآثار“ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”إِذَا فُجِئَتْكَ الْجَنَازَةُ وَ أَنْتَ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ فَتَيْمَّمْ وَصَلِ عَلَيْهِ“

ترجمہ: ”جب تمہارے پاس اچانک جنازہ آجائے اور تم بے وضو ہو، تو تیمم کر کے نماز پڑھ لو۔“

حوالہ:- (۱) شرح معانی الآثار، باب ذکر الجنب و الحائض، مطبوعہ

ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، جلد ۱، ص ۶۴

(۲) جامع الاحادیث۔ مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا۔

پوربندر، جلد ۲، ص ۵۱

(۳) الکامل لابن عدی، مطبوعہ دارالفکر، بیروت، جلد ۷، ص ۲۶۴

(۴) المصنف لابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی،

جلد ۳، ص ۲۰۵

مسئلہ :

بعض لوگ جوتا پہنے ہوئے اور بہت لوگ جوتے اتار کر اسی پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر جوتا پہنے ہوئے پڑھی تو جوتا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے اگر بقدر مانع یعنی جتنی مقدار کی نجاست منع ہے اتنی نجاست ہوگی تو اس کی نماز نہ ہوگی اور اگر جوتے پر کھڑے ہو کر پڑھی تو جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے۔

حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۶

مسئلہ :

اگر نماز جنازہ کے فوت ہونے کے خوف سے وضو یا غسل کے بجائے تیمم کر کے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھی تھی کہ دوسرا جنازہ آ گیا اور وضو یا غسل کی مہلت نہیں ہے تو اسی ایک تیمم سے دوسرا اور تیسرا جہاں تک ہو، نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۶۴

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۳۳

مسئلہ :

اگر پانی ہوتے ہوئے نماز جنازہ فوت ہونے کے خوف سے تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھی، اب دوسرا جنازہ آ گیا، اگر بیچ میں اتنی مہلت پائی تھی کہ وضو کر لیتا لیکن وضو

نہیں کیا اور اب اگر وضو کرتا ہے، تو یہ دوسرے جنازہ کی نماز فوت ہو جاتی ہے، تو اس صورت میں دوبارہ تیمم کرے۔ اور اگر دونوں جنازوں کے درمیان وضو کرنے کی مہلت ہی نہ پائی تھی تو اسی پہلے تیمم سے دوسرے جنازہ کی نماز بھی پڑھے۔

حوالہ:-

- | | |
|------------------------------|----------------------------------|
| (۱) فتاویٰ کبریٰ | (۲) فتاویٰ قاضی خار |
| (۳) خزانا المفتیین | (۴) جامع المضمورات |
| (۵) شرح قدوری | (۶) فتح القدیر |
| (۷) جواهر الاخلاطی | (۸) فتاویٰ عالمگیری، جلد ۱، ص ۳۱ |
| (۹) فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۶۵ | (۱۰) فتاویٰ رضویہ (مترجم) |
| | جلد ۹، ص ۳۳۶. |

نماز جنازہ کی امامت کا حق دار کون؟

شریعت میں نماز جنازہ کی امامت کرنے کا حق ترتیب وار متعین کیا گیا ہے اور یہ جو ترتیب متعین کی گئی ہے اس میں ایک ضروری امر یہ ہے کہ جس کو امامت نماز جنازہ کا سب سے زیادہ حق ہے، اس کے موجود ہوتے ہوئے یا اس کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی شخص امامت نہیں کر سکتا۔ اگر کسی دوسرے نے امامت کی تو بھی حقدار کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھے یا پڑھائے۔

(۱) سلطان اسلام:

وہ موجود نہ ہو، تو اس کا نائب۔

(۲) حاکم اسلام:

یہ موجود نہ ہو تو اس کا نائب۔

(۳) قاضی:

یعنی مسلمان منصف (نج) جو شرع کی رو سے فیصلہ کرے (فیروز اللغات، ص ۹۴۴) اگر یہ موجود نہ ہو تو قاضی کا نائب۔

(۴) حاکم اسلام کا نائب:

یعنی سلطان اسلام کے نائب کا نائب۔ اگر وہ موجود نہ ہو تو قاضی شرع کا نائب۔

(۵) قاضی کا نائب:

یعنی قاضی شرع کا نائب، جو قاضی شرع کی عدم موجودگی میں از روئے شرع مقدمات کا فیصلہ کرے۔

ضروری نوٹ:

عام طور سے نکاح پڑھانے والے کو بھی قاضی کہا جاتا ہے۔ یہاں جس قاضی کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب ہرگز مراد نہیں ہے۔ حالانکہ عوام المسلمین نکاح خواں مولوی صاحب کو ”قاضی صاحب“ کہتے ہیں۔ لیکن یہاں قاضی سے مراد وہ منصف (نج) ہے جو اسلامی سلطنت میں مقدمات کا فیصلہ کرنے کے عہدے پر فائز ہوتا ہے۔ اب یہاں اسلامی سلطنت نہیں، لہذا علماء بلد قاضی شرع ہیں، انہیں کے یہاں مقدمات فیصلہ کے لیے پیش کیے جائیں۔

ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

امام اہل سنت، مجدد دین ملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی علیہ

الرحمة والرضوان اپنے ایک فتوے میں رقمطراز ہیں کہ:

”نکاح خوانی کا قاضی کوئی عہدہ شرعی نہیں۔ وہ بے اذن ولی ہرگز نہیں پڑھا

سکتا“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۸۵

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۷۴

خلاصہ:

حقدار امامت نماز جنازہ میں بالترتیب جن اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے، وہ اشخاص صرف اسلامی سلطنت میں ہی اپنے اپنے منصب اور عہدہ پر پائے جاتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں اور خصوصاً ہمارے ملک میں کہ جہاں جمہوریت ہے، وہاں ان منصب اور عہدہ کے معزز حضرات نہیں پائے جاتے۔ لہذا اس کے مطابق حقدار امامت جنازہ کی ترتیب پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے۔

(۶) امام مسجد محلہ:

یعنی مرنے والا جس محلہ میں رہتا تھا، اس محلے کی مسجد کا امام (جو سنی صحیح العقیدہ،

پابند شرع ہو)

● امام محلہ کو ولی پر تقدیم (فضیلت) دینا مستحب ہے۔ بشرطیکہ وہ امام مسجد محلہ ولی سے افضل ہو، ورنہ ولی بہتر ہے۔

نوٹ:

یہاں جس ولی کا ذکر ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ وہ چند سطروں کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔

● امام مسجد محلہ کے بہتر ہونے کی وجہ فقہائے کرام نے یہ بتائی ہے کہ مرنے والے

نے اپنی زندگی میں اس کی امامت اور اس کی اقتداء پسند کی۔ لہذا بعد وفات اس کی نماز جنازہ محلہ کی مسجد کے امام کو پڑھانی چاہئے۔

بعض فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جامع مسجد کا امام محلہ کی مسجد کے امام سے بہتر ہے۔ لیکن اس سے بھی مراد امام مسجد محلہ ہوگا۔ کیونکہ اگلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت صرف ایک ہی مسجد کھلی رہتی تھی، بقیہ تمام مساجد بند رہتی تھیں اور تمام لوگ اس کھلی رہنے والی یعنی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے جمع ہوتے تھے۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ ہر محلہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز قائم ہوتی ہے۔ لہذا اب محلہ کی مسجد کا امام جمعہ پڑھانے کی وجہ سے امام جامع کہلانے گا۔ اب خاص ”جامع مسجد“ کے نام سے مشہور اور موسوم (نامزد) مسجد کے امام کی خصوصیت نہ رہے گی۔

اگر میت جمعہ پڑھنے والا نہیں، مثلاً عورت یا جامع مسجد کے علاوہ دوسری مسجد کے امام کے پیچھے جمعہ پڑھنے والا۔ تو اب امام جمعہ (جامع) امام محلہ پر اور ولی پر مقدم نہ ہوگا۔

اسی طرح محلہ کی مسجد کا امام جب ایسا ہے کہ مرنے والا اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، تو وہ بھی ولی پر مقدم نہ ہوگا۔ اگر وہ میت اپنی زندگی میں اس سے راضی نہ تھا، تو ولی پر اس کی تقدیم (آگے ہونا، فضیلت) مستحب نہ ہوگی۔ اور یہ اس صورت میں تسلیم کیا جائے گا کہ امام سے اس کی ناراضگی کسی شرعی وجہ سے ہو، ورنہ نہیں۔

(۷) ولی:

ولی یعنی میت کے وہ مرد رشتہ و قرابت دار ورثہ، جو عصبہ ہوں۔

• ولی کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ولی اقرب۔ یعنی سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار۔

(۲) ولی ابعدا یعنی دور کا رشتہ دار۔ تفصیل اب آئے گی۔

• عام طور سے ولی کے معنی لوگ اللہ کا ولی، بزرگ و نیک بندہ، اللہ تعالیٰ سے قریب انسان وغیرہ کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کے نیک اور اللہ کے قریب بندے کو ولی ہی کہا جائے گا لیکن یہاں نماز جنازہ کی امامت کے تعلق سے جس ولی کا ذکر ہو رہا ہے، اس سے مراد میت کا وہ رشتہ دار ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

حوالہ:- فیروز اللغات ص ۱۴۱۵

• دور حاضر میں جب شروع کی پانچ شرطیں نہیں پائی جاتیں، سب سے آسان بات اس طرح سمجھیں کہ نماز جنازہ کی امامت کرنے کا حق ولی کا ہے، چاہے خود امامت کرے یا چاہے تو کسی دوسرے کو نماز جنازہ کی امامت کرنے کی اجازت دے دے۔

نوٹ:

نماز جنازہ کی امامت کے حق کے تعلق سے یہاں تک جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل کتب سے ماخوذ ہے۔

(۱) فتح القدر (۲) مجتہبی شرح قدوری (۳) شرح مدیہ، از علامہ ابن امیر الحاج حلبی (۴) تنویر

ابصار (۵) در مختار مطبوعہ مطبع مجتہبی، دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۲/۱۲۳ (۶) رد المحتار مطبوعہ ادارة الطباعة المصریة، جلد ۱،

ص ۵۹۰ (۷) فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۸۵ (۸) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۷۳/۱۷۵/۱۷۸/۱۷۹

(۱۰) بہار شریعت حصہ ۴، ص ۱۵۵۔

نماز جنازہ میں ولی کا اختیار

شریعت مطہرہ نے نماز جنازہ میں ”ولی“ یعنی میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کو اتنا حق دیا ہے کہ اگر ولی کی اجازت کے بغیر کسی نے نماز جنازہ پڑھا دی، تو ولی نماز جنازہ کا اعادہ کر سکتا ہے یعنی پھر سے دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ اور اس کے متعلق جو مسائل ہیں، وہ ذیل میں درج ہیں۔

مسئلہ :

ولی یعنی میت کا وہ رشتہ دار جس کو قرابت کی وجہ سے ولایت عصبہ بنفسہ حاصل ہو۔ یعنی میت کا نرینہ (مذکر) رشتہ دار یعنی وہ مرد جس کو میت سے قرابت (نزدیکی، رشتہ داری) کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو، بلفظ دیگر میت کے ساتھ اس کا رشتہ ہونے میں کوئی عورت بیچ میں واسطہ و وسیلہ نہ ہو۔ مثلاً: بیٹا، پوتا، باپ، دادا، وغیرہ۔

جزئیہ ماخوذ از: - بہار شریعت، حصہ ۷ - ص ۳۵

مسئلہ :

ولی یعنی کسی کا قرابت دار ہونے میں وہی ترتیب ملحوظ ہے جو وراثت اور نکاح میں ہے یعنی سب میں مقدم (۱) بیٹا، پھر (۲) پوتا، پھر (۳) پر پوتا، اگر چہ کئی پشت کا فاصلہ ہو۔ یہ نہ ہوں تو (۴) باپ، پھر (۵) دادا، پھر (۶) پردادا، اگر چہ کئی پشت اوپر کے ہوں، پھر (۷) حقیقی بھائی، پھر (۸) سوتیلے بھائی، پھر (۹) حقیقی بھائی کا بیٹا، پھر (۱۰) سوتیلے بھائی کا بیٹا، پھر (۱۱) حقیقی چچا، پھر (۱۲) سوتیلے چچا، پھر (۱۳) حقیقی چچا کا بیٹا، پھر (۱۴) سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر (۱۵) باپ کا حقیقی چچا، پھر (۱۶) باپ کا سوتیلے چچا (۱۷) باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر (۱۸) باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر (۱۹) دادا کا حقیقی چچا، پھر (۲۰) دادا کا سوتیلے چچا، پھر (۲۱) دادا کے حقیقی چچا کا بیٹا، پھر (۲۲) دادا کے سوتیلے چچا کا

بیٹا، خلاصہ یہ ہے کہ اس کے خاندان میں سب سے زیادہ قریب کا رشتہ دار جو ”مرد“ ہے وہ ”ولی“ ہے۔
(جزئیہ ماخوذ: ایضاً)

مسئلہ:

نماز جنازہ پڑھانے میں ولی کی ترتیب میں صرف اتنا فرق ہے کہ باپ کو بیٹے پر تقدم (فوقیت، برتری) ہے لیکن اگر باپ عالم نہیں اور بیٹا عالم ہو تو نماز جنازہ میں بھی بیٹا مقدم ہے۔

حوالہ:- (۱) در مختار، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۵

(۲) فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۵۵

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹ ص ۱۷۸

مسئلہ:

اگر بیٹا عالم ہے اور باپ جاہل ہے، تو بیٹے کو چاہئے کہ اپنے باپ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے کرے اور ادب کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے آگے قدم نہ رکھے، اور نماز جنازہ پڑھانے میں صرف علم کی وجہ سے تقدم نہیں، کیونکہ نماز جنازہ پڑھانے میں علم کی ضرورت نہیں، قدوری میں باپ پر بیٹے کا تقدم مکروہ ہونے کی علت یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں باپ کی اہانت اور بے ادبی ہے۔

حوالہ:- (۱) رد المحتار، باب صلوة الجنائز، مطبوعہ مصطفیٰ، البابی،

مصر، جلد ۱، ص ۶۴۹ / ۶۵۰

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۵۵ / ۵۶

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۷۷ / ۱۸۳

مسئلہ:

ولی کو اختیار ہے کہ کسی اور کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دے۔

حوالہ:- در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۵

مسئلہ :

ولی کے سوا کسی ایسے شخص نے نماز جنازہ پڑھادی، جو ولی پر مقدم نہ تھا اور ولی نے اسے اجازت بھی نہ دی تھی، تو اگر ولی نماز میں شریک نہ ہوا تھا، تو وہ نماز کا اعادہ کر سکتا ہے، اور اگر مردہ دفن ہو گیا ہے، تو قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ اور اس صورت میں جس شخص نے پہلے نماز جنازہ پڑھ لی ہے وہ اب ولی کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا، کیونکہ تکرار (دو مرتبہ پڑھنا) مشروع نہیں۔

حوالہ:- درمختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۶

مسئلہ :

اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی، تو اس کے بعد دوسرے کو پڑھنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ میت کا حق پہلے فریق سے ادا ہو چکا اور پہلی نماز سے فرض ساقط ہو گیا۔

حوالہ:- (۱) البحر الرائق مطبوعہ سعید کمپنی، کراچی، جلد ۲، ص ۱۸۲

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۳۶

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۷۲۔

مسئلہ :

نماز جنازہ میت کے ولی کا حق ہے۔ ولی کے علاوہ اگر دوسرا کوئی نماز جنازہ پڑھاتا ہے، تو وہ ولی کے اذن (اجازت) کا محتاج ہے۔ اگر کسی نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھادی، تو ولی کو نماز کے اعادہ کا اختیار ہے اور اسے نماز کا اعادہ جائز ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۸۵

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۷۴

مسئلہ :

میت نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ فلاں شخص پڑھائے یا مجھے فلاں شخص

غسل دے، تو یہ وصیت باطل ہے یعنی اس وصیت سے ولی کا حق جاتا نہ رہے گا، ہاں، ولی کو اختیار ہے کہ خود نہ پڑھائے اور اسی سے پڑھوادے، جس کے متعلق میت نے وصیت کی تھی۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۶

مسئلہ:

کسی ایسے شخص نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھادی، جو ولی سے تقدم رکھتا ہو، یعنی ولی سے زیادہ حق نماز جنازہ کی امامت کا رکھتا ہو، مثلاً بادشاہ اسلام یا قاضی شرع، تو اب ولی کو نماز کے اعادہ کا حق نہیں کیونکہ یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں، انہیں ولی سے اجازت لینے کی مطلقاً حاجت نہیں۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۸۵

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۷۴، ۱۸۳

(۳) در مختار، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۲

مسئلہ:

نکاح خوانی کا قاضی ہونا کوئی شرعی عہدہ نہیں، نکاح خوانی کا قاضی میت کے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا ہے۔

(حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

اگر کسی نے میت کے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھادی، تو اس نے ولی کے حق میں دخل اندازی کرنے کا جرم کیا، لیکن نماز ہو جائے گی اور فرض کفایہ کا حق ادا ہو جائے گا، البتہ ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ دوبارہ پڑھے۔ اور جو لوگ پہلے پڑھ چکے ہیں، انہیں ولی کے ساتھ جماعت میں شرکت کی اجازت نہیں، اس لئے کہ نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع (ناجائز) ہے۔

حوالہ:- (۱) در مختار، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۲

(۲) فتاویٰ رضویہ ، جلد ۴ ، ص ۸۵

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹ - ص ۱۷۶

مسئلہ :

ولی نے کسی کو بھی نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دی تھی اور کسی نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھانی شروع کر دی اور ولی نے اس امام کی اقتداء کر لی، تو ولی کا اقتداء کرنا اذن (اجازت) ہو گیا۔ حالانکہ کہ ابتداء میں اذن نہ تھا لیکن اب ہو گیا۔
(حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

میت کا ولی اقرب یعنی سب سے زیادہ نزدیکی رشتہ دار غائب ہے یا غیر موجود ہے مگر ولی بعد یعنی دور کا رشتہ دار حاضر ہے۔ تو یہی بعد رشتہ دار نماز پڑھائے۔ غائب ہونے سے مراد یہ ہے کہ اتنی دور ہے کہ اس کے آنے کے انتظار میں حرج ہو۔

حوالہ :- رد المحتار ، بہار شریعت ، جلد ۴ ، ص ۱۵۵

مسئلہ :

میت کے ولی اقرب اور ولی بعد دونوں موجود ہیں، تو ولی اقرب کو اختیار ہے کہ ولی بعد کے سوا کسی اور سے نماز جنازہ پڑھوادے، ولی بعد کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور اگر ولی اقرب موجود نہیں، اتنی دوری پر ہے کہ اس کے آنے کا انتظار نہ کیا جاسکے اور اس نے تحریر یا کسی اور ذریعہ سے ولی بعد کے سوا کسی اور سے نماز جنازہ پڑھانے کا کہلایا تو ولی بعد کو اختیار ہے کہ اسے روک دے۔ ہاں ولی اقرب موجود ہے مگر بیمار ہے، تو ولی بعد کو اختیار نہیں، ولی اقرب جس سے چاہے پڑھوادے۔

حوالہ :- فتاویٰ عالمگیری ، بہار شریعت ، حصہ ۴ ، ص ۱۵۵

مسئلہ :

عورتوں اور نابالغ بچوں کو نماز جنازہ کی ولایت نہیں۔ (حوالہ :- ایضاً)

مسئلہ :

عورت مرگئی، شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا، تو ولایت بیٹے کو ہے، شوہر کو نہیں، البتہ اگر یہ لڑکا اسی شوہر سے ہے، تو حقیقی باپ پر پیش قدمی مکروہ ہے۔ اسے چاہئے کہ باپ سے نماز جنازہ پڑھوائے، اور اگر وہ لڑکا دوسرے شوہر سے ہے، تو سوتیلے باپ پر تقدم کر سکتا ہے کوئی حرج نہیں اور اگر بیٹا نابالغ نہ ہو تو، عورت کے جو دیگر ولی ہوں ان کا حق ہے شوہر کا حق نہیں۔

حوالہ :- جوہرہ نیرہ، عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۶

مسئلہ :

عورت کا کوئی ولی موجود نہ ہو، تو شوہر نماز پڑھائے، اگر وہ بھی نہ ہو، تو پڑوسی نماز پڑھائے، اسی طرح اگر مرد کا بھی کوئی ولی نہ ہو، تو نماز جنازہ پڑھانے میں پڑوسی اوروں پر تقدم ہے۔

حوالہ :- در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۵

مسئلہ :

دو یا چند ایک ہی درجہ کے ولی موجود ہوں، تو نماز جنازہ پڑھانے کا حق اس ولی کا ہے جو عمر میں سب سے بڑا ہے۔ مگر کسی بھی ولی کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے ولی کو چھوڑ کر کسی اور شخص سے بغیر ولی کی اجازت کے نماز جنازہ پڑھوادے۔ اور اگر ایسا کیا یعنی خود نماز جنازہ نہ پڑھائی اور کسی دیگر شخص کو اجازت دے دی تو دوسرے ولی کو منع کرنے کا اختیار ہے اگرچہ منع کرنے والا یہ دوسرا ولی عمر میں چھوٹا ہو۔

اور اگر ایک ولی نے ایک شخص کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دی اور دوسرے

ولی نے کسی دوسرے شخص کو اجازت دی، تو جس کو عمر میں بڑے ولی نے اجازت، وہ اولیٰ ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ وہ نماز پڑھائے۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۵

نماز جنازہ کے متعلق ضروری مسائل

مسئلہ:

جن چیزوں (امور) سے تمام نمازیں فاسد ہوتی ہیں، نماز جنازہ بھی فاسد ہوتی ہے۔ سو ایک بات کے کہ عورت مرد کے محاذی (برابر، لگ کر) کھڑی ہو جائے یعنی نماز جنازہ میں عورت مرد کے قریب کھڑی ہو جائے گی، تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۶

مسئلہ:

مستحب یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو اور میت سے دور نہ ہو، خواہ میت مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ۔

حوالہ:- در مختار، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۶

مسئلہ:

نماز جنازہ کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ میت ویلاں موجود ہو۔ اگر کسی ایسی میت کا جنازہ آیا کہ اس کے جسم کے ٹکڑے ہو گئے تھے، تو ایسی صورت میں میت کے جسم کے تمام ٹکڑے، یا اکثر یا نصف سر کے ساتھ موجود ہونا ضروری ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی کیونکہ غائب کی نماز جنازہ نہیں ہو سکتی۔

حوالہ:- جزئیہ ماخوذ، از: بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۷

مسئلہ :

اگر جنازہ کسی جانور پر ہو تو نماز جنازہ نہ ہوگی۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ :

جنازہ کا نمازیوں کے سامنے ہونا شرط ہے۔ اگر جنازہ نمازیوں کے پیچھے ہوگا، تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ :

اگر جنازہ اُٹار کھا یعنی امام کے داہنے میت کا قدم اور بائیں طرف میت کا سر ہو، تو نماز ہو جائے گی، مگر قصد یعنی جان بوجھ کر ایسا کیا تو گنہگار ہوا۔

حوالہ:- در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۷

مسئلہ :

اگر صرف ایک ہی میت (جنازہ) ہو، تو اس کے بدن کا کوئی بھی حصہ امام کے محاذی (سامنے) ہو اور اگر ایک سے زیادہ چند میت ہوں تو ان میں سے کسی ایک کے بدن کا کوئی حصہ امام کے محاذی ہونا کافی ہے۔

حوالہ:- رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۸

مسئلہ :

اگر بغیر عذر شرعی بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی، تو نماز نہ ہوئی، اگر ولی یا امام بیمار تھا، اور اس نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور اس کی اقتداء میں مقتدیوں نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، تو نماز ہوگئی۔

حوالہ:- در مختار، رد المحتار، اور بہار شریعت، ایضاً

مسئلہ :

اگر عورت نے نماز پڑھائی اور مردوں نے اس کی اقتداء کی، تو نماز جنازہ لوٹائی

نہ جائے گی۔ یعنی دوبارہ نہ پڑھی جائے گی۔ اگرچہ مردوں کی اقتداء صحیح نہ ہوئی مگر جس عورت نے امامت کی، اس کی تو نماز ہوگئی اور وہی کافی ہے اور نماز جنازہ کی تکرار (Repeatation) جائز نہیں۔

حوالہ:- درمختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۴۶

مسئلہ:

نماز جنازہ کی تکبیریں اور سلام کو امام جہر کے ساتھ یعنی بلند آواز سے کہے، باقی تمام دعائیں آہستہ پڑھی جائیں اور صرف پہلی مرتبہ یعنی نماز جنازہ شروع کرتے وقت اللہ اکبر کہنے کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس کے بعد کی تکبیروں میں ہاتھ نہ اٹھائے، امام اور مقتدی دونوں۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، درمختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۴

مسئلہ:

نماز جنازہ میں مقتدی بھی تمام دعائیں پڑھے۔ امام کی اقتداء میں مقتدیوں کو صرف قرآن عظیم کی قرأت منع ہے اور نماز جنازہ میں صرف ذکر اور دعا ہے۔ قرآن کی قرأت نہیں۔

حوالہ:- رحمانیہ، طحاوی، فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۹۳

مسئلہ:

اگر کسی کی بعض تکبیریں فوت ہوگئی ہوں یعنی وہ شخص اس وقت آیا کہ امام نے نماز جنازہ کی بعض (ایک سے زیادہ) تکبیریں کہہ لیں ہیں، تو وہ شخص فوراً شامل نہ ہو، بلکہ اس وقت شامل ہو جب امام تکبیر کہے مثلاً ایک شخص اس وقت آیا کہ نماز جنازہ کی دو تکبیریں ہو چکی ہیں اور دوسری تکبیر کے بعد امام دورد پڑھ رہا ہو۔ تو یہ مقتدی انتظار کرے کہ امام

تیسری تکبیر کہے۔ جب امام درود شریف پڑھ لینے کے بعد تیسری تکبیر کہے، تب یہ شخص بھی تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو۔

اگر انتظار نہ کیا اور فوراً شامل ہو گیا، تو شامل ہونے کے بعد اب امام جو تکبیر کہے گا، اس تکبیر سے پہلے اس مقتدی نے جو کچھ بھی پڑھا ہے، اس کا اعتبار نہیں۔

حوالہ:- در مختار، غنیہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۷

مسئلہ:

نماز جنازہ شروع ہونے کے وقت کوئی شخص موجود تھا، مگر غفلت یا کسی وجہ سے دیر ہو گئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز جنازہ شروع کر دی، اور یہ شخص امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہہ سکا، تو اب یہ شخص امام کی دوسری تکبیر کا انتظار نہ کرے بلکہ فوراً شامل ہو جائے۔

(حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

مسبق یعنی جس کی بعض تکبیریں فوت ہو گئی ہوں، وہ اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور ترتیب وار پڑھے، مثلاً:

● اگر تین تکبیریں چھوٹ گئی ہیں، تو چوتھی تکبیر، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تین تکبیریں اس طرح کہے۔ ایک تکبیر کہنے کے بعد ثنا پڑھے، پھر دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھے، پھر تیسری تکبیر کہہ کر نماز جنازہ کی دعا پڑھے اور پھر سلام پھیر دے۔

● اگر دو تکبیریں چھوٹ گئی ہیں، تو تیسری اور چوتھی تکبیر میں امام کی متابعت کرتے ہوئے، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی دو تکبیریں اس طرح ادا کرے کہ ایک تکبیر کہنے کے بعد ثنا اور دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھے اور

پھر سلام پھیر دے۔

● اگر صرف ایک ہی تکبیر چھوٹی ہے، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک تکبیر کہے اور ثنا پڑھنے کے بعد خود سلام پھیر دے۔ اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دعائیں پڑھے گا تو دعائیں پوری کرنے سے پہلے لوگ جنازہ اٹھالیں گے، تو صرف تکبیریں کہہ لے اور دعائیں چھوڑ دے یعنی جلدی جلدی تکبیر بغیر دعا پڑھے کہہ کر سلام پھیر دے۔

حوالہ:- (۱) در مختار (۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۹۵

(۳) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۷

مسئلہ:

چوتھی تکبیر کے بعد اگر کوئی شخص آیا، تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو، اللہ ابر کہہ کر شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد تین تکبیریں مسئلہ سابق کے مطابق ترتیب وار ادا کر لے۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

اگر ایک سے زیادہ جنازے جمع ہو جائیں، تو ایک ساتھ سب کی نماز جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں، یعنی ایک ہی نماز میں سب کی نیت کر لیں اور افضل یہ ہے کہ سب کی الگ الگ نماز پڑھیں۔ جب ایک سے زیادہ جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھی جائے، تب جنازوں کو امام کے سامنے آگے پیچھے رکھ دیں یعنی سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے۔ یا تمام جنازوں کو ایک قطار میں رکھ دیا جائے اور امام کسی ایک میت کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو جائے۔ اور بہتر یہ ہے کہ امام اس جنازہ کے قریب کھڑا ہو، جو سب میں افضل

حوالہ:- بہار شریعت، جلد ۴، ص ۱۵۷

ہو۔

نماز جنازہ کی صف بندی

مسئلہ :

نماز جنازہ میں کچھلی (آخری) صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

حوالہ :- (۱) در مختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۴

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۰۷

مسئلہ :

بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں تین صفیں کریں کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جس کی نماز تین صفوں نے پڑھی، اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

حوالہ :- غنیہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۵۴

● نماز جنازہ میں تین صفوں کی فضیلت کے تعلق سے کچھ احادیث کریمہ پیش ہیں۔

حدیث:

حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم رحمت

عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ غُفِرَ لَهُ.“

ترجمہ: ”جس کی نماز جنازہ پر تین (۳) صفوں نے نماز پڑھی اس کی مغفرت ہو جائے گی۔“

حوالہ :- (۱) السنن لابی داؤد، جلد ۲، ص ۴۵۱

(۲) الجامع للترمذی، جلد ۱، ص ۱۲۲

(۳) السنن لابن ماجہ، جلد ۱، ص ۱۰۸

(۴) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۹۹

حدیث:

حضرت مرشد بن عبداللہ یزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جنازہ کی نماز پڑھتے اور لوگ کم ہوتے، تو ان کو تین صفوں میں تقسیم فرمادیتے۔ پھر فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ صَلَّى عَلَيْهِ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ فَقَدْ أُوجِبَ“

ترجمہ: ”جس جنازہ پر تین صفوں نے نماز پڑھی، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔“

حوالہ:- (۱) الجامع للترغیب جلد ۱، ص ۶۵۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، جلد ۱، ص ۱۴۷

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۰۵

(۴) جامع الاحادیث، جلد ۲، ص ۴۴

مسئلہ:

اگر نماز جنازہ پڑھنے والے کل سات (۷) آدمی ہوں، تو صف بندی اس طرح

کریں کہ۔

- ایک شخص امامت کے لئے آگے ہو۔
- تین اشخاص پہلی صف میں ہوں۔
- دو اشخاص دوسری صف میں ہوں۔
- ایک شخص تیسری (آخری) صف میں ہو۔

حوالہ:- (۱) غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی، فصل فی الجنائز، مطبوعہ

سہیل اکیڈمی، لاہور۔ ص ۵۸۸

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۹۹

(۳) بہار شریعت ، حصہ ۴ ، ص ۱۵۴

حدیث:

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس، سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد اور جلیل القدر تابعی حضرت امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:

”إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَكَانُوا سَبْعَةً فَجَعَلَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ ثَلَاثَةً وَالثَّانِي إِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثُ وَاحِدًا.“

”حضور نبی کریم ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی۔ صرف سات آدمی تھے، تو حضور اقدس ﷺ نے پہلی صف تین آدمیوں کی، دوسری صف دو آدمیوں کی اور تیسری صف ایک آدمی کی بنائی۔“

حوالہ:- (۱) مجمع الزوائد، للبيهقي، جلد ۳، ص ۳۲

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۹۸

(۳) فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۷۸

حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی گئی؟

حضور اقدس، جان عالم و رحمت عالم ﷺ ہمارے اور تمہارے جیسے عام انسان نہیں تھے، آپ بیشک انسان تھے لیکن آپ کی بشریت عام انسانوں جیسی نہیں تھی، آپ نوری بشر تھے بلکہ خیر البشر اور خیر بشر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے ایسے عظیم خصائص سے نوازا تھا کہ آپ کے مثل نہ کوئی ہوا ہے اور نہ کبھی کوئی ہوگا۔ یہاں تک کہ آپ کے لئے احکام شریعت بھی علیحدہ تھے۔ جس کی مفصل اور تفصیل مع تشریح و وضاحت کے لئے فقیر سراپا تقصیر رقم الحروف کی کتاب ”خیر بشر کی نوری بشریت“ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ کے تعلق سے پہلے کچھ احادیث کریمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں، بعدہ اس کے ضمن میں کچھ بحث کریں گے۔

حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا غَسَلْتُمُونِي وَ أَكْفَنْتُمُونِي فَضَعُونِي عَلَى سَرِيرِي ثُمَّ أَخْرَجُوا عَنِّي فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُصَلِّي عَلَيَّ جِبْرَائِيلُ ثُمَّ مِيكَائِيلُ ثُمَّ إِسْرَافِيلُ ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ مَعَ جُنُودِهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ بِأَجْمَعِهِمْ ثُمَّ ادْخُلُوا عَلَيَّ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ فَصَلُّوا عَلَيَّ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا.“

ترجمہ: ”جب تم میرے غسل اور کفن سے فارغ ہو جاؤ، تو مجھے تخت (جنازہ) پر رکھ کر باہر چلے جانا، سب سے پہلے جبرائیل مجھ پر صلوٰۃ کہیں گے، پھر میکائیل پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ پھر تم لوگ گروہ درگروہ آ کر مجھ پر درود و سلام عرض کرتے جانا۔“

حوالہ:- (۱) المستدرک للحاکم علی الصحیحین، جلد ۳، ص ۶۰

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۱۵

(۳) جامع الاحادیث جلد ۲، ص ۵۴

(۴) شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک بحوالہ البزار، باب ۱۴۹،

مطبوعہ: مصر، جلد ۲، ص ۶۶

حدیث:

”عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ الْمُرْتَضَى كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْبَكْرِيْمَ قَالَ: لَمَّا وَضِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يَقُومُ عَلَيْهِ أَحَدٌ هُوَ

إِمَامُكُمْ حَيًّا وَمَيِّتًا فَكَانَ يَدْخُلُ النَّاسُ رِسْلًا رِسْلًا فَيُصَلُّونَ عَلَيْهَا
صَفًّا صَفًّا لَيْسَ لَهُمْ إِمَامٌ وَيُكَبِّرُونَ وَعَلَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَائِمٌ
بِحَيَالِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ
وَبَرَكَاتُهُ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنْ قَدْ بَلَغَ مَا أُنزِلَ إِلَيْهِ وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ وَجَاهَدَ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى أَعْرَأَ اللَّهُ دِينَهُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ، اللَّهُمَّ فَاجْعَلْنَا مِمَّنْ تَبِعَ
مَا أُنزِلَ إِلَيْهِ وَتَبَتْنَا بَعْدَهُ وَجَمَعَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فَيَقُولُ النَّاسُ، آمِينَ،
حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ الرَّجَالُ ثُمَّ النِّسَاءُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ“ -

ترجمہ: ”امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ
جب حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غسل دے کر سریر منیر پر لٹایا گیا، تو
حضرت علی نے خود فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے کوئی امام بن کر نہ
کھڑا ہو کہ وہ تمہارے امام ہیں، دنیوی زندگی میں بھی اور بعد وصال بھی۔ پس لوگ گروہ
در گروہ آتے اور پرے کے پرے حضور پر صلوة کرتے۔ کوئی ان کا امام نہ تھا۔ حضرت علی
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے عرض
کرتے تھے۔ سلام حضور پر، اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ الہی ہم گواہی
دیتے ہیں کہ حضور نے پہنچا دیا جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا۔ اور ہر بات میں اپنی امت کی
بھلائی اور راہ خدا میں جہاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے دین کو غالب کیا اور
اللہ کا فرمان پورا ہوا۔ الہی تو ہم کو ان پر اتاری ہوئی کتاب کے پیروؤں میں سے کر اور ان
کے بعد بھی ان کے دین پر قائم رکھ اور روز قیامت ہمیں ان سے ملا۔ مولیٰ علی یہ دعا کرتے
اور حاضرین آمین کہتے۔ یہاں تک کہ ان پر پہلے مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلاۃ

حوالہ:- (۱) جامع الاحادیث، کتاب الجنائز، جلد ۲، ص ۵۳،

حدیث نمبر ۱۱۱۴

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد، باب ذکر الصلوة علی رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جلد ۲، ص ۲۲۲

حدیث:

”عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: لَمَّا كَفِنَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَوُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَتُهُ وَبَرَكَاتُهُ وَمَعَهُمَا نَفَرٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ قَدَرًا مَا يَسَعُ الْبَيْتَ فَسَلَّمُوا كَمَا سَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَهُمَا فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ حِيَالَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، أَللَّهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنْ قَدْ بَلَغَ مَا أُنزِلَ إِلَيْهِ وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى أَعْرَأَ اللَّهُ دِينَهُ وَتَمَّتْ كَلِمَتُهُ فَأَوْمَنَ بِهِ وَحُدَّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَاجْعَلْنَا يَا إِلَهَنَا مِمَّنْ يَتَّبِعُ الْقَوْلَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ وَاجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ، حَتَّى نَتَّعَرَفَهُ وَتَعْرِفَهُ بِنَا فَإِنَّهُ كَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفًا رَحِيمًا لَا يَنْبَغِي بِالْإِيمَانِ بَدَلًا، وَلَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا أَبَدًا فَيَقُولُ النَّاسُ، آمِينَ، آمِينَ، ثُمَّ يَخْرُجُونَ وَيَدْخُلُ عَلَيْهِ آخِرُونَ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ الرَّجَالُ ثُمَّ النِّسَاءُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ“

ترجمہ: ”حضرت محمد ابراہیم تیمی مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور

اقدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفن دے کر سریر مبارک پر آرام دیا گیا، سیدنا صدیق اکبر

اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حاضر ہو کر عرض کیا: سلام حضور پر اے نبی، اور

اللہ کی مہر اور اس کی افزونیاں، دونوں حضرات کیساتھ ایک گروہ مہاجرین و انصار کا تھا،

جس قدر اس حجرہ پاک میں سما جاتا، ان سب نے یونہی سلام عرض کیا۔ اور صدیق و فاروق پہلی صف میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے یہ دعا کرتے تھے۔ الہی ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ تو نے اپنے نبی پر اتارا حضور نے امت کو پہنچا دیا۔ اور امت کی خیر خواہی میں رہے اور راہ خدا میں جہاد فرمایا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی باتیں پوری ہوئیں، میں ایک اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اے معبود ہمارے! ہمیں ان کی کتاب کے پیروؤں میں کر جو ان کے ساتھ اتری اور ہمیں ان سے ملا کہ ہم انہیں پہچانیں اور تو ہماری پہچان انہیں کزادے، کہ وہ مسلمانوں پر مہربان، رحم دل تھے۔ ہم نہ ایمان کسی چیز سے بدلنا چاہیں، نہ اس کے عوض کچھ قیمت لینا۔ لوگ اس دعا پر آمین کہتے تھے۔ پھر باہر جاتے اور آتے یہاں تک کہ مردوں پھر عورتوں پھر بچوں نے حضور پر صلاۃ کی۔“

حوالہ:- (۱) جامع الاحادیث، کتاب الجنائز، جلد ۲، ص ۵۴، حدیث ۱۱۱۵

(۲) الطبقات الكبرى لابن سعد، باب ذکر الصلوۃ علی رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جلد ۲، ص ۲۲۱

مندرجہ بالا تین احادیث کریمہ کے ضمن میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد

دین و ملت، الشاہ امام احمد رضا خاں، محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

”جنازہ اقدس پر نماز کے باب مختلف ہیں۔ ایک کے نزدیک یہ نماز معروف

(مشہور) نہ ہوئی، بلکہ لوگ گروہ درگروہ حاضر آتے اور صلوٰۃ و سلام پیش کرتے اور بہت

علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اس کی تصحیح فرمائی جیسا کہ علامہ

زرقانی کی شرح موطا میں ہے۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۱۴، اور النہی الحاجز عن

تکرار صلاة الجنائز

● اور ایک قول یہ بھی ہے کہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تسکین فتن اور انتظام امت میں مشغول تھے، جب تک ان کے دست حق پرست پر بیعت نہ ہوئی تھی، لوگ فوج در فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے، جب بیعت ہوئی، ولی شرعی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، انہوں نے جنازہ مقدس پڑھی، پھر کسی نے نہ پڑھی کہ بعد صلوة ولی پھر اعادہ نماز جنازہ کا اختیار نہیں۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے:

”إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ مَشْغُولًا بِتَسْوِيَةِ الْأُمُورِ وَ تَسْكِينِ الْفِتْنَةِ فَكَانُوا يُصَلُّونَ عَلَيْهِ قَبْلَ حُضُورِهِ وَ كَانَ الْحَقُّ لَهُ لِأَنَّهُ الْخَلِيفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ صَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ أَحَدٌ بَعْدَهُ عَلَيْهِ.“

ترجمہ: ”حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاملات درست کرنے اور فتنہ دبانے میں مشغول تھے۔ لوگ ان کی آمد سے پہلے آ کر صلوة پڑھتے جاتے تھے۔ اور نماز پڑھنے کا حق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا، اس لئے کہ وہ خلیفہ تھے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق معاملات درست کرنے اور فتنے دبانے سے جب فارغ ہوئے، تب نماز پڑھی پھر ان کے بعد نماز نہ پڑھی گئی۔“

حوالہ:- (۱) مبسوط امام سرخسی، جلد ۲، ص ۶۷

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۱۵



12

بارہواں باب

نماز جنازہ کے بعد

دعا مانگنا

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا

دور حاضر کے منافقین نے آج کل ایک فتنہ یہ بھی شروع کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے سے روکتے ہیں۔ جیسے ہی امام نے نماز جنازہ پوری کر کے سلام پھیرا، فوراً جنازہ اٹھا لیتے ہیں۔ ایک دو منٹ بھی نہیں ٹھہرتے اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو مکروہ کہہ کر سختی سے اس کی ممانعت کرتے ہیں۔

حالانکہ بعد نماز جنازہ صفوں کو توڑ کر دعا مانگنے کا طریقہ صدیوں سے ملت اسلامیہ میں رائج اور مامور ہے۔ اور اگر خاص محل سخن میں نظر کیجئے، تو خود میت کے لئے بھی نماز جنازہ سے پہلے اور نماز جنازہ کے بعد دونوں وقت دعا کرنا اور اس کا حکم دینا حضور اقدس، رحمت عالم، حضور پر نور، شافع یوم النشور ﷺ سے ثابت ہے۔

پہلے ہم دعا کے تعلق سے کچھ احادیث کریمہ بیان کرنے کی سعادت حاصل کریں، اس کے بعد اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کریں گے۔

حدیث:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "أَكْثِرُوا الدُّعَاءَ" یعنی "دعا بہ کثرت کرو۔"

حوالہ:- المستدرک علی الصحیحین، کتاب الدعاء، مطبوعہ دار الفکر،

بیروت، جلد ۱، ص ۵۲۹

حدیث:

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پر نور سید العالمین ﷺ فرماتے ہیں کہ "إِذَا سَأَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيُكْثِرْ فَإِنَّمَا يَسْأَلُ رَبَّهُ" یعنی "جب تم میں سے کوئی شخص

دعامانگے تو بہت زیادہ دعامانگے کہ وہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے۔“

حوالہ:- مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الاوسط، مطبوعہ: دار الکتب،

بیروت، جلد ۱۰، ص ۱۵۰

حدیث:

(۱) ابو بکر بن ابی الدنیانے اپنی کتاب ”الفرج بعد الشدة“ میں (۲) امام اجل عارف باللہ سیدی محمد ترمذی نے اپنی کتاب ”نوادر الاصول“ میں (۳) امام بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں (۴) ابو نعیم نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں حضرت انس بن مالک سے اور (۵) ابو نعیم ہی نے ”شعب الایمان“ میں حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) سے روایت کیا کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

أَطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهُ وَ تَعْرِضُوا النَّفَحَاتِ رَحْمَةَ اللَّهِ . فَإِنَّ لِلَّهِ نَفَحَاتٍ مِنْ رَحْمَتِهِ يُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ .

ترجمہ: ”ہر وقت، ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور اللہ کی رحمت کی تجلیوں کی تلاش میں رہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔“

حوالہ:- نوادر الاصول، مطبوعہ: دار صادر، بیروت، ص ۲۲۳

مندرجہ بالا تینوں حدیثوں میں کثرت سے اور ہر وقت دعا مانگنے کی تلقین و ترغیب فرمائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا احادیث میں سے حدیث شریف نمبر تین میں ”أَطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهُ“ یعنی ”ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ“ کے مبارک الفاظ وارد ہیں۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ہر وقت اور ہر پل صراحتاً اس میں داخل ہیں۔ اس میں نماز جنازہ سے پہلے یا بعد کے سب اوقات شامل ہیں۔ لہذا جس وقت بھی دعا کی جائے بلا شک و شبہ اس کی اجازت ہے اور اس میں بھلائی ہے۔ تو جب

تک کسی خاص دعا مانگنے کی شریعت مطہرہ میں ممانعت وارد اور ثابت نہ ہو، تب تک اس کا انکار کرنا شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے۔

ضروری نکتہ:

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی ممانعت کرنے والا گروہ اور خصوصاً منافقین زمانہ عوام الناس کو بہکانے کی فاسد غرض اور اپنے باطل دعوے کے ثبوت کے لئے ملت اسلامیہ کے عظیم الشان ائمہ کی کتب معتبرہ و معتمدہ کی کچھ عبارتیں پیش کرتے ہیں اور ان عبارات کے من چاہے معنی اور تاویلات کر کے بے پڑھے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی ممانعت کے ثبوت میں منافقین زمانہ جو دلائل پیش کرتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) "لَا يَقُومُ دَاعِيَا لَهُ"

ترجمہ: "میت کے لئے دعا کرتے ہوئے نہ ٹھہرے۔"

حوالہ:- جامع الرموز، فصل فی الجنائز، ناشر، مکتبہ اسلامیہ، ایران،

جلد ۱، ص ۲۸۳

(۲) "لَا يَقُومُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ"

ترجمہ: "نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔"

حوالہ:- قنیہ، باب الجنائز، ص ۵۶

(۳) "قَائِمٌ نَشُودٌ بَعْدَ نَمَازٍ بَرَاءِ دَعَا"

ترجمہ: "نماز کے بعد دعا کے لئے نہ ٹھہرے۔"

حوالہ:- کشف الغطاء، فصل ششم، نماز جنازہ، مطبوعہ: مطبع احمدی،

دہلی ص ۴۰

مندرجہ بالا حوالے پیش کر کے منافقین زمانہ اپنے دعویٰ کی دلیل میں گرجتے ہیں۔ اور مندرجہ بالا عبارات میں جو لفظ ”لَا يَفْقُومُ“ یعنی ”کھڑا نہ رہے“ سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعائے کرنا چاہئے۔ یاد دعا کرنے کے لئے کھڑا نہ رہنا چاہئے۔

اب ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور عنایت سے منافقین زمانہ کی پیش کردہ دلیلوں کا بطلان کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

● چند دلائل پیش خدمت ہیں۔

دلیل نمبر: ۱

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۹۱)

ترجمہ: ”جو اللہ کی یاد (ذکر) کرتے ہیں، کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔“

(کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں نیک بندوں کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ کھڑے ہو کر اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرنا محبوب و مطلوب اور مندوب ہے۔

دلیل نمبر: ۲

منافقین زمانہ فقہ کی مشہور و معروف کتاب کشف الغطا ص ۴۰ کا حوالہ جو ہم نے پچھلے صفحوں میں پیش کیا ہے، اسے بڑے ہی زور و شور سے پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اسی کشف الغطا کتاب کے اسی صفحہ نمبر ۴۰ پر نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کرنے کی ممانعت

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”و پیش از نماز نیز بہ دعانہ ایستد“۔

یعنی ”اور نماز سے پہلے بھی دعا کے لئے نہ کھڑا ہو۔“

لو صاحب! اب نماز سے پہلے بھی دعا کرنی منع ہوگئی۔ یہ تو صرف ظاہری معنی پر محمول بات ہے، لیکن ملت اسلامیہ کے عظیم ائمہ کے کلام اور جملوں کو بنظر عمق اور گہری سوچ سے دیکھا، پڑھا اور سمجھا جائے تو ان حضرات کے بیان کردہ احکام عظیم حکمتوں، مصلحتوں اور اتباع سنت کے حامل ہوتے ہیں۔ چند نکات پیش خدمت ہیں۔

تنبیہ:

نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے ٹھہرنے کی جو ممانعت فرمائی گئی ہے، وہ نماز کے بعد صفوں کو بدستور قائم رکھتے ہوئے اور اسی صف بندی کی ہیئت پر دعا کرنے پر ہے۔ نماز جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد صفوں کو توڑ کر، منتشر ہو کر قلیل دعا کے لئے ٹھہرنے میں اصلاً کوئی حرج نہیں، صفوں کو توڑے بغیر بدستور صف قائم رکھتے ہوئے اگر نماز کے بعد ٹھہرا جائے گا، تو یہ ٹھہرنا نماز میں زیادتی کا شبہ پیدا کرے گا، یعنی شاید کوئی یہ سمجھ لے کہ نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے بعد اس طرح صفیں قائم رکھ کر دعا کے لئے ٹھہرنا بھی نماز جنازہ کا ایک حصہ ہے۔ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ایک وضاحت ضروری ہے، جو ناظرین کی ضیافت طبع کی خاطر پیش خدمت ہے۔

وضاحت:

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی اور امام کے سلام پھیرنے پر ہی فوراً سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے، حضرت امیر معاویہ نے انہیں بلا کر فرمایا:

”لَا تَعْدُ لِمَا فَعَلْتَ إِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تُصَلِّهَا الصَّلَاةَ حَتَّى تُكَلِّمَ أَوْ تَخْرُجَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَنَا بِذَلِكَ أَنْ لَا نُؤْصِلَ صَلَاةَ بِصَلَاةٍ حَتَّى نَتَكَلَّمَ أَوْ نَخْرُجَ.“

ترجمہ: ”اب ایسا نہ کرنا، جب جمعہ پڑھو، تو اسے دیگر نماز سے نہ ملاؤ، یہاں تک کہ بات کرو، یا اس جگہ سے ہٹ جاؤ کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے حکم فرمایا کہ ایک نماز دوسری نماز سے نہ ملائیں، یہاں تک کہ کچھ گفتگو کریں یا جگہ سے ہٹ جائیں۔“

حوالہ:- صحیح مسلم، کتاب الجمعة، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع،

کراچی، جلد ۱، ص ۲۸۸

اس حدیث شریف کے ضمن میں امام اجل، علامہ علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی المعروف بہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری (المتوفی ۱۰۱۳ھ) فرماتے ہیں:

”وَ يَحْتَمِلُ أَنَّ ذِكْرَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ حُصُولِ الْوَاقِعَةِ لِلتَّكْيِيدِ الرَّائِدِ فِي حَقِّهَا، لَا سِيَّمَا وَ يُؤْهِمُ أَنَّهُ يُصَلِّي أَرْبَعًا وَأَنَّ الظُّهْرَ، وَ هَذَا فِي مُجْتَمَعِ الْعَامِ سَبَبٌ لِلإِيْهَامِ (فَلَا تُصَلِّهَا بِصَلَاةٍ حَتَّى تُكَلِّمَ)“

ترجمہ: ”اور ہو سکتا ہے کہ جمعہ کا ذکر اس لئے ہو کہ اس کے بارے میں زیادہ تاکید ہے، خصوصاً اس میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے اور یہ فعل مجمع عام میں وہم پیدا کرنے کا سبب ہوگا۔“ (تو اسے دیگر نماز سے نہ ملاؤ یہاں تک کہ کلام کر لو)

حوالہ:- مرقاة شرح مشکوٰۃ، باب السنن و فضائلها، مطبوعہ، مکتبہ

امدادیہ، ملتان، جلد ۳، ص ۱۱۹

مندرجہ بالا حدیث شریف اور اس کی شرح سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جمعہ کی نماز پوری ہونے پر فوراً کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنے میں عوام الناس کو یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ

شخص چار رکعت احتیاطی ظہر پڑھ رہا ہے اور عوام کے اس وہم اور شبہ سے بچنے کے لئے یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ نماز جمعہ ختم ہوتے ہی فوراً دوسری نماز شروع مت کرو بلکہ کچھ بات چیت کر لو، یا اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پر سنت وغیرہ پڑھو، تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ شخص چار رکعت ظہر پڑھ رہا ہے۔

تو جب جمعہ کی نماز کے بعد فوراً دوسری نماز یعنی جمعہ کی دو رکعت فرض کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً سنت نماز پڑھنے سے عوام کو وہم اور شبہ پیدا ہو سکتا ہے، تو نماز جنازہ کے سلام کے بعد صفوں کو بدستور قائم رکھ کر دعا کے لئے ٹھہرنے سے بھی یہ وہم ہو سکتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد دعا کے لئے ٹھہرنا بھی نماز کا ایک حصہ ہے۔

حالانکہ نماز جمعہ ہر ہفتہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور جمعہ کی نماز پڑھنے والے ہر نمازی کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز میں صرف دو رکعت ہی فرض ہیں، جب کہ نماز جنازہ ہر ہفتہ پڑھنے کا موقع نہیں ملتا، بلکہ کبھی کبھی نماز جنازہ پڑھنے کا موقع میسر ہوتا ہے۔ تو جب ہر ہفتہ پڑھی جانے والی نماز جمعہ کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً دیگر نماز پڑھنے سے وہم اور شبہ پیدا ہوتا ہے، تو کبھی کبھی پڑھی جانے والی جنازہ کی نماز کے سلام پھیرنے کے بعد صفوں کو بدستور قائم رکھ کر دعا کے لئے ٹھہرنے سے وہم اور شبہ پیدا ہونے کے زیادہ امکانات ہیں۔

لہذا جس طرح نماز جمعہ (فرض) کے بعد کچھ کلام کرنے سے یا جس جگہ کھڑے ہو کر نماز جمعہ کے فرض پڑھے ہوں، اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ پر سنتیں پڑھنے سے نماز میں زیادت کا وہم اور گمان نہیں ہوگا، اسی طرح نماز جنازہ کے سلام پھیرنے کے بعد صفوں کو توڑ کر اور منتشر ہو کر کچھ دیر کے لئے دعا کے لئے ٹھہرنے سے بھی نماز میں اضافہ کا

وہم اور گمان نہیں ہوگا، لہذا اصغیوں کو توڑ کر منتشر ہو کر کچھ دیر کے لیے قلیل دعا کے لیے ٹھہرنے میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

”لا جرم معنی یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں کہ زیادت فی الصلاة سے مشابہت نہ ہو۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ جلد ۴، ص ۲۸

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۵۰

وضاحت:

نماز جنازہ کے بعد طویل دعا کے لئے ٹھہرنے کی ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی

ہے:

”فی الواقع نماز کے علاوہ کسی دعائے طویل کی غرض سے تجھیز جنازہ کو درنگ و تعویق میں ڈالنا شرع مطہر ہرگز پسند نہ فرمائے گی، تکثیر دعا بیشک محبوب ہے مگر اس کے لئے تعویق مطلوب نہیں، جس طرح جنازہ پر تکثیر جماعت قطعاً مطلوب ہے، مگر اس کے لئے تاخیر مطلوب نہیں۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ، جلد ۴، ص ۲۷

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۴۷

مندرجہ بالا عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے علاوہ طویل یعنی لمبی دعا کے لئے ٹھہر کر میت کو دفن کرنے میں دیر کرنا شریعت مطہرہ میں ناپسندیدہ ہے، دعا کی کثرت بے شک محبوب ہے مگر اس محبوب کام کے لئے دفن میں تاخیر کرنا اچھا نہیں، جس طرح نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد زیادہ ہونا یقیناً مطلوب ہے لیکن لوگوں کو جمع

کرنے کے لئے دیر کرنا اچھا نہیں ہے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ: جب تم میں کوئی مرے تو اسے نہ روکو اور جلدی دفن کے لئے لے جاؤ، لہذا میت کے غسل، نماز اور دفن میں جتنی ہو سکے جلدی کرنی چاہئے۔

اکثر مقامات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کا جمعہ کی شب میں یا جمعہ کی صبح کو انتقال ہو جاتا ہے، اس کے رشتہ دار اور احباب اس کے کفن دفن میں اس غرض سے دیر کرتے ہیں کہ آج جمعہ کا دن ہے، لہذا جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ ہو، تاکہ زیادہ لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوں، ایسا کرنا مکروہ ہے۔

تنویر الابصار میں ہے:

”كُرْهٌ تَأْخِيرُ صَلَاتِهِ وَ دَفْنِهِ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ جَمْعٌ عَظِيمٌ بَعْدَ صَلَاةِ

الْجُمُعَةِ“

ترجمہ: ”اس خیال سے کہ نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم جماعت نماز جنازہ میں شریک ہوگی، نماز جنازہ اور دفن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔“

حوالہ:- در مختار شرح تنویر الابصار، باب صلوة الجنائز، مطبوعہ،

مطبع مجتبائی، دہلی جلد ۱، ص ۱۲۴

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اس نیت سے کہ میت کی نماز اور دفن میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں، نماز جنازہ کو جمعہ کی نماز تک موخر کرنا بھی مکروہ ہے۔ حالانکہ کثرت نمازی کے سبب میت کی مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے، ایسا امید بھرا کام بھی صرف دفن میں تاخیر ہونے کی وجہ سے مناسب نہیں، تو نماز جنازہ کے بعد طویل دعا کی وجہ سے دفن میں دیر ہونا کیونکر مناسب ہو سکتا ہے۔ شریعت مطہرہ میں تجہیز یعنی میت کو

جلدی دفن کرنے کی تاکید فرمائی گئی اور بے ضرورت شرعیہ یا عذر معقول کے بغیر اس کی تاخیر کی ممانعت فرمائی گئی۔ لہذا نماز جنازہ کے بعد طویل دعا نہ کرنا چاہئے بلکہ مختصر دعا کر کے میت کو جلد از جلد دفن کرنے کے لئے قبر کی جانب لے جانا چاہئے۔

وضاحت:

کشف الغطاء اور دیگر کتب میں جہاں نماز جنازہ سے پہلے بھی دعا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، اس سے مراد یہی ہے کہ دعا کی کثرت کی وجہ سے نماز جنازہ میں دیر ہوگی اور نتیجتاً دفن میں تاخیر ہوگی۔ ہاں اگر ایسی صورت ہے کہ دعا کی وجہ سے نماز اور دفن میں تاخیر نہ ہوگی، مثلاً ابھی میت کو غسل دے رہے ہیں یا میت کا ولی اقرب کہیں گیا ہوا ہے اور اس کے آنے کا انتظار ہے، تو اس وقت نماز سے پہلے طویل دعا کر سکتے ہیں، اسی طرح نماز کے بعد ایسی صورت پیدا ہوئی مثلاً نماز تو ہو گئی ہے لیکن ابھی قبر تیار نہیں ہے، تو جب تک قبر تیار ہو رہی ہے، تب تک میت کے لئے طویل دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسی صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ملت اسلامیہ کے عظیم علماء نے دعا مانگنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

”فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است۔“

ترجمہ: ”میت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے۔“

حوالہ:- کشف الغطاء، فصل ششم، نماز جنازہ، مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی،

ص ۴۰

مندرجہ بالا عبارت میں صاف لکھا ہے کہ دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے، اس عبارت سے مسئلہ بالکل صاف ہو گیا کہ نماز جنازہ سے پہلے اور بعد میں دونوں وقت دعا کرنا درست ہے کیونکہ نماز جنازہ سے پہلے اگر دعا کی جائے گی تو وہ دعا دفن سے پہلے

کی گئی دعا ہوگی اور اگر نماز جنازہ کے بعد کی جائے گی، تو وہ دعا بھی دفن سے پہلے کی گئی دعا میں شمار ہوگی اور کشف الغطاء کی مندرجہ بالا عبارت میں دفن سے پہلے فاتحہ اور دعا کی صاف لفظوں میں اجازت لکھی ہوئی ہے۔
اب تین حوالے پیش خدمت ہیں۔

حوالہ:۱

مسلم شریف اور بخاری شریف میں ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے نعش مبارک حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد ہجوم کیا اور چاروں طرف سے احاطہ کر کے کھڑے ہوئے، امیر المومنین شہید کے لئے دعا میں کرتے رہے، یہاں تک کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بھی اس مجمع میں امیر المومنین شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا میں شریک ہوئے۔

صحیح بخاری شریف و صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے مروی ہے:

”وَ اللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَى سَرِيرِهِ فَتَكَفَّنَهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَ يَتَنَوَّنُونَ وَ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ ، وَأَنَا فِيهِمْ قَالَ فَلَمْ يَدْعُنِي إِلَّا رَجُلٌ قَدْ أَخَذَ بِمَنْكَبِي مِنْ وَرَائِي فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلَيَّ عُمَرُ وَ قَالَ مَا أَخْلَفْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ وَ أَيْمُ اللَّهِ إِنْ كُنْتُ لِأُظَنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَ فِي رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ قَالَ: إِنِّي لَوْ أَقِفُ فِي قَوْمٍ يَدْعُونَ اللَّهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ قَدْ وَضِعَ عَلَيَّ سَرِيرُهُ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَيَّ مَنكَبِي يَقُولُ رَحِمَكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ لِأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ

صَاحِبِيكَ (الحدیث)۔

ترجمہ: ”امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ رکھا تھا، لوگ چار طرف سے احاطہ کئے ہوئے ان کے لئے دعا و ثنا میں مشغول تھے۔ میں بھی انہیں دعا کرنے والوں میں کھڑا تھا، ناگاہ ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے شانے پر کہنی رکھی میں نے پلٹ کر دیکھا تو علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تھے، جنازہ شریف کی طرف مخاطب ہو کر بولے: اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا نہ چھوڑا جو مجھے آپ سے زیادہ پیارا ہو کہ میں اس کے جیسا عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے ملوں، اور خدا کی قسم مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں سید المرسلین ﷺ و امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت نصیب فرمائے گا۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۳۶

(۲) بذل الجوائز علی الدعاء بعد الصلوٰۃ الجنائز، مطبوعہ

یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ، ص ۵

حوالہ: ۲

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ سے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی ثابت ہے، بلکہ خود حضور پر نور سید عالم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نماز جنازہ سے پہلے اور نماز جنازہ کے بعد دونوں وقت میت کے لئے دعا فرمانا اور اس کا حکم دینا ثابت ہے، بلکہ حضور اقدس ﷺ کے نماز جنازہ پڑھنے والے کے حق میں بھی نماز جنازہ کے بعد دعا فرمائی ہے۔

”عَنْ أُمِّ سَلْمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :

إِذَا حَضَرْتُمْ الْمَرِيضَ أَوِ الْمَيِّتَ فَقُولُوا إِذَا خَيْرًا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤْمِنُونَ

عَلَى مَا تَقُولُونَ وَهُوَ عَنْهَا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَ قَدْ شَقَّ بَصْرُهُ فَأَغْمَضَهُ (إِلَى أَنْ قَالَتْ) ثُمَّ
قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقْبِهِ
فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا وَ لَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ
فِيهِ -“

ترجمہ: ”امام مسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم بیمار یا میت کے پاس آؤ تو اچھی بات بولو، اس لئے کہ ملائکہ
تمہاری بات پر آمین کہتے ہیں۔ وہی امام، انہی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں
وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابو سلمہ کی وفات پر تشریف لائے تو ابھی ان کی آنکھ کھلی
ہوئی تھی سرکار نے دعا کی، اے اللہ ابو سلمہ کو بخش دے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا
درجہ بلند فرما اور پسماندگان میں اس کا نیک بدل عطا فرما، اور ہمیں اور اسے اپنی رحمت
سے چھپا، اس کی قبر کشادہ فرما دے اور اس کے لئے اس میں روشنی و نور پیدا فرما۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۲۲۶

حوالہ: ۳

دارقطنی نے مرفوعاً روایت کی ہے:

”عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِجَنَازَةٍ
فَلَمَّا قَامَ يُكَبِّرُ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ هَلْ عَلَى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ؟ قَالَ: نَعَمْ،
دَيْنَارَانِ. فَعَدَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْهُ وَقَالَ صَلُّوا عَلَيَّ صَاحِبِكُمْ، فَقَالَ عَلِيُّ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَيْنُهُ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَرِيٌّ مِنْهُمَا فَتَقَدَّمَ رَسُولُ
اللَّهِ ﷺ وَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ جَزَاكَ اللَّهُ

خَيْرًا. فَكَ اللَّهُ رَهَانِكَ كَمَا فَكَّتْ رَهَانَ أَخِيكَ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مَيِّتٍ يَمُوتُ
وَعَلَيْهِ دَيْنٌ إِلَّا وَهُوَ مُرْتَهَنٌ بِدَيْنِهِ وَ مَنْ فَكَّ رَهَانَ مَيِّتٍ فَكَ اللَّهُ رَهَانَهُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا لِعَلِيٍّ خَاصَّةً أَمْ
لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً قَالَ بَلْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً۔“

ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور
اقدس، رحمت عالم ﷺ ایک جنازہ پر تشریف لے آئے، جب آپ نماز جنازہ کی تکبیر
دینے کھڑے ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
سے پوچھا کہ تمہارے صاحب (میت) پر کوئی قرض ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ
ہاں! دودینار کا قرض ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ نماز جنازہ پڑھانے سے ہٹ گئے اور
صحابہ کرام سے فرمایا اپنے صاحب پر تم نماز پڑھو (یعنی میں نہیں پڑھوں گا) حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ اور یہ قرض
سے بری ہے (یعنی اس کا قرض میں ادا کر دوں گا) تو حضور اقدس ﷺ آگے بڑھے اور
اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر
جزا عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ اتارے، جس طرح تم نے اپنے بھائی کا بوجھ اتار
دیا۔ اور جب کسی شخص کا انتقال ہو اور اس پر قرض ہو اور وہ قرض کے بوجھ میں دبا ہو اور
اگر کوئی شخص کسی میت کا بوجھ (قرض) اتارے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا بوجھ
ہلکا فرمائے گا۔ اس ارشاد گرامی پر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض
کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے خاص ہے یا تمام
مسلمانوں کے لیے عام؟ ارشاد فرمایا: ہاں! یہ سب مسلمانوں کے لیے عام ہے۔“

(۲) کشف الغمہ عن جمیع الامۃ، جلد ۲، ص ۲۲۔ مطبوعہ: مصر

اس حدیث شریف سے تو صاف ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس ﷺ نے نماز جنازہ پڑھنے والے کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اگر نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مطلقاً ممنوع ہوتا تو حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نماز جنازہ کے بعد دعائے کلمات ارشاد فرمانے کے لیے نہ ٹھہرتے، بلکہ سلام پھیرنے کے بعد جلدی جلدی میت کو اٹھالینے کا حکم صادر فرماتے۔ مندرجہ بالا حدیث شریف کو پھر ایک مرتبہ بغور مطالعہ فرمائیں۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ

(۱) نماز جنازہ کے بعد حضور اقدس ﷺ نے میت کے ساتھ احسان فرمانے والے حضرت مولیٰ علی مشکل کشارضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرمائی۔

(۲) صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر میت کے ساتھ احسان کرنے کی (قرض دار کا قرض ادا کرنے کی) فضیلت بیان فرمائی۔

(۳) اس فضیلت کو سن کر صحابہ کرام میں سے بعض حضرات نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے اس فضیلت کی وضاحت دریافت کی کہ یہ فضیلت صرف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص یا سب مومنین کے لیے عام؟۔

(۴) صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر حضور اقدس ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ یہ فضیلت سب مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں نمبر ۴ تک جو تفصیل ہم نے بتائی ہے، اس میں وقت صرف ہوا یا نہیں؟ اتنی دیر کے لئے خود مالک کو نہیں ﷺ اور جانثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز جنازہ کے بعد ٹھہرے رہے یا نہیں؟ اتنی دیر کے لیے میت کو دفن کی تاخیر ہوئی یا نہیں؟ جواب صاف ہے کہ ہاں! مگر یہ تاخیر طویل وقت تک نہ ہوئی بلکہ مختصر وقت

کے لیے ہوئی۔ اور اتنی دیر دعا کے لیے ٹھہرنا شرعاً ممنوع نہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مسنون

معتبر کتابوں کے حوالے:

(۱) وَقَدْ اخْتَارَ بَعْضُ مَشَايِخِنَا رَجْمَهُمُ اللَّهُ مَا يُخْتَمُ بِهِ سَائِرُ الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَقَالَ شَمْسُ الْأَيْمَةِ رَحِمَهُ اللَّهُ هُوَ مُخَيَّرٌ بَيْنَ السُّكُوتِ وَالذِّعَاءِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يُقْرَأُ رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا الْخ۔

ترجمہ: ”اور بے شک ہمارے بعض مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ اختیار فرمایا کہ سب نماز ختم ہونے کے بعد ”اللَّهُمَّ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“ یہ دعا مانگے۔ اور حضرت شمس الائمہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے اختیار ہے، چاہے خاموش رہے، چاہے تو دعا کرے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ ”رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا“ یہ دعا آخر تک پڑھے۔“

(۲) کتاب مفتاح الصلوة، اور اس کے حواشی میں مندرجہ بالا تمام دعائیں لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ ”اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ وَ اغْفِرْ لَنَا وَ لَه“ بھی پڑھے۔

(۳) ایسا ہی بحر ذخار اور نہر فائق جیسی معتبر کتابوں کے حوالے سے کتاب زاد الآخرت میں صاحب کتاب نے نقل فرمایا کہ اسے مستحب لکھا ہے۔

الحاصل!

یہاں تک کی ہماری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) نماز جنازہ کے بعد اسی ہیئت پر صفیں باندھ کر دعا نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ صفیں اسی

ہیت پر قائم رکھ کر دعا کے لیے ٹھہرنے میں کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح اب ٹھہرنا بھی نماز کا ایک حصہ ہے۔ لہذا نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر اور منتشر ہو کر مختصر دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس طرح دعا کرنا مستحب اور حکم کیا ہوا ہے۔

(۲) نماز جنازہ کے بعد طویل دعا نہ کرنی چاہئے کیونکہ زیادہ دیر تک دعا کے لیے ٹھہرنے کی وجہ سے میت کو دفن کرنے میں تاخیر ہوگی۔ لہذا مختصر سی دعا کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک اہم نکتہ کی طرف بھی قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ نماز جنازہ کے بعد مختصر دعا کے لئے ٹھہرنے کا عمل پوری دنیا کے علماء و صلحاء اور عامۃ المسلمین ابتدائے اسلام سے کرتے آئے ہیں اور اس فعل کے مناسب ہونے میں کسی کو کلام نہیں کیونکہ یہ فعل احادیث کریمہ سے ثابت بلکہ مامور بہ ہے۔ علاوہ ازیں اس فعل میں میت کا اخروی فائدہ بھی ہے اور دنیوی فائدہ بھی ہے۔ اخروی فائدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت میت کے لیے مغفرت کی دعا مانگ رہی ہے اور اس دعا کے قبول ہونے سے میت کی مغفرت عذاب سے نجات اور رحمتوں کے حصول کی امید ہے۔

دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اس میں میت کی توقیر و عزت ہے اور اس کو جلدی جلدی چار تکبیریں بول کر فی الفور اٹھا کر مثل وہابی مردہ کی طرح ڈال دینے میں اس کی تحقیر اور بے عزتی ہے۔ اگر صرف جلدی جلدی دفن کر دینے میں ہی میت کی عزت اور توقیر ہوتی تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تین دن تک حضور اقدس ﷺ کے مبارک جسم اقدس کو دفن کیے بغیر نہ رکھتے بلکہ فوراً دفن دیتے۔

اور یہاں یعنی عامۃ المسلمین کے لئے نماز جنازہ کے بعد دعا میں تین دن تو کیا

صرف تین منٹ بھی صرف نہیں ہوتے۔ مختصر سی دعا ہوتی ہے، جو ایک منٹ سے بھی کم وقت میں پوری ہو جاتی ہے۔ لیکن ہائے افسوس! منافقین زمانہ کی عقلوں پر پتھر پڑ گئے ہیں کہ صرف ایک منٹ سے بھی کم وقت میں کی جانے والی نماز جنازہ کے بعد کی دعا سے روکتے ہیں اور روکنے میں ایسی شدت اور سختی کرتے ہیں کہ بات فتنہ اور فساد تک پہنچ جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی ایسی اڑائی ہو جاتی ہے کہ گھنٹوں تک میت دفن کیے بغیر پڑی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مردوں کو معزز مہمان کی طرح عزت و توقیر کے ساتھ وداع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے رخصت ہونے والے مہمان کو دعا اور فاتحہ کے تحفے دینے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔



EXTENSION S

13

تیرھواں باب

دفن و قبر کا بیان

میت کو کیسے دفن کریں؟

مسئلہ:

میت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ زمین میں گڑھا کھود کر اس میں میت کو رکھ کر اوپر سے پاٹ دینا۔ اور یہ جائز نہیں کہ میت کو زمین کے اوپر رکھ کر چاروں طرف سے دیواریں قائم کر کے بند کر دیں۔ المختصر! دفن کے معنی یہ ہوئے کہ میت زمین کے اوپر نہ رکھی جائے بلکہ زمین کے اندر رکھ کر چھپا دی جائے۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۰

مسئلہ:

جس جگہ یا جس مکان یا کمرہ میں انتقال ہوا ہو، اسی جگہ دفن نہ کریں، کیونکہ یہ صرف انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے خاص ہے۔ لہذا میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفن کریں۔ اس کے لئے کوئی خاص مدفن نہ بنائیں۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

قبر کی لمبائی، چوڑائی، اور گہرائی حسب ذیل ہونی چاہئے:

- لمبائی : میت کے قد کے برابر ہونی چاہئے۔
- چوڑائی : میت کے آدھے قد جتنی ہونی چاہئے۔
- گہرائی : (۱) میت کے آدھے قد برابر

(۲) بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی میت کے قد کے برابر ہو۔

(۳) درمیانی درجہ یہ ہے کہ میت کے پاؤں سے لے کر

سینہ تک جتنا ناپ ہو، اتنی گہری ہو۔

حوالہ:- (۱) بحر الرائق، جلد ۲، ص ۱۹۳

(۲) فتاویٰ عالمگیری، جلد ۱، ص ۱۵۵

(۳) فتاویٰ فیض الرسول، جلد ۱، ص ۴۵۱

(۴) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۰

قبر کیسی ہو؟

قبر کو قد آدم بھر کھودنا بہتر ہے۔ اس میں دو فائدے ہیں۔ پہلا یہ کہ اگر میت کا جسم سڑتا ہے، تو اس کی بدبو نہیں پھیلے گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ قبر زیادہ گہری ہونے سے میت ”بجُو“ نام کے گوشت خور جانور سے محفوظ ہوتی ہے۔ ”بجُو“ ایک قسم کا گوشت خور جانور ہے، جو دن بھر بلوں میں چھپا رہتا ہے اور رات کو باہر نکلتا ہے۔ اس کی آنکھیں بہت چھوٹی ہوتی ہیں۔

نوٹ:

بجُو نام کے گوشت خور جانور کو کاٹھیاواڑ گجرات و غیرہ کے علاقوں میں ”گور کھودیا“ (घोर खादया) کہتے ہیں۔ اور اس جانور کو انگریزی میں Badger کہتے ہیں۔

■ قبر کو سینہ سے بھی زیادہ گہری کھودنا بہتر ہونے کے تعلق سے حوالے قارئین کرام کی ضیافت طبع کی غرض سے پیش خدمت ہیں:

● (۱) عالم جلیل، اشرف الفقہاء، علامہ امام عبدالعلی برجنیدی (المتوفی ۹۳۲ھ) فرماتے ہیں:

”وَيُحْفَرُ الْقَبْرُ نِصْفَ الْقَامَةِ أَوْ إِلَى الصَّدْرِ وَإِنْ زِيدَ كَانَ حَسَنًا

لِأَنَّهُ أَبْلَغُ فِي مَنَعِ الرَّائِحَةِ وَدَفْعِ السَّبَاعِ“

ترجمہ: ”قبر آدھے قد کے برابر کھودی جائے یا سینہ تک، اور اگر زیادہ ہو تو مستحب

ہے۔ اس لئے کہ بو (مہک) سے بچنے اور درندوں سے محفوظ رکھنے میں یہ مقدار زیادہ بہتر ہے۔“

حوالہ:- شرح النقایہ، جلد ۱، ص ۱۳۸

● (۲) محقق جلیل، امام اجل، سر تاج فقہاء، حضرت علامہ علاء الدین محمد بن علی دمشقی ہسکفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) فرماتے ہیں:

”حُفِرَ قَبْرُهُ مِقْدَارَ نِصْفِ قَامَةٍ فَإِنْ زَادَ فَحَسَنٌ“

ترجمہ: ”میت کی قبر نصف قد کے برابر کھودی جائے، اگر زیادہ ہو، تو بہتر ہے۔“

حوالہ:- در مختار، باب صلوة الجنائز، مطبع مجتبائی، دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۴

● (۳) خاتم المحققین، فخر الفقہاء، حضرت علامہ محمد امین بن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں:

”وَإِنْ زَادَ إِلَى مِقْدَارِ قَامَةٍ فَهُوَ أَحْسَنُ كَمَا فِي الذَّخِيرَةِ وَهَذَا

حَدُّ الْعُمُقِ وَالْمَقْصُودُ مِنْهُ الْمُبَالَغَةُ فِي الرَّائِحَةِ وَنَبْشِ السَّبَاعِ“

ترجمہ: ”اور اگر قبر کو زیادہ گہرا کر کے میت کے قد کے برابر کیا، تو زیادہ اچھا کیا۔ اس طرح گہرا کرنے کا مقصد بو روکنے اور درندوں کے اکھاڑنے سے بچانے میں مبالغہ ہے۔“

حوالہ:- ردالمحتار، باب صلوة الجنائز، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، جلد ۱،

ص ۱۲۴

● (۴) شیخ اجل عاشق رسول، محقق علی الاطلاق، الشیخ شاہ عبدالحق محدث دہلی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں:

”اعماق درقبر سنت ست۔ زیرا کہ در وہ صیانت میت ست

از ضباع“

ترجمہ: ”قبر کو گہری کرنا سنت ہے۔ اس لئے کہ اس میں میت کو گوشت خور جانور بچو سے بچانا ہے۔“
حوالہ:- اشعة اللمعات، جلد ۱، ص ۶۹۳

قبر کی قسمیں

قبر دو طرح کی بنائی جاتی ہے۔

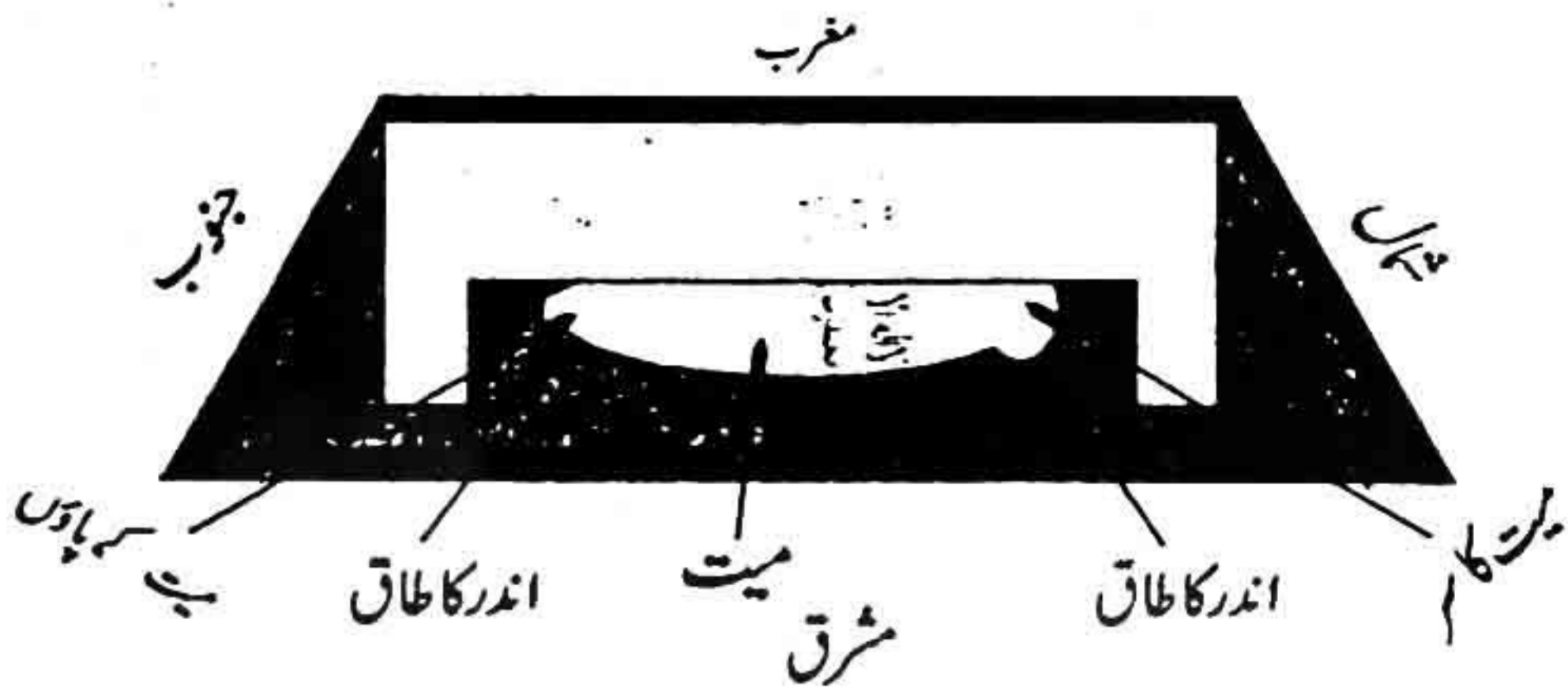
(۱) لحد یعنی بغلی اور

(۲) شق یعنی صندوق

قبر کی پہلی قسم، لحد یعنی بغلی:

اس قسم کی قبر کو عوام کی اصطلاح میں ”بغلی“ کہا جاتا ہے۔ لحد یعنی بغلی قبر اس طرح بنائی جاتی ہے کہ زمین میں جہاں میت کو دفن کرنا ہو، وہاں پہلے صندوق نما گڑھا کھودا جاتا ہے پھر ایک کنارے قبلہ کی طرف کی دیوار میں میت کے رکھنے بھر جگہ کھود کر بنائی جاتی ہے۔ اس کی شکل حسب ذیل نقشہ کے مطابق ہوتی ہے۔ اس قسم کی قبر صرف سخت زمین میں ہی بن سکتی ہے۔ نرم، مٹی اور ریت والی زمین میں ایسی قبر نہیں بن سکتی بلکہ سخت زمین (Hard Rock) میں بھی ایسی قبر مشکل سے بنتی ہے۔

لحد یعنی بغلی قبر



مسئلہ:

لحد بنانا سنت ہے۔ حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۰

حضور اقدس ﷺ کے لیے لحد بنائی گئی تھی

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لحد قسم کی قبر کو پسند فرمایا ہے۔

لحد کی فضیلت میں ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس

رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”الْحَدُّ لَنَا وَالشَّقُّ لِغَيْرِنَا“

ترجمہ: ”ہمارے لیے لحد ہے اور ہمارے سوا دوسرے لوگوں کے لیے شق ہے۔“

حوالہ:- سنن ابی داؤد، الجزء الثانی، باب ۶۵، حدیث ۳۲۱۱، ص ۵۵۶،

الناشر: جمعیۃ المکنز الاسلامی، القاہرہ، مصر، مطبوعہ، جرمنی

حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ (انتقال) فرمایا:

”كَانَ بِالْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَلْحَدُ وَآخِرُ يَقْبِرُ فَقَالُوا نَسْتَخِيرُ رَبَّنَا

وَنَبَعْتُ إِلَيْهِمَا فَأَيُّهُمَا سَبَقَ تَرَكَنَاهُ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِمَا فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ

فَلْحَدُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

ترجمہ: ”مدینہ میں ایک شخص لحد کھودتے تھے اور دوسرے شخص سیدھی قبر (شق) بناتے

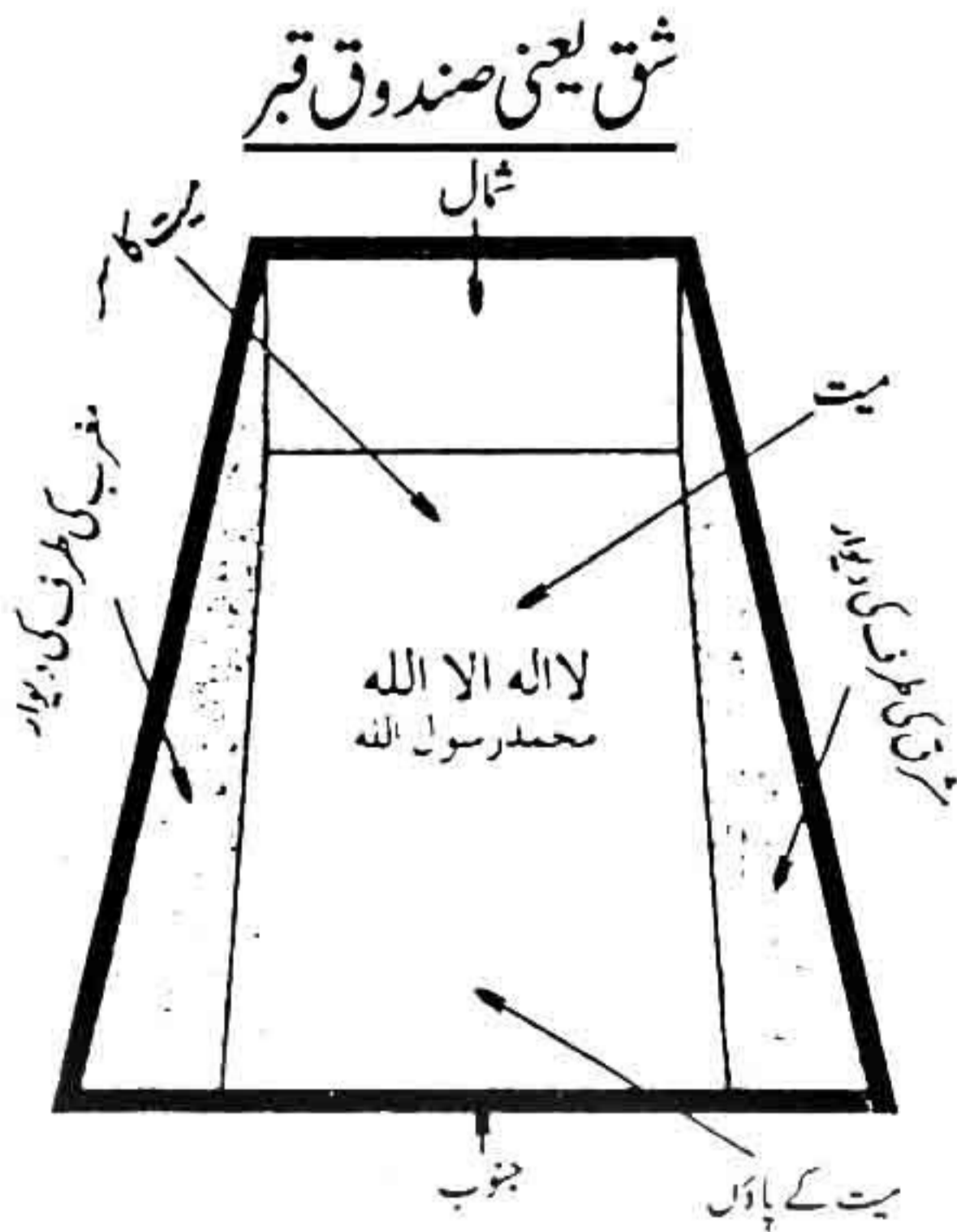
تھے۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) نے کہا کہ ہم خدائے تعالیٰ سے استخارہ کرتے ہیں اور دونوں کو بلاتے ہیں، جو پہلے آجائے گا، دوسرے کو چھوڑ دیں گے۔ تو لحد کھودنے والے صاحب پہلے تشریف لے آئے، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی گئی۔“

حوالہ:- سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ۴۰، حدیث ۱۶۲۴، ص ۲۲۶،

الناشر: جمعیۃ المکنز الاسلامی، القاہرہ، مصر، مطبوعہ: جرمنی

قبر کی دوسری قسم، شق یعنی صندوق:

اس قسم کی قبر کو ”شق“ کہتے ہیں۔ صندوق یعنی شق قسم کی قبر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ زمین میں جہاں میت کو دفن کرنا ہو، وہاں میت کے قد کے برابر طول (لمبائی) میں اور میت کے کم از کم نصف قد کے برابر عرض (چوڑائی) میں سیدھا گرہا کھودا جاتا ہے اور میت کو سیدھا سیدھا اس میں اتار دیا جاتا ہے۔ اس قسم کی قبر کی شکل حسب ذیل نقشہ کے مطابق ہوتی ہے:



لحد اور صندوق سے متعلق ضروری وضاحت

اب تک جن دو قسم کی قبروں ☆ لحد یعنی لغلی اور ☆ صندوق یعنی شق کے تعلق سے

جو بحث کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) لحد بنانا سنت ہے، واجب نہیں۔

(۲) اگر زمین نرم ہو اور اس زمین میں لحد نہ بن سکے، تو صندوق یعنی شق قسم کی قبر

بنالی جائے۔

(۳) اگر ایسی زمین ہو، جہاں لحد بن سکتی ہو لیکن پھر بھی شق (صندوق) بنالی، تو جائز

ہے، اگرچہ شق کے بجائے لحد بنانا بہتر ہے۔

(۴) لحد کی شکل کی قبر بنانی چونکہ مشکل ہے۔ اس لئے آسانی کو مد نظر رکھتے ہوئے

شہروں میں عام طور پر شق (صندوق) شکل کی قبر بنائی جاتی ہیں۔ البتہ

دیہاتوں میں اب بھی مستحب طریقہ پر قبر لحد ہی بنائی جاتی ہے۔

(۵) ائمہ ملت اسلامیہ کے نزدیک اگر زمین سخت ہو اور وہاں لحد بن سکے تو وہاں لحد

افضل ہے اور جہاں زمین نرم ہو، لحد نہ بن سکے اور قبر کے منہدم ہونے

(گرنے) کا اندیشہ ہو، وہاں شق (صندوق) افضل ہے۔

قبر اور دفن کے ضروری مسائل

مسئلہ:

قبر کے اندر چٹائی یا کوئی کپڑا بچھانا جائز نہیں کیونکہ بے سبب مال ضائع کرنا

حوالہ:- درمختار اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۰

ہے۔

مسئلہ:

تابوت یعنی میت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کرنا مکروہ ہے مگر جب ضرورت اور مجبوری ہو تو حرج نہیں۔ مثلاً: زمین بہت تر یعنی گیلی ہے، تو ایسی صورت میں تابوت میں میت کو رکھ کر دفن کر سکتے ہیں۔ اور اگر تابوت میں رکھ کر دفن کرنے کی صورت پیدا ہو، تو تابوت کے نیچے کے حصہ میں اندر کی جانب مٹی بچھا دیں اور دائیں بائیں نیز آگے پیچھے خام (کچی) اینٹیں لگا دیں اور اوپر کا حصہ کہگل یعنی بھوسا ملی مٹی سے بنائیں۔ تاکہ تابوت کے اندر کا حصہ مثل لحد کے ہو جائے۔ اور لوہے کا تابوت مکروہ ہے۔

حوالہ:- عالمگیری، صغیری، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۱

مسئلہ:

قبر کے اس حصہ میں کہ جو میت کے جسم سے قریب ہے، پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے۔ کیونکہ اینٹ آگ سے پکائی جاتی ہے۔ قبر کے اوپر ہو تو مکروہ نہیں۔

حوالہ:- حلیۃ المجلی شرح منیۃ المصلی اور فتاویٰ رضویۃ (مترجم)

جلد ۹، ص ۵۱۹

مسئلہ:

کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں۔ اور اگر میت نے ایسی وصیت کی تھی کہ چاہے مالک اجازت دے یا نہ دے، مجھے وہیں دفن کرنا، تو وہ میت بھی سخت گنہگار ہے۔ مالک زمین کو اختیار ہے کہ نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کر لے۔ یا نعش رہنے دے اور قبر کو زمین کے برابر ہموار کر کے اس پر جو چاہے بنائے، چلے، پھرے استعمال کرے۔ اس صورت میں قبر کی

بے حرمتی کا کوئی وبال اس کے سر نہیں۔ قبر کے ادب و احترام کے تعلق سے جو احادیث کریمہ ہیں، وہ ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں ہیں۔ حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ“
ترجمہ: ”کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔“

حوالہ:-

(الف) مسئلہ بحوالہ: (۱) درمختار، باب صلوة الجنائز، مطبع مجتبائی،

دہلی، جلد ۱، ص ۱۲۶

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۹

(۳) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۱

(ب) حدیث بحوالہ: سنن ابی داؤد، باب احیاء الاموات، مطبوعہ: آفتاب

عالم پریس، لاہور، جلد ۲، ص ۸۱۔

مسئلہ:

اپنے رشتہ دار اور اعضاء کی میت کو صالحین کی قبروں کے قریب دفن کرنے کی ممکن کوشش کرنی چاہیے کیونکہ میت کو صالحین کے قرب کی برکت حاصل ہوتی ہے۔ اگر وہ میت معاذ اللہ عذاب کی مستحق بھی ہو، تو صالحین اس کی شفاعت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو رحمت صالحین کے مزارات پر نازل ہوتی ہیں، اس گنہگار میت کو بھی گھیر لیتی ہیں۔ اسی لیے تو حدیث میں ارشاد ہے:

”ادْفَنُوا مَوْتَاكُمْ وَسَطَ قَوْمٍ صَالِحِينَ“

ترجمہ: ”اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔“

حوالہ:- الموسوعات لابن جوزی، باب دفن الميت فی جوار الصالحین،

مطبوعہ: دارالفکر، بیروت، جلد ۲، ص ۲۳۷

■ ایک حدیث میں یہاں تک ارشاد ہے:

”هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ“

ترجمہ: ”ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔“

حوالہ:- المدخل لابن الحاج، باب صفة القبور، مطبوعہ دارالكتاب

العربیہ، بیروت، جلد ۳، ص ۲۶۹

اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو، تو میت کو اس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعضاء کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور ان کی جدائی سے غمگین ہوتا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہوتا ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۸۵

مسئلہ:

جنازہ کے ساتھ جب قبرستان میں جائیں تو بڑی عاجزی و انکساری کے ساتھ داخل ہوں اور قبرستان میں داخل ہوتے ہی قبر والوں کو سلام کہیں۔ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل قبور کو سلام کرنے کی جو تعلیم فرمائی ہے وہ متعدد احادیث میں اس طرح مرقوم ہے:

”السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدَّارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَ يَرْحَمَ اللَّهُ

الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنشَاءَ اللَّهِ بِكُمْ لَاحِقُونَ“

حوالہ:- (۱) السنن للنسائی، الامر بالاستغفار للمسلمين، جلد ۱، ص ۲۸۶

(۲) الصحيح لمسلم، باب في التسليم على اهل القبور، جلد ۱، ص ۳۱۲

(۳) السنن لابن ماجه، باب ماجاء فيما يقال اذا دخل المقابر،

جلد ۱، ص ۱۱۱

(۴) المسند لاحمد بن حنبل، جلد ۲، ص ۳۰۰

(۵) کنز العمال للمتقی، حدیث نمبر ۳۲۹۲۸

مسئلہ:

جب جنازہ دفن کرنے کے لیے زمین پر رکھ دیا جائے تب بیٹھیں۔ اور قبلہ رو ہو کر بیٹھیں۔ جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے نہ بیٹھنا چاہئے۔ ذیل میں تین احادیث درج ہیں:

ہیں:

حدیث:

”عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةٍ فَقَعَدَ حِيَالَ الْقِبْلَةِ“

ترجمہ: ”حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ میں گئے، تو آپ قبلہ رخ ہو کر بیٹھے۔“

حوالہ:- ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الجلوس فی القابر،

حدیث نمبر ۱۶۱۵، ص ۲۲۵، مطبوعہ جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاہرہ، مصر

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

”مَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِدَ جَنَازَةً قَطُّ

فَجَلَسَ حَتَّى تُوَضَعَ“

ترجمہ: ”ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تشریف رکھتے (بیٹھتے) ہوئے نہیں

دیکھا، جب تک کہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔“

حوالہ:- سنن نسائی، الجزء الأول، کتاب الجنائز، باب الأمر بالقیام

للجنازة، حدیث نمبر ۱۹۲۹، ص ۳۱۶، مطبوعہ جمعیۃ المکنز الإسلامی،

القاہرہ، مصر

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”إِذَا تَبِعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوا حَتَّى تُوَضَّعَ“

ترجمہ: ”جب تم جنازہ کے ساتھ جاؤ، تو بیٹھا نہ کرو، یہاں تک کہ جنازہ رکھ دیا جائے۔“

حوالہ:- ابو داؤد، الجزء الثانی، کتاب الجنائز، باب القیام للجنائز، حدیث نمبر، ۳۱۷۵، ص ۵۵۰، مطبوعہ جمعیۃ المکنز الاسلامی القاہرہ، مصر

میت کو قبر میں اتار کر کیسے رکھیں؟

مسئلہ:

جنازہ کو قبر کے قریب قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے، تاکہ مردہ قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے۔ اور ایسا نہ کریں کہ میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنے کے بجائے جنازہ کو قبر کی پائنتی یعنی پاؤں کی جانب رکھیں اور میت کو سر کی جانب سے قبر میں لائیں۔

حوالہ:- (۱) درمختار، جلد ۱، ص ۱۲۴

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۳۷۱

مسئلہ:

قبر میں میت کو اتارنے والوں کی کوئی تعداد معین نہیں۔ دو یا تین ضرورت کے مطابق اتریں اور بہتر یہ ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے لیے قبر میں اترنے والے اشخاص قوی، نیک اور امین ہوں کہ اگر میت میں کوئی نامناسب بات دیکھیں، تو لوگوں پر اسے ظاہر نہ کریں۔

(حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

عورت کی میت کو قبر میں اتارنے والے محارم ہوں یعنی وہ اشخاص ہوں کہ جن کے ساتھ اس عورت کا نکاح دائمی طور پر حرام ہو۔ مثلاً: بھائی، بیٹا، باپ وغیرہ۔ اگر یہ محارم موجود نہ ہوں، تو دیگر رشتہ دار قبر میں اتاریں، اگر یہ بھی نہ ہوں، تو پرہیزگار اجنبی کے اتارنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

حوالہ:- عالمگیری اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۱

مسئلہ:

میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھیں:

”بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ“

حوالہ:- (۱) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما یقول إذا أدخل المیت القبر، حدیث نمبر ۱۰۶۴، ص ۲۸۱، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاہرہ، مصر

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی إدخال المیت القبر، حدیث نمبر ۱۶۱۷، ص ۲۲۵، جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاہرہ، مصر

● ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے:

”بِسْمِ اللّٰهِ وَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ“

حوالہ:- مصنف ابن ابی شیبہ، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۱

مسئلہ:

اگر کسی عورت کا جنازہ ہے، تو میت کو قبر میں اتارنے سے پہلے لگا کر قبر کو بند کرنے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں۔ اس طرح کہ جنازہ بھی ڈھکا رہے اور جنازے کو کپڑے سے ڈھکنے کے بعد ہی میت کو قبر میں اتاریں، مرد کو دفن کرتے وقت

پردہ نہیں کرنا چاہئے۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، درمختار اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۱

مسئلہ:

قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اور اگر بندش نہیں کھولی تو بھی حرج نہیں۔
(حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

میت کو داہنی کروٹ لٹائیں اور اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریت کا تکیہ سا بنا دیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں تاکہ بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو۔ اور اگر اس طرح کرنے میں دقت ہو، تو چپت لٹا کر منہ قبلہ کو کر دیں۔ اب اکثر مقامات میں یہی رواج ہے۔ اور اگر معاذ اللہ! میت کا منہ غیر قبلہ کی طرف ہو گیا ہے، اور ایسا سخت ہو گیا ہے کہ پھر (گھوم) نہیں سکتا، تو اسی حالت پر چھوڑ دیں۔ زور لگا کر منہ قبلہ کی طرف کرنے کی کوشش کر کے میت کو تکلیف نہ دیں۔

حوالہ:- (۱) درمختار، باب صلوة الجنائز، مطبع مجتبائی، دہلی،

جلد ۱، ص ۱۲۵

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۳۷۱

مسئلہ:

اگر میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنا بھول گئے یا میت کو بائیں کروٹ لٹا دیا یا میت کو الٹا لٹا دیا یعنی جدھر سر ہونا چاہئے ادھر پاؤں کر دیئے، تو ان تمام صورتوں میں تختہ لگانے کے بعد اور مٹی دینے سے پہلے یاد آیا، تو تختہ ہٹا کر ٹھیک کر دیں اور اگر مٹی دینے کے بعد یاد آیا، تو اب ٹھیک نہیں کر سکتے۔

حوالہ:- عالمگیری، درمختار، ردالمحتار اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۱

مسئلہ:

میت کو قبر میں رکھ لینے کے بعد قبر کو تختوں سے بند کر دیں اور پھر مٹی قبر پر ڈال دی جائے۔ حاضرین جنازہ میں سے ہر ایک کے لیے یہ مستحب ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر تین مرتبہ قبر کے اوپر مٹی ڈالیں۔ مٹی ڈالنے کی ابتداء سرہانے کی جانب سے کرنی چاہئے۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۱

مٹی ڈالتے وقت کیا پڑھیں؟

مسئلہ:

قبر پر مٹی ڈالتے وقت مندرجہ ذیل ترتیب سے یہ دعا پڑھیں:

● پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ“

(یعنی: ہم نے تم کو اسی مٹی سے بنایا)

● دوسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”وَفِيهَا نَعِيْدُكُمْ“

(یعنی: اور اسی میں تم کو لوٹا رہے ہیں)

● تیسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”وَمِنْهَا نَخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى“

(یعنی: اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے)

■ بعض روایتوں میں قبر پر مٹی ڈالتے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھنے کی فضیلت

بیان کی گئی ہے۔

مرد کے لیے:

● پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضِ عَن جَنْبِيْهِ“

(یعنی: اے اللہ! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں
سے کشادہ فرما)

● دوسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”اللَّهُمَّ افْتَحْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوحِهِ“
(یعنی: اے اللہ! اس کی روح کے لیے آسمان
کے دروازے کھول دے)

● تیسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”اللَّهُمَّ رَوِّجْهُ مِنْ حُورِ الْعَيْنِ“
(یعنی: اے اللہ! حور عین کو اس کی زوجہ کر دے)

عورت کے لیے:

● پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”اللَّهُمَّ جَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنبَيْهَا“
● دوسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”اللَّهُمَّ افْتَحْ أَبْوَابَ السَّمَاءِ لِرُوحِهَا“
● تیسری مرتبہ مٹی ڈالتے وقت: ”اللَّهُمَّ ادْخُلْهَا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ“
(یعنی: اے اللہ! اپنی رحمت سے اسے جنت میں
داخل کر دے)

اوپر لکھی ہوئی دونوں دعاؤں میں سے چاہے ایک پڑھے، چاہے دونوں
پڑھے۔ اور تینوں مرتبہ مٹی ڈالتے وقت دونوں دعائیں پڑھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔ اور قبر
پر مٹی ہاتھ یا کھرپی یا پھاوڑہ وغیرہ جس اوزار سے ممکن ہو ڈالیں اور جتنی مٹی قبر کھودتے
وقت زمین سے نکلی ہے اس سے زیادہ نہ ڈالیں کہ یہ مکروہ ہے۔ ہاتھ پر جو مٹی لگی ہے اسے
جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں، اختیار ہے۔

حوالہ: - فتاویٰ شامی، عالمگیری، جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۲

مسئلہ:

قبر کھودتے وقت زمین سے جو مٹی نکلی ہے، وہ سب کی سب قبر پر ڈالنا ضروری نہیں بلکہ صرف بالشت بھر قبر اونچی ہو جائے اتنی ہی مٹی ڈالیں۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۲

مسئلہ:

قبر میں شجرہ یا عہد نامہ رکھنا جائز ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی سمت والی دیوار میں طاق کھود کر اس میں رکھیں۔ درمختار میں کفن پر بھی عہد نامہ لکھنے کو جائز بتایا ہے۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میت کو نہلانے کے بعد اور کفن پہنانے سے پہلے بغیر روشنائی کے کلمہ کی انگلی سے پیشانی پر ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ اور سینہ پر ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ لکھیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے قبر میں شجرہ رکھنے کو بزرگان دین کے معمول (طریقہ) سے بتا کر سرہانے کی طرف طاق میں رکھنا پسند فرمایا ہے۔

حوالہ:- (۱) درمختار، مطبوعہ مجتبائی، دہلی، باب صلوة الجنائز،

جلد ۱، ص ۱۲۶

(۲) فیض عام، از: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۱۳۴

(۴) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۴

مسئلہ:

قبر کو چوکھٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے، اس طرح کی قبر بنانی چاہئے۔ یہ مستحب ہے۔ اگر کسی نے قبر کو چوکھٹی بنا دی تو مستحب کے

خلاف کیا۔ گناہ لازم نہیں آتا۔

حوالہ:- موت کا منظر، از: علامہ عبدالرزاق بہتر الوی، ص ۱۳۸

مسئلہ:

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا سنت ہے۔ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر پانی چھڑکا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر آپ کی قبر انور شریف پر بھی پانی چھڑکا گیا۔ ذیل میں دو حوالے پیش خدمت ہیں۔

حوالہ: ۱

”عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ سَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَرَشَّ عَلَى قَبْرِهِ مَاءً“

ترجمہ: ”حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو قبر میں سر کی جانب سے لٹایا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکا۔“

حوالہ:- ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی إدخال الميت القبر،

حدیث نمبر ۱۶۱۸، ص ۲۲۵، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاہرہ، مصر

حوالہ: ۲

”عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِي رَشَّ الْمَاءَ عَلَى قَبْرِهِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقَرْبَةِ بَدَأٍ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى رِجْلَيْهِ“

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی قبر شریف پر پانی چھڑکا گیا اور پانی چھڑکنے کی خدمت حضرت بلال بن رباح

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشکیزہ سے اس طرح انجام دی کہ سرہانے کی جانب سے پانی چھڑکنا شروع کیا، یہاں تک کہ قدموں تک آ کر ختم کیا۔“

حوالہ:- بیہقی فی دلائل النبوة، مشکوة المصابیح، باب البكاء علی

المیت، الفصل الثانی، ص ۱۴۹، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی

■ قبر پر پانی چھڑکنے کی حکمت:

(۱) قبر پر پانی چھڑکنے میں کیا حکمت ہے؟ اس سلسلہ میں حضرت ملا علی قاری علیہ

رحمۃ الباری اپنی مشہور و معروف کتاب ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”قَالَ الطَّيْبِيُّ لَعَلَّ ذَلِكَ إِشَارَةٌ إِلَى اسْتِنزَالِ الرَّحْمَةِ إِلَهِيَّةِ

وَالْعَوَاطِفِ الرَّبَّانِيَّةِ“ یعنی ”حضرت طیبی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی چھڑکنے

میں یہ حکمت ہے کہ اس فعل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رب کریم کی مہربانیوں کے نازل

ہونے کی طرف اشارہ ہے۔“

(۲) ایک حکمت یہ بھی ہے کہ قبر پر تشریف لے جا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے جو مختلف دعائیں اپنے رب سے مانگی ہیں، ان مقدس دعاؤں میں سے ایک دعا

یہ بھی ہے:

”اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَاهُ بِالْمَاءِ وَالتَّلْجِ وَالبَرْدِ“ یعنی ”اے اللہ! اس

کے گناہوں کو پانی اور برف اور اوالے (ٹالے) سے دھو دے۔“

(۳) اسی طرح بزرگان دین اور عظیم الشان علمائے ملت اسلامیہ یہ دعا کرتے چلے

آئے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو سیراب کرے اور اس کے لیٹنے کی جگہ (قبر) کو ٹھنڈا

کرے۔“

بعض حضرات نے پانی چھڑکنے کی یہ وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ پانی اس لئے

چھڑکا جاتا ہے کہ قبر زیادہ دیر تک قائم رہتی ہے۔ مٹی جم جاتی ہے اور قبر پختہ ہو جاتی ہے اور قبر کا نشان جلدی مٹتا نہیں۔

مسئلہ:

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے۔ اگر عرصہ طویل گزرنے کی وجہ سے قبر کی مٹی منتشر یعنی ادھر ادھر ہو گئی ہے اور قبر پر از سر نو مٹی ڈالی گئی ہے یا قبر کی مٹی منتشر ہو جانے کا احتمال ہے، تو اب بھی قبر پر پانی ڈال سکتے ہیں، تاکہ قبر کا نشان باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے۔ کتاب در مختار میں بھی یہی علت بیان فرمائی گئی ہے کہ نشان مٹ جانے کے سبب بے حرمتی نہ ہو۔ اور اس کے لیے کوئی دن معین نہیں ہو سکتا ہے۔ جب حاجت ہو تب ڈالے اور بے حاجت پانی ڈالنا پانی کو ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں اور عاشورہ کے دن قبر پر پانی ڈالنے کی تخصیص بالکل بے اصل اور بے معنی

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۷۲

ہے۔

مسئلہ:

مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ البقرہ کا اول و آخر حصہ پڑھیں۔ سرہانے ”آلَمْ“ سے ”مُفْلِحُونَ“ تک پڑھیں اور پانچویں ”أَمِنَ الرَّسُولُ“ سے ”عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ“ تک پڑھیں۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۲

حدیث:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ وَلْيُقْرَأَ عِنْدَ رَأْسِهِ فَاتِحَةُ الْبَقْرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقْرَةِ“

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے، تو اسے مت روک رکھو اور اسے جلدی اس کی قبر کی طرف لے جاؤ اور اس کے سرہانے سورۃ البقرہ کا شروع حصہ اور پانچویں طرف سورۃ البقرہ کا آخری حصہ پڑھیں۔“

حوالہ:- (۱) بیہقی فی شعب الایمان، جلد ۷، فصل فی زیارۃ القبور، حدیث نمبر ۹۲۹۴، ص ۱۶، مطبوعہ: بیروت
(۲) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب دفن المیت، فصل ثالث، ص ۱۴۹

مسئلہ:

قبر کو پختہ (پکی) نہ بنانا بہتر ہے اور اگر قبر پختہ تعمیر کریں تو اندر سے کٹڑا کچا رہے، اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں۔ طول و عرض یعنی لمبائی اور چوڑائی میت کی تعمیر کے موافق ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو اور قبر کی صورت ڈھلوان ہو، یہ بہتر ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۲۵
(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۲

مسئلہ:

قبر پر بطور علامت اور نشانی پتھر رکھنا مستحب ہے، تاکہ قبر پہچانی جاسکے اور قبر کے سرہانے کتبہ یعنی پتھر پر صاحب قبر کا نام وغیرہ کندہ کرا کے نصب کرنا بھی درست ہے بلکہ صرف پتھر کے مقابلہ میں کتبہ بہتر علامت ہے۔ مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، درمختار، اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۲

حدیث:

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان

بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا، تو ان کا جنازہ دفن کرنے کے لیے نکالا گیا۔ جب انھیں دفن کر دیا گیا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ ایک پتھر اٹھالاؤ، اس شخص سے وہ پتھر نہ اٹھسکا۔ لہذا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی کھڑے ہوئے اور اپنی مبارک آستینیں چڑھائیں اور اس پتھر کو اٹھالائے۔

”فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَأْسِهِ وَقَالَ أَتَعَلَّمُ بِهَا قَبْرَ أَخِي وَأُذْفِنُ إِلَيْهِ مَنْ

مَاتَ مِنْ أَهْلِي“

ترجمہ: ”اور ان کے سر ہانے کے پاس لگا دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس کے ذریعے اپنے بھائی کی قبر کا علم ہوتا رہے گا اور میرے گھر والوں میں سے جو فوت ہوگا، اسے ان کے پاس دفن کروں گا۔“

حوالہ: - ابو داؤد کتاب الجنائز، باب جمع الموتی فی قبر والقبر یُعَلَّمُ،

حدیث نمبر ۳۲۰۸، ص ۵۵۶، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الإسلامی (القاهرة، مصر)

نوٹ:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے۔ انھوں نے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضائی والدہ حضرت دانی حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ لہذا رضائی بھائی ہوئے۔

(۲) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بالکل ابتدائی زمانہ میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان سے پہلے صرف تیرہ (۱۳) آدمی اسلام لائے تھے۔ آپ

بدر کی جنگ میں بھی شریک ہوئے۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ کر بسنے والے مہاجرین میں سے سب سے پہلے آپ ہی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تھا۔

(۳) مندرجہ بالا حدیث میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس الفاظ کہ ”میرے گھر والوں میں سے جو فوت ہوگا، اسے ان کے قریب دفن کروں گا۔“ کے مطابق حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف کے قریب سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کیے گئے۔

مسئلہ:

قبر پر میت کا نام لکھنا مستحب ہے۔ مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے:

”وَلَيْسَنَّ كِتَابَةُ اسْمِ الْمَيِّتِ لِأَسِيْمَا الصَّالِحِ لِيَعْرِفَ عَنْ تَقَدُّمِ

الزَّمَانِ لِأَنَّ النَّهْيَ عَنِ الْكِتَابَةِ مَنْسُوخٌ“

ترجمہ: ”قبر پر میت کا نام لکھنا مسنون ہے، خصوصاً اگر نیک آدمی ہو۔ اس کا نام لکھنا

اس لیے بہتر ہے کہ اس کا نام یاد رہے گا، اس کی قبر کا علم رہے گا۔ کیونکہ وقت گزرنے سے

کہیں اس کا نام مٹ نہ جائے اور لوگوں کو اس کی قبر کا علم ہی نہ رہے اور جن روایات میں

لکھنے سے منع کیا گیا ہے، وہ منسوخ ہیں۔“

حوالہ:- مرقاة شرح مشکوٰۃ، باب دفن المیت، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب

الجنائز، باب دفن المیت، فصل ثالث، ص ۱۴۹

مسئلہ:

اگر کسی کا بیچ سمندر، پانی کے جہاز پر انتقال ہو گیا اور کنارہ قریب نہیں اور میت کو

کنارے تک لے جانے میں جسم خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے، تو جہاز پر ہی غسل اور کفن دے کر، نماز جنازہ پڑھ کر سمندر میں ڈبو دیں۔

حوالہ:- غنیہ، درالمختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۲

مسئلہ:

اگر جنازہ لے کر قبرستان پہنچ گئے اور ابھی قبر تیار نہیں ہوئی اور قبر کی تیاری میں کچھ دیر ہو، تو اگر دھوپ ہو تو جنازہ سایہ میں رکھیں اور خود بھی سایہ میں بیٹھ جائیں۔

حدیث:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

”خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَاَنْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمْ يُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَجَلَسْنَا مَعَهُ“

ترجمہ: ”ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازے میں نکلے، جب ہم قبر کے پاس پہنچے، تو قبر ابھی کھودی نہیں گئی تھی، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلہ کی طرف چہرہ اقدس کر کے بیٹھ گئے اور آپ کے ساتھ ہم بھی بیٹھ گئے۔“

حوالہ:- ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الجلوس عند القبر، حدیث نمبر

۳۲۱۴، ص ۵۵۶، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الإسلامی، القاہرہ، مصر، مطبوعہ جرمنی

حدیث:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

”خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنَازَةِ فَلَمَّا“

إِنْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ وَلَمْ يُلْحَدْ فَجَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَيَّ رُءُوسِنَا
الطَّيْرُ“

ترجمہ: ”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے، جب ہم قبر پر پہنچے، تو ابھی قبر تیار نہ ہوئی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم آپ کے پاس اس طرح چپ چاپ بیٹھے تھے، گویا ہمارے سروں پر پرندے ہوں۔“

حوالہ:- نسائی شریف، کتاب الجنائز، باب الوقوف للجنائز، حدیث

نمبر، ۲۰۱۳، ص ۳۲۹، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، القاہرہ، مصر

مسئلہ:

اگر بارش کا موسم نہیں اور میت کو دفن کرتے وقت خلاف عادت بارش ہو، تو یہ بارش رحمت اچھا فال ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۳

مسئلہ:

رات کے وقت میت کو قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے۔ تدفین کے لیے رات کے بجائے دن بہتر ہے لیکن ضرورت کی بناء پر رات میں بھی دفن کر سکتے ہیں اور رات کے وقت دفن کے لیے چراغ کا جلانا بھی درست ہے۔

حدیث:

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْقَبْرَ لَيْلًا فَأَسْرَجَ لَهُ سِرَاجًا فَأَخَذَهُ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَاءَ لِلْقُرْآنِ وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا“

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے۔ آپ کے لیے چراغ جلایا گیا۔ آپ نے میت کو قبلہ کی طرف سے پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم فرمائے، تو بہت رونے والا اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والا تھا، آپ نے اس کے جنازہ پر چار تکبیریں پڑھیں۔“

حوالہ:- ترمذی کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الدفن باللیل، حدیث نمبر ۱۰۷۷، ص ۲۸۳، مطبوعہ: جمعیۃ المکنز الاسلامی، القاہرہ، مصر۔

قبر پر سبز شاخ لگانا، پھول اور چادر ڈالنا

قبر تیار ہو جانے کے بعد اس پر سبز شاخ لگا دینا چاہئے، کیونکہ پودوں کے سبز پتے اور شاخیں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف رہتے ہیں۔ جب تک یہ پتے، پھول اور شاخیں سبز و تر رہتے ہیں، تب تک وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں اور ان کی تسبیح و تہلیل سے میت کا دل بہلے گا۔ نیز سبز پودوں کی تسبیح کے سبب رحمت خداوندی کا نزول ہوگا اور اہل قبر کے عذاب اور قبر کی سختیوں میں فضل الہی سے تخفیف ہوگی۔ علاوہ ازیں سبز پودوں کی تسبیح کی وجہ سے میت کو انہس حاصل ہوگا۔ لہذا جب کبھی بھی نئی قبر بنائی جائے، اس پر سبزہ ضرور لگا دیا جائے۔ اس کا جواز حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

حدیث:

”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِنْ حَيْطَانِ مَكَّةَ أَوْ الْمَدِينَةِ سَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ وَمَا

يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ثُمَّ قَالَ بَلْ كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَبْرِئُ مِنْ بَوْلِهِ وَكَانَ
الْآخِرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا كَسْرَتَيْنِ فَوَضَعَ عَلَى
كُلِّ قَبْرٍ مِنْهُمَا كَسْرَةً فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ
فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَأْ أَوْ إِلَى أَنْ يَبْسَأَ-

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کے کسی باغ کے قریب سے گزرے۔ وہاں دو شخصوں کی آواز آپ نے سنی۔ ان دونوں شخصوں پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھیں عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ ان میں کا ایک شخص اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا شخص چغل خوری کرتا تھا۔ بعد ازاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت کی ایک شاخ منگوائی اور اس شاخ کے دو ٹکڑے کیے اور ہر ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہوں (یا ان کے خشک ہونے تک) ان دونوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔“

حوالہ:- (۱) نسائی جلد اول، کتاب الجنائز، باب وضع الجریدة علی

القبر، حدیث نمبر ۲۰۸۰، ص ۳۲۹، مطبوعہ جرمنی

نوٹ:

(۱) قبر میں مردہ کو عذاب ہونا، یہ غیب کی بات ہے۔ حضور اقدس عالم ماکان

وما یكون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا وسیع علم غیب عطا فرمایا ہے کہ آپ نے دو قبروں میں مدفون اشخاص کی آواز سن لی اور ان کے کڑھانے کی آواز سن کر بتا دیا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے۔ صرف عذاب ہونے کی کیفیت ہی بیان نہ فرمائی بلکہ کس گناہ کی وجہ سے ان پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے، یہ بھی بتا دیا۔ ثابت ہوا کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے اندر عذاب ہو رہا ہے، یہ بھی دیکھ رہے ہیں اور کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے یہ بھی جان رہے ہیں۔ اسی کا نام تو علم غیب ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا کیا ہے۔

(۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سبز شاخ جب تک خشک نہیں ہوتی، اس کی تسبیح کی وجہ سے قبر میں مدفون میت کے عذاب میں نرمی ہوگی۔ جب سبز شاخ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتی ہے، تو سبز شاخ کے مقابلے میں پھول زیادہ تر و تازہ ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کرتا ہے۔ لہذا یہ پھول بھی جب تک تر و تازہ رہے گا، اس کی حمد و ثنا سے میت کو اُنس حاصل ہوگا اور اس کا دل بہلے گا، نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوگا اور قبر کے عذاب و سختی میں نرمی اور کمی ہوگی۔

(۳) پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے سے مراد پیشاب کرنے کے بعد استنجاء نہ کرنا ہے۔ یعنی پیشاب کے مقام کو پانی سے نہ دھونا اور پیشاب کے قطرے بدن اور کپڑے پر لگنے دینا ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ نیز چغل خوری یعنی لوگوں کی باتیں ادھر کی ادھر کرتے پھرنا، یہ بھی ایسا

گناہ ہے، کہ اس کے باعث بندہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے۔ لہذا، ان دونوں نتیجے اور ناپسندیدہ حرکت سے بچنا ضروری ہے۔

مسئلہ:

● امام قاضی خاں ۵۹۲ھ اپنے ”فتاویٰ خانہ“ میں ● علامہ شرنبلالی ۱۰۶۹ھ ”نور الايضاح“ اور ”مراقی الفلاح“ اور ”امداد الفتاح“ میں ● علامہ ابوالسعود ”حاشیہ مراقی“ میں ● فاضل جلیل علامہ طحطاوی ”حاشیہ مراقی الفلاح“ میں ● امام ابن عابدین ۱۲۵۲ھ شامی ”رد المحتار حاشیہ در مختار“ اور ”خزانة الروایات“ میں ”فتاویٰ کبریٰ“ کے حوالے سے ● امام محمد بن محمد شہاب ابن بزاز ۸۲ھ ”فتاویٰ بزازیہ“ میں اور ● شیخ الاسلام اپنی مشہور اور معتبر کتاب ”کشف الغطاء“ میں فرماتے ہیں:

”يُكْرَهُ قَطْعُ الْحَطَبِ وَ الْحَشِيثِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ فَإِنْ كَانَ يَأْسًا لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّهُ مَادَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ فَيُؤْنِسُ الْمَيِّتَ“
ترجمہ: ”چوب اور ہری گھاس کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو مضا لقمہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے، خدا کی تسبیح کرتی ہے اور اس سے میت کا جی (دل) بہلتا ہے۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ قاضی خاں، از: امام حسن بن منصور قاضی خان المتوفی: ۵۹۲ھ، مطبوعہ: نولکشور، لکھنؤ، باب احکام الجنائز، جلد ۱، ص ۱۹۵

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۵۸ اور ۴۴۳

(۳) فتاویٰ ہندیہ، مطبوعہ: نورانی کتب خانہ، پشاور، الباب

الثانی عشر فی الرباطات، جلد ۲، ص ۴۷۱

(۴) رد المحتار، مطبوعہ: ادارة الطباعة المصرية، قاہرہ،

مصر، ۱، سلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۰۰

مسئلہ:

”جامع البرکات“ میں کتاب ”مطالب المؤمنین“ کے حوالے سے اور
 ”کنز العباد“ اور ”فتاویٰ غرائب“ وغیرہ کتب میں ہے:

”وَضَعُ الْوَرْدِ وَالرَّيَاحِينَ عَلَى الْقُبُورِ حَسَنٌ لِأَنَّهُ مَادَامَ رَطَبًا
 يُسَبِّحُ وَيَكُونُ لِلْمَيِّتِ أَنْسٌ بِتَسْبِيحِهِ“

ترجمہ: ”گلاب وغیرہ کے پھول قبروں پر ڈالنا اچھا ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے،
 تسبیح الہی کریں گے اور ان کی تسبیح سے میت کو انس حاصل ہوگا۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ ہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ:

نورانی کتب خانہ، پشاور، (پاکستان) الباب السادس عشر فی

زیارة القبور، جلد ۵، ص ۳۵۱

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۷۶۰

(۳) ردالمحتار، مطبوعہ: ادارة الطباعة المصریہ، مصر،

جلد ۱، ص ۶۰۷

نوٹ:

”مطالب المؤمنین“ اور ”جامع البرکات“ یہ دونوں کتابیں فرقہ وہابیہ کے
 نزدیک مستند اور معتبر ہیں۔ مولوی اسحاق دہلوی نے اپنی کتاب ”مائۃ مسائل“ میں اور مولوی
 متکلم قنوجی وغیرہ نے ان کتابوں سے استدلال کیا ہے۔

مسئلہ:

اولیاء کرام، علمائے عظام اور صلحاء ذوی الاحترام کی قبروں پر ان کی عظمت کے
 اظہار کی غرض سے چادر (غلاف) ڈالنا جائز اور محمود ہے۔ کیونکہ عوام الناس کی ایک عام
 ذہنیت یہ بنی ہوئی ہے کہ وہ جب تک ظاہری شان و شوکت اور دبدبہ نہیں دیکھتے متاثر

نہیں ہوتے اور صاحب قبر کے صاحب فضل و کمال ہونے کے باوجود ان کی وقعت نہیں کرتے اور ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور ان کی عظمت و رفعت کے قائل و معترف نہ ہونے کی وجہ سے ان کے فیوض و برکات سے فائدہ مند نہیں ہوتے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پر دادا استاد حضرت عارف باللہ علامہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی (المتوفی سن ۱۱۴۲ھ) رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”جو بدعت حسنہ شریعت کے مقاصد کے موافق ہو، وہ سنت ہے، پس علمائے کرام، اولیاء ذوی الاحترام اور صلحاء عظام کی قبور پر قبہ بنانا اور قبر پوش یعنی غلاف ڈالنا امر جائز ہے۔ جب کہ مقصود اس سے عوام کی نظروں میں صاحب قبر کی تعظیم و توقیر پیدا کرنا ہو، تاکہ وہ صاحب قبر کی تحقیر و توہین نہ کریں اور اسی طرح اولیاء و صلحاء کی قبور کے پاس قنادیل (چراغ) روشن کرنا، باب تعظیم و تکریم سے ہے، اس میں مقصد نیک ہے، اس سے لوگوں کو روکنا مناسب نہیں۔“

حوالہ:- کشف النور عن اصحاب القبور، اردو ترجمہ، ناشر: مکتبہ

قادریہ۔ لاہور، ص ۲۱

مزارات اولیاء کرام پر قبہ بنانا اور چراغاں کرنا

مسئلہ:

ائمہ دین نے اولیاء، علماء، صلحاء اور مشائخ (قدست اسرارہم) کے مزارات کے گرد جائز التصرف زمین میں اس نیت سے عمارت بنانا کہ اس سے زائرین کو راحت ہوگی، جائز قرار دیا ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۶، ص ۴۱۳

نوٹ:

بزرگان دین کے مزارات پر قبہ یا گنبد بنانا اور پکی عمارت تعمیر کرنا جائز ہونے کے ثبوت میں چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

حوالہ: ۱:

حضرت علامہ، محدث سیدی محمد طاہر فتنی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۹۸۱ھ) فرماتے ہیں:

”قَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ يُبْنَى عَلَى قَبْرِ الْمَشَايخِ وَالْعُلَمَاءِ الْمَشَاهِيرِ لِيُرْوَرَهُمُ النَّاسُ وَيَسْتَرِيحُوا بِالْجُلُوسِ فِيهِ“
ترجمہ: ”بے شک علمائے سلف نے مشائخ کرام اور مشہور علمائے عظام کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے، تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس عمارت میں بیٹھ کر آرام کریں۔“

حوالہ: - مجمع بحار الانوار، مطبوعہ: منشی نولکشور، لکھنؤ، تحت لفظ ”شرف“ جلد ۲، ص ۱۸۷ اور جلد ۳، ص ۱۴۰

حوالہ: ۲:

فقیر العصر، فخر العلماء، حضرت علامہ علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی المعروف بہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

”قَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلَى قَبْرِ الْمَشَايخِ وَالْعُلَمَاءِ الْمَشَاهِيرِ لِيُرْوَرَهُمُ النَّاسُ وَيَسْتَرِيحُوا بِالْجُلُوسِ فِيهِ“
ترجمہ: ”بے شک سلف صالحین نے مشائخ کرام اور معروف علماء کی قبور پر (قبہ) تعمیر

کرنے کی اجازت مرحمت فرماتی ہے، تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں، تو عمارت میں ٹھہر کر استراحت کریں۔“

حوالہ:- مرقاة شرح مشکوٰۃ، ناشر: مکتبہ امدادیہ، ملتان، باب دفن

المیت، جلد ۴، ص ۶۹

حوالہ: ۳

عاشق رسول، محقق علی الاطلاق، شیخ محقق شاہ عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ ترک محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (المتوفی ۱۰۵۲ھ) نے اپنی مشہور و معروف کتاب ”مدارج النبوة“ میں ”مطالب المؤمنین“ سے نقل فرمایا ہے:

”إِنَّ السَّلَفَ أَبَاحُوا أَنْ يُبْنَى عَلَى قَبْرِ الْمَشَايخِ وَالْعُلَمَاءِ الْمَشْهُورِينَ قُبَّةً لِيَحْضَلَ الْإِسْتِرَاحَةَ الرَّائِرُونَ وَيَجْلِسُونَ فِي ظِلِّهَا هَكَذَا فِي الْمَفَاتِيحِ شَرْحِ الْمَصَابِيحِ وَقَدْ جَوَّزَهُ إِسْمَاعِيلُ الرَّاهِدِيُّ الَّذِي مِنْ مَشَاهِيرِ الْفُقَهَاءِ“

ترجمہ: ”علمائے سلف نے مشہور مشائخ و علماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز اور مباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں۔ اسی طرح جائز اور مباح کا حکم کتاب ”مفتاح شرح مصابیح“ میں بھی ہے اور حضرت علامہ اسماعیل زاہدی جو مشاہیر فقہاء میں سے ہیں، انھوں نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔“

حوالہ:- مدارج النبوة، بحوالہ مطالب المؤمنین، ناشر، مکتبہ نوریہ

رضویہ سکھر، پاکستان، وصل در نماز جنازہ، جلد ۱، ص ۴۲۰

یہاں تک کے مطالعہ سے معزز قارئین اولیاء کرام کے مزارات پر قبے اور گنبد تعمیر کرنے کے جواز سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہوں گے۔ آئیے! اب بزرگان دین

کے مزارات اور آستانوں پہ چراغاں کرنے کے جواز کے سلسلہ میں تفصیلی معلومات حاصل کریں۔

اولیاء کرام کے مزارات پر روشنی کرنا

مسئلہ:

مقابر میں شمعیں روشن کرنا جب کسی فائدے کے لیے ہو، ہرگز منع نہیں، فائدے کی متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً:

(۱) وہاں کوئی مسجد ہے کہ ان چراغوں سے مسجد میں روشنی ہوگی اور اس مسجد میں آنے والے نمازیوں کو آرام اور آسائش ہوگی۔

(۲) مقابر برسر راہ ہوں، تو مقابر کی روشنی سے راہگیروں یعنی راستہ چلنے والوں کو فائدہ ہوگا۔ اندھیرے میں ٹھوکر وغیرہ دیگر امور مشقت سے محفوظ اور مامون رہیں گے۔

(۳) مندرجہ بالا دونوں فائدے زندہ لوگوں کے لیے ہیں، لیکن یہ تیسرا فائدہ ان مقابر میں مدفون مسلمان میتوں کا بھی ہے اور وہ یہ کہ رات کے وقت مقابر میں شمعیں روشن دیکھ کر مقابر کے قریب سے گزرنے والے مسلمین کو مقابر کا پتہ چلے گا۔ وہ گزرنے والے زندہ مسلمین اپنے مؤمن مردوں کو سلام کریں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دعا کریں گے، کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں گے، اور اموات کے نامہ اعمال میں ثواب کا اضافہ ہوگا، گناہ معاف ہوں گے اور اگر نیک اموات ہیں، تو درجات بلند ہوں گے۔

(۴) چوتھا فائدہ دوطرفہ ہے۔ اگر گزرنے والوں کی نیکیاں زیادہ ہیں اور نیکیوں کے

معاملہ میں اس کی قوت زیادہ ہے، تو اموات برکت لیں گے اور اگر اموات کی قوت زائد ہے، تو گزرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(۵) اگر کوئی شخص مقابر کے قریب سے گزرنے کے بجائے مقابر کے اندر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے آنے کا مقصد زیارت قبر یا ایصال ثواب یا افادہ یا استفادہ یعنی فائدہ پہنچانا یا فائدہ حاصل کرنا ہے، تو وہ مقابر کی روشنی سے آرام پائے گا اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کرنا چاہتا ہے، تو مقابر کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر قرآن مجید دیکھ کر بہ آسانی پڑھ سکے گا۔

بحوالہ: - (۱) بریق المنار بشموع المزار، از: امام احمد رضا

محقق بریلوی، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، ص ۱۱

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۴۹۱

حوالہ:۱

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی حنفی نابلسی (قدسنا

اللہ سرہ القدسی) المتوفی ۱۱۴۳ھ ارشاد فرماتے ہیں:

”قَالَ الْوَالِدُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى فِي شَرْحِهِ عَلَى الدَّرَرِ مِنْ مَسَائِلِ

مُتَفَرِّقَةٍ إِخْرَاجُ الشَّمُوعِ إِلَى الْقُبُورِ بِدُعَاةٍ وَإِتْلَافٍ مَالٍ كَذَا فِي الْبَرَازِيَةِ

وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا خَلَا عَنْ فَائِدَةٍ وَأَمَّا إِذَا كَانَ مَوْضِعُ الْقُبُورِ مَسْجِدًا أَوْ عَلَى

طَرِيقٍ أَوْ كَانَ هُنَاكَ أَحَدٌ جَالِسٌ أَوْ كَانَ قُبُورِيٌّ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ أَوْ عَالِمٌ

مِنَ الْمُحَقِّقِينَ تَعْظِيمًا لِرُوحِهِ الْمُشْرِفَةِ عَلَى تُرَابِ جَسَدِهِ كَإِشْرَاقِ

الشَّمْسِ عَلَى الْأَرْضِ إِعْلَامًا لِلنَّاسِ أَنَّهُ وَلِيُّ لِيَتَبَرَّكُوا بِهِ وَيَدْعُوا اللَّهَ

تَعَالَى عِنْدَهُ فَيُسْتَجَابُ لَهُمْ فَهُوَ أَمْرٌ جَائِزٌ لَا مَانِعَ مِنْهُ وَالْأَعْمَالُ

بِالنِّيَّاتِ“

ترجمہ: ”والدرحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ درر اور غرر میں فتاویٰ بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ موضع قبور میں مسجد ہے یا قبور سرراہ ہیں یا وہاں کوئی بیٹھا ہے یا مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے، تو وہاں شمعیں روشن کرنا ان کی روح مبارک کی تعظیم کے لیے ہے، جو اپنے بدن کی خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر، تاکہ اسی روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار پاک ہے، تاکہ اس سے تبرک حاصل کریں اور وہاں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ ان کی دعا قبول ہو، یہ کام جائز ہے اور اس سے اصلاً کوئی ممانعت نہیں اور اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔“

حوالہ:- کتاب الحدیقہ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ، باب ایقاد الشموع

فی القبور (۱) مطبوعہ مصر، جلد ۲، ص ۲۹؛

(۲) مطبوعہ: نوریہ رضویہ، فیصل آباد،

جلد ۲، ص ۶۳۰

حوالہ: ۲:

قبر پر چراغ روشن کرنے میں صاحب قبر کی روح کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہوتی ہے، محض قبر کی تعظیم مقصود نہیں ہوتی، لہذا اس نیت صالحہ کے ساتھ اولیاء کرام کے مزارات پر روشنی کرنے میں کوئی اسراف یعنی فضول خرچی نہیں کیونکہ یہ سب صرف اور صرف صاحب قبر کی تعظیم کے لیے ہے، جو شرعاً بلاشبہ مطلوب اور محبوب ہے۔ امام اجل تقی الدین سبکی، امام جلیل علامہ نور الدین سمہودی اور امام الفقہاء علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہم نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

● امام سمہودی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”لَيْسَ الْقَصْدُ تَعْظِيمَ بُقْعَةِ الْقَبْرِ بِعَيْنِهَا بَلْ مَنْ حَلَّ فِيهَا“

ترجمہ: ”خاص زمین قبر کی تعظیم مقصود نہیں بلکہ اس کی تعظیم مقصود ہے جو اس میں فروکش ہے۔“

حوالہ:- (۱) وفاء الوفاء، مصنف علامہ سیدی نور الدین علی بن احمد

سمہودی مدنی شافعی (المتوفی، ۹۱۱ھ) مطبوعہ: دار احیاء

التراث العربی، بیروت الفصل الثانی من الباب الثامن، جلد ۴،

ص: ۱۳۶، ۶

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۵۲۱

ضروری وضاحت:

اولیاء کرام کے مزارات پر چراغ روشن کرنے کی ممانعت کرنے والے گروہ کے

لوگ ممانعت کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں، وہ حدیث شریف بھی ذیل میں

درج ہے:

”رَوَى أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ

وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ“

ترجمہ: ”حضرت ابو داؤد اور حضرت ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والی عورتوں

اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور قبروں پر چراغ رکھنے والوں پر لعنت فرمائی۔“

حوالہ:- جامع الترمذی، باب ماجاء فی کراهیة ان یتخذ علی القبر

مسجداً، ناشر: کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، جلد ۱، ص ۴۳

اس حدیث شریف کے مقدس الفاظ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ حدیث شریف میں لفظ ”علی“ یعنی ”اوپر“ ہے، جس کا مطلب ہوا ”قبر کے اوپر“۔ لہذا خاص قبر پر چراغ رکھنے کی ممانعت ہوئی۔

■ اس حدیث شریف کی شرح میں امام علامہ عارف باللہ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی حنفی نابلسی المتوفی ۱۱۴۳ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”الْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا أَي الْقُبُورِ يَعْنِي فَوْقَهَا“

ترجمہ: ”رکھنے والے اس پر یعنی قبروں پر یعنی ان کے اوپر۔“

حوالہ:- الحديقة النديه شرح طريقه محمدیه، ناشر: مکتبہ نوریہ

رضویہ، فیصل آباد، پاکستان، باب ایقاد الشموع فی القبور، جلد ۲، ص ۶۳۰

■ اس حدیث شریف میں وارد لفظ ”علی“ کو علامہ علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی المعروف بہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نے حقیقی معنی پر لیا ہے یعنی خاص قبر پر۔

آپ فرماتے ہیں:

”قَيْدٌ عَلَيْهَا يُفِيدُ إِتِّخَاذَ الْمَسَاجِدِ بِجَنْبِهَا لَا بِأَسَبِهَا“

ترجمہ: ”عَلَيْهَا (یعنی قبروں پر) کی قید نے یہ فائدہ پہنچایا کہ قبر کے پہلو میں مسجد بنائیں، تو کوئی حرج نہیں۔“

حوالہ:- مرقاة شرح مشکوٰۃ، مطبوعہ: مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ،

پاکستان، باب المساجد و نواضع الصلوة، جلد ۲، ص ۴۴۴

مخالفین کی پیش کردہ حدیث میں ”قبر پر مسجد بنانا اور چراغ جلانا“ دونوں کی

ممانعت آئی ہے۔ جب علامہ ملا علی قاری کی مندرجہ بالا تشریح کے مطابق قبر پر مسجد بنانا حقیقی معنی میں ہے، تو قبر پر چراغ جلانا بھی یکساں علاقہ ہونے کی وجہ سے حقیقی معنی میں ہی ہے۔ لہذا جب قبر کے قریب یا آس پاس مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں، تو قبر کے قریب یا اردگرد چراغ جلانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اہم نکتہ:

اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزارات پر جو چراغ جلائے جاتے ہیں، وہ صرف تعظیم کی نیت سے جلائے جاتے ہیں اور یہ تعظیم ان مزارات کے پتھر، اینٹ اور مٹی کی تعظیم نہیں بلکہ ان کی مبارک روح کی تعظیم ہے، جیسا کہ پچھلے صفحات میں امام نابلسی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ”تَعْظِيمًا لِرُوحِهِ الْمَشْرَفَةِ“ یعنی ”ان کی مبارک روح کی تعظیم کے لیے۔“

لہذا ملت اسلامیہ کے بزرگوں کی قبروں کی تعظیم حقیقت میں ان بزرگان دین کے روح کی تعظیم ہے اور اس طرح کی تعظیم سے کسی نے بھی منع نہیں فرمایا۔ بلکہ بزرگان دین کے مزارات کا ادب و احترام کرنے کی تعلیم اور ترغیب دی گئی ہے۔ جس بزرگ کا ان کی حیات میں جیسا ادب و احترام کرتے ہوں، ویسا ہی ادب ان کے انتقال کے بعد ان کے مزار کا کرنا چاہئے۔

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام اور آپ کی تعظیم و توقیر کرنے کا حکم قرآن مجید میں ہے۔ لہذا ائمہ ملت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ جیسا ادب و احترام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازمی اور ضروری تھا، ویسا ہی ادب و احترام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد

بھی لازمی اور ضروری ہے۔

● امام اجل، علامہ شہاب الدین احمد علی بن حجر مکی عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد رشید حضرت علامہ عبدالقادر فاکہی مکی اپنی کتاب ”حسن التوسل فی زیارة افضل الرسول“ میں لکھا ہے کہ:

”وَمِنْهَا أَنْ لَا يَسْتَدْبِرَ الْقَبْرَ الشَّرِيفَ“

ترجمہ: ”آداب میں سے ہے قبر اقدس کی طرف پشت نہ کرے۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ، (مترجم) جلد ۹، ص ۱۶۵

● حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اطہر کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے مزار اقدس کو پیٹھ نہ کرنے کے سلسلہ میں امام جلیل، حضرت علامہ نور الدین عبداللہ سمہودی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور و معروف کتاب ”خلاصة الوفاء فی اخبار دار المصطفى“ میں صاف لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”لَا يَسْتَدْبِرُ فِي الصَّلَاةِ وَلَا فِي غَيْرِهَا“

ترجمہ: ”نہ نماز میں مزار اقدس کی طرف پیٹھ کرے اور نہ غیر نماز میں۔“

حوالہ:- وفاء الوفاء، مطبوعہ: احیاء التراث العربی، بیروت، الفصل

الرابع من الباب الثامن، جلد ۴، ص ۱۰۱۴

● یہی امام موصوف پھر امام عز الدین بن عبدالسلام سے نقل فرماتے ہیں:

”إِذَا أَرَدْتَ الصَّلَاةَ فَلَا تَجْعَلْ حُجْرَتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَرَاءَ ظَهْرِكَ وَلَا بَيْنَ يَدِكَ وَالْأَدَبُ مَعَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ

مِثْلَهُ فِي حَيَاتِهِ فَمَا كُنْتَ صَانِعَهُ فِي حَيَاتِهِ فَاصْنَعُهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ مِنْ

اِخْتِرَامِهِ وَالْإِطْرَاقِ بَيْنَ يَدَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

ترجمہ: ”جب تو نماز پڑھنا چاہے، تو حجرہ مطہرہ (مزار رسول) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیٹھ نہ کر اور نہ نماز میں اپنے سامنے رکھ، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب بعد وصال بھی ویسا ہی ہے، جیسا ظاہری حیات میں تھا، لہذا حضور کی حیات ظاہری میں جیسا تو ادب کرتا تھا اور حضور کے سامنے سر جھکاتا تھا، ایسا ہی مزار اقدس کے سامنے کر۔“

(حوالہ:- ایضاً)

مذکورہ بالا عبارات تعظیم و ادب کے تعلق سے بیان ہوئیں اور تعظیم ہی اصل مقصد ہے۔ اگر تعظیم کے تعلق سے ایسی دیگر عبارات جمع کی جائیں تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے۔ حاصل کلام یہی کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی شان عظمت کے اظہار اور ان کے ادب و احترام کے لیے جو نیک اور مستحسن کام کیے جاتے ہیں، اور ان کاموں کے کرنے میں شریعت مطہرہ کی کسی قسم کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، تو ایسے کام میں کوئی حرج نہیں اور اس سے روکنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ ہاں! اگر روکنے والا اپنے قول میں سچا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ ممانعت پر صریح دلیل قرآن و حدیث یا کتب معتبرہ سے پیش کرے، صرف اپنے قیاس فاسد اور جاہلانہ اجتہاد سے کوئی مسئلہ گڑھ لینا دیانت اور انصاف سے بعید ہے۔

حالانکہ بہت سے فروعی اور ضمنی مسائل زمانہ اور مقام کے بدلنے سے بدل بھی جاتے ہیں۔ کبھی کبھی حالات کے پیش نظر اور وقت کے تقاضے کی بناء پر بہت سے فروعی اور ضمنی مسائل کا حکم بدل جاتا ہے۔ ایسے مسائل کے لیے احکام سابقہ سے سند لانا اور اس کو خلاف شرع ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا، اور خواہ مخواہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنا اور امن و امان اور صلح و محبت سے رہنے والے مسلمانوں میں

پھوٹ ڈالنا اور انھیں مذہب کے نام پر لڑنے لڑانے پر آمادہ کرنا سخت ناپسندیدہ جرم ہے۔
 ● امام جلیل حضرت علامہ برہان الدین ابراہیم ابن ابی بکر بن محمد بن حسین اخلاطی
 حسینی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”هُوَ وَإِنْ كَانَ أَحْدَاثًا فَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ كَانَ
 أَحْدَاثًا وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ
 وَالْمَكَانِ“

ترجمہ: ”یہ اگرچہ نو پیدا (نئی پیداوار) ہے، پھر بھی بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں
 نئی پیدا ہوئیں اور وہ اچھی بدعت ہیں اور بہت سے احکام ایسے بھی ہیں جو زمانہ اور مقام
 کی تبدیلی سے بدل جاتے ہیں۔“

حوالہ:- جواہر اخلاطی، قلمی نسخہ، ص ۱۶۸، بحوالہ: بریق المنار

بشموع المزار، از: امام احمد رضا محقق بریلوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ص ۱۵

یہ بھی ذرا سوچو!

دور حاضر میں ہر ملک، بلکہ ہر شہر اور برگاؤں میں مسجدوں کی تعمیر میں اس بات کا
 خاص لحاظ کیا جاتا ہے کہ محلہ میں واقع رہائش کے مکانوں کے مقابلہ میں مسجد زیادہ بلند
 اور خوبصورت ہو۔ لوگوں کے گھروں کے مقابلہ میں اللہ کا گھر یعنی مسجد باوقار اور بارونق
 ہو۔ لہذا صدیوں سے مساجد کی تعمیر میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ مسجدیں
 بلند اور خوبصورت تعمیر کی جاتی ہیں۔ مسجدوں کو دیگر مکانات سے ممتاز اور باشوکت بنانے
 کے لیے ان پر بلند مینارے تعمیر کرنا، کنگرے بنانا درود یوار کو نقش و نگار سے منقش اور مزین
 کرنا، مسجد کو آراستہ و پیراستہ کرنا آج کل عام طور سے قوم مسلم میں رائج ہے۔ بلکہ ہر فرقہ
 کے لوگ اپنی اپنی مسجدوں کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت اور باوقار بنانے میں حد درجہ

کوشش کرتے ہیں اور مسجدوں کو خوبصورت، منقش، بلند اور باوقار تعمیر کرنا، مسجد کو بلند میناروں سے ممتاز کرنا، نقش و نگار وغیرہ سے اس کی شان امتیاز پیدا کرنا، جیسے امور میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ سب لوگ متفقہ طور پر اس کے جواز کے قائل ہیں۔

حالانکہ...

حدیث شریف میں مسجدوں کی آرائش کرنا، ان پر مینارے، کنگرے وغیرہ بنانے کی ممانعت آئی ہوئی ہے۔

حدیث:

حضرت ابن ابی شیبہ نے ”مصنف“ میں اور امام بیہقی نے ”سنن“ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اِبْنُوا الْمَسَاجِدَ وَ اتَّخِذُوْهَا جَمًا“

ترجمہ: ”مسجدیں بناؤ اور مسجدیں منڈی بناؤ۔“

حوالہ:- سنن الكبرى، مطبوعہ: دارصادر، بیروت باب فی کیفیتہ بناء

المسجد، جلد ۲، ص ۴۳۹

حدیث:

حضرت ابن ابی شیبہ نے ”مصنف“ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”اِبْنُوا مَسَاجِدَكُمْ جَمًا وَاِبْنُوا مَدَائِنَكُمْ مُشْرِفَةً“

ترجمہ: ”مسجدیں منڈی بناؤ یعنی اس میں کنگرے نہ رکھو اور اپنے شہر اونچے کنگرے

دار بناؤ۔“

حوالہ:- المصنف لابن ابی شیبہ، مطبوعہ: ادارة القرآن والعلوم

الاسلامیہ، کراچی، جلد ۱، ص ۳۰۹

حدیث:

حضرت ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”لَتُرْخِرَنَّهَا كَمَا زَخَّرَفْتُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى“

ترجمہ: ”تم مسجدوں کی آرائش (سجاوٹ) کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے آرائش کی۔“

حوالہ:- سنن ابی داؤد، مطبوعہ: آفتاب عالم پریس، لاہور، باب فی

بناء المسجد، جلد ۱، ص ۶۵

بنظر ظاہر اگر دیکھا جائے تو مندرجہ بالا تینوں احادیث کریمہ سے بلند اور رفیع

عمارت والی مساجد بنانا، مساجد کو نقش و نگار سے منقش اور مزین کرنا، کنگرے اور مینارے بنانا وغیرہ منع ہے، لیکن صدیوں سے ملت اسلامیہ کے لوگ مساجد کو اسی ہیئت سے تعمیر کرتے چلے آ رہے ہیں اور فی زمانہ کرتے بھی ہیں اور اس کی کسی بھی گروہ یا فرقہ کے ذریعہ مخالفت نہیں کی جاتی۔

مساجد کی موجودہ ہیئت کی تعمیر کی مخالفت نہ کرنا یقیناً مناسب ہی ہے۔ اور اس کی

وجہ یہ ہے کہ ایک ہزار سال قبل کی ہیئت کی تعمیر پر مشتمل عمارت والی، منڈی، غیر منقش، کوتاہ، غیر بلند، بغیر کنگرے اور مینار والی کچی مساجد اگر آج تعمیر کی جائیں گی، تو مساجد کی وقعت، ہیئت اور اہمیت عام لوگوں کی نگاہوں میں نہ ہوگی۔ کیونکہ ظاہری تزک و احتشام یعنی شان و شوکت ہی عام لوگوں کے دلوں میں تعظیم کا اثر پیدا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں

مساجد کی شان و شوکت سے اسلام کی شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے۔ مساجد اسلام کا شعار یعنی علامات اور نشانیاں ہیں۔ لہذا مساجد کا شمار بھی شعار اللہ میں ہے۔ اور اللہ کے شعار کی چیزوں کی تعظیم کرنے کا قرآن مجید میں حکم ہے:

آیت:

”وَمَنْ يُعْظِمُ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“

(سورۃ الحج، آیت نمبر ۳۲)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔“

(کنز الایمان)

آیت:

”وَمَنْ يُعْظِمِ حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ“

(سورۃ الحج، آیت نمبر ۳۰)

ترجمہ: ”اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے، تو وہ اس کے لئے رب کے یہاں بھلا ہے۔“

(کنز الایمان)

پرانے زمانہ میں جب لوگوں کی رہائش کے مکانات کچے ہوتے تھے، تو مساجد کی عمارت بھی کچی تعمیر ہوتی تھی، رفتہ رفتہ لوگوں کے رہن سہن، سماجی طور طریقے اور زندگی بسر کرنے کے رویہ میں تبدیلیاں ہوتی گئیں، لوگ عالی شان عمارتوں میں رہنے لگے، ایسے ماحول میں اگر مساجد پرانی ہیئت کی منڈی اور کچی تعمیر کی گئیں، تو وہ عوام الناس کے مکانوں کے درمیان دب کر رہ جائیں گی۔ مساجد کی ہیئت و دبدبہ، شان و شوکت، امتیازی شان اور دور سے اس پر مطلع ہونے کے اسباب مفقود ہو جائیں گے اور لوگوں کی نظروں میں اس کی کوئی اہمیت اور دلوں میں کوئی تعظیم و وقعت نہ ہوگی، لہذا ملت اسلامیہ

کے دور رس نگاہ رکھنے والے اور اسلام کی شان و شوکت کا دبدبہ قائم کرنے کا صحیح جذبہ رکھنے والے عظیم المرتبت ائمہ دین نے اب مساجد کو پکی، بلند، اور منقش کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حوالہ: ۱

عالم جلیل، امام شہاب الدین، احمد بن محمد المصری القسطلانی الشافعی (المتوفی ۹۲۳ھ) رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”أَسْتَنْبِطُ كَرَاهِيَةَ زُخْرَفَةِ الْمَسْجِدِ لِاشْتِغَالِ قَلْبِ الْمُصَلِّي بِذَلِكَ أَوْ لِصَرْفِ الْمَالِ فِي غَيْرِ وَجْهِ نَعْمَ إِذَا وَقَعَ ذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ تَعْظِيمِ الْمَسَاجِدِ وَلَمْ يَقَعْ الصَّرْفُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَلَا بَأْسَ بِهِ وَلَوْ أَوْضَى بِتَشْيِيدِ مَسْجِدٍ وَتَحْمِيرِهِ وَتَصْفِيرِهِ نَفَذْتُ وَصِيَّتَهُ لِأَنَّهُ قَدْ حَدَّثَ لِلنَّاسِ فِتَاوَى بِقَدْرِ مَا أَحْدَثُوا وَقَدْ أَحَدَّثَ النَّاسُ مُؤْمِنُهُمْ وَكَافِرُهُمْ تَشْيِيدَ بُيُوتِهِمْ وَتَرْيِينَهَا وَلَوْ بَنَيْنَا مَسَاجِدَنَا بِاللَّبَنِ وَجَعَلْنَاهَا مُتَطَامِنَةً بَيْنَ الدُّورِ الشَّاهِقَةِ وَرُبَّمَا كَانَتْ لِأَهْلِ الذِّمَّةِ لَكَانَتْ مُسْتَهَانَةً“

ترجمہ: ”حدیث سے اخذ کیا گیا ہے کہ مسجدوں کی آرائش مکروہ ہے کہ نمازی کا خیال اس کی وجہ سے بٹے گا، یا اس لیے کہ مال بیجا خرچ ہوگا۔ ہاں! اگر تعظیم مسجد کے لیے آرائش ہو اور آرائش کا خرچ بیت المال سے نہ ہو، تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ اس کے مال سے مسجد کی گچ کاری یعنی چونے کا کام کیا جائے اور اس میں سرخ وزرد یعنی لال اور پیلے رنگ کیے جائیں، تو وصیت نافذ ہوگی، کیونکہ لوگوں میں جیسی نئی نئی باتیں پیدا ہوتی گئیں، ویسے ہی ان کے لیے فتوے نئے ہوئے کہ اب

مسلمانوں اور کافروں سب نے اپنے مکان کی گچ کاری یعنی چونے کا کام اور آرائش (سجاوٹ) شروع کر دی ہے۔ اب اگر ہم ان بلند عمارتوں کے درمیان جو عمارتیں مسلمانوں کے علاوہ کافروں کی بھی ہوں گی، کچی اینٹ اور نیچی دیواروں کی مسجد بنائیں گے، تو لوگوں کی نگاہوں میں ان مسجدوں کی بے وقعتی ہوگی۔“

حوالہ:- (۱) ارشاد الساری شرح البخاری، مطبوعہ: دارالکتاب

العربی، بیروت، باب بنیان المساجد، جلد ۱، ص ۴۴۰

(۲) بریق المنار بشموع المزار، ص ۱۳ اور ۱۴

(۳) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۹۳

حوالہ: ۲

فخر الفقہاء، فقیہ جلیل، امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلیعی (المتوفی ۴۳۳ھ)

رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”لَا يُكْرَهُ نَقْشُ الْمَسْجِدِ بِالْجَصِّ وَمَاءِ الذَّهَبِ“

ترجمہ: ”گچ اور سونے کے پانی سے مسجد میں نقش بنانا مکروہ نہیں ہے۔“

حوالہ:- تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، مطبوعہ: کبری امیریہ، مصر،

فصل کرہ استقبال القبلة، جلد ۱، ص ۱۶۸

اسی طرح فقہ کی مستند اور معتبر کتب درمختار، ردالمحتار، مجمع بحار الانوار، جواہر

الاخلاطی، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں مساجد کو پکی اور بلند تعمیر کرنا اور اس میں نقش و نگار کو

جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ سب صرف اللہ کے گھر مساجد کی وقعت اور حرمت کے اظہار

کے لیے ہے۔ ان مساجد کے متعلق فقہاء کرام کے نافذ کردہ احکام پر مزارات اولیاء

عظام پر روشنی کرنے کے مسئلہ کو بھی قیاس کیا گیا ہے۔ حدیث میں قبر پر چراغ جلانے کی

ممانعت کے ساتھ ساتھ پکی مسجدیں بنانے کی ممانعت صادر ہوئی ہے۔ جب اس

ممانعت کو مساجد کے حق میں فقہاء کرام نے تبدیل زمانہ کے لحاظ سے اباحت سے بدل دیا اور اس ترمیم سے کسی کو اختلاف و اعتراض نہیں، تو بزرگان دین کے مزارات پر روشنی کرنے کے سلسلہ میں فقہاء کرام کے ارشادات عالیہ کو بھی تسلیم کرنے میں ہی عدل و انصاف ہے۔ غیر جانبدارانہ اور منصف المزاج رویہ اپنانا ہی مؤمن کی شایان شان ہے۔

پکی اور بلند عمارت والی مسجدیں تعمیر کرنے کی ابتدا تابعین کرام کے مبارک زمانہ سے ہوئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ تک لوگوں کے دلوں میں شعائر دین کی عظمت بھرپور تھی، علاوہ ازیں عام لوگوں کے مکانات بھی بہت معمولی اور سادے ہوتے تھے، جب اسلام کو کثرت سے فتوحات حاصل ہوئیں اور دیگر ممالک میں بھی پرچم اسلام لہرانے لگا اور دیگر ممالک کے ساتھ مسلمانوں کے تجارتی تعلقات نے فروغ پایا اور دولت کی کثرت ہونے کی وجہ سے مکانات بھی عالیشان بننے لگے، ایسے حالات میں اگر مسجدیں اسی طرح کی منڈی، پنچی، کچی اور معمولی حیثیت کی رہتیں، تو عام لوگوں کی نگاہوں میں ان کی وقعت نہ ہوتی بلکہ غیر مسلم قومیں ہنستیں کہ مسلمانوں کی عبادت گاہ ایسی معمولی ہے، لہذا مساجد کی عمارتیں عالیشان سے عالیشان بننے لگیں، مینارے، کنگرے اور گنبد بننے لگے اور اس سے مقصود شعائر دین کی عظمت و وقعت دلوں میں بٹھانا ہے۔

اسی طرح...

گزشتہ زمانہ میں ہر مسلمان قبور مؤمنین کا احترام کرتا تھا، خصوصاً اولیاء، صلحاء، علماء، مشائخ اور دیگر بزرگان دین کے مزارات کی عظمت و وقعت اور ان کی شان لوگوں

کے دلوں میں تھی، مگر اب جب کہ بصیرت باطنی کا عام فقدان ہو چکا ہے اور ظاہری شان و شوکت ہی عظمت کا نشان بن چکا ہے، علمائے ملت اسلامیہ نے علماء و مشائخ کے مزارات پر قبے بنانے کی اجازت دے دی، بلکہ اسے مستحسن بتایا ہے۔ نیز اولیاء کرام کے مزارات پر چراغ روشن کرنے کی بھی اجازت مرحمت فرمادی۔

اگر کسی صاحب کو اولیاء کرام کے مزارات پر روشنی کرنے کے تعلق سے مزید وضاحت، تحقیق اور دلائل درکار ہوں، تو وہ امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، شیخ الاسلام و المسلمین، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مندرجہ ذیل رسائل کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۱) بریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ)

(۲) طوابع النور فی حکم السراج علی القبور (۱۳۰۴ھ)

بعدتین کے ضروری مسائل

مسئلہ:

دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے، جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے، اتنی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرنے سے میت کو اُنس ہوگا اور نکیرین کے جوابات دینے میں وحشت نہ ہوگی، اور جتنی دیر قبر کے پاس ٹھہریں اتنی دیر تک تلاوت قرآن مجید و ذکر و اذکار میں مشغول رہیں اور میت کے لیے دعا و استغفار کرتے رہیں اور خاص طور پر یہ دعا کریں کہ میت منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدم رہے۔

حوالہ: - جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

مسئلہ:

بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے، مسنون ہے، صحیح مسلم شریف

میں اس بارے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث وارد ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۷

مسئلہ:

میت سے سوال دُفن کے بعد ہوتا ہے، دُفن سے پہلے میت سے کوئی سوال ہونے

کا ذکر حدیث میں نہیں۔ حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۳

حدیث:

ابوداؤد شریف میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی کو دُفن کرنے سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر کے پاس حترے ہو کر فرماتے:

”اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَاسْأَلُوا اللَّهَ لَهُ التَّثْبِيتَ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ“
ترجمہ: ”اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیے جائیں گے۔“

حوالہ:- ابوداؤد شریف، جلد ۲، کتاب الجنائز، باب: الاستغفار

عند القبر للمیت، حدیث نمبر ۳۲۲۳، ص ۵۵۸، مطبوعہ: جرمنی۔

حدیث:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے قریب اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی عورت نہ ہو اور آگ بھی نہ ہو، جب تم مجھے دُفن کر لو اور قبر پر مٹی ڈال لو:

”ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِى قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جُرُورٌ وَ يُقَسَّمُ لَحْمًا حَتَّى
أَسْتَأْنِسُ بِكُمْ وَأَعْلَمُ مَاذَا أَرَا جِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّى“

ترجمہ: ”پھر میری قبر کے ارد گرد اتنی دیر کھڑے رہنا، جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ میں تم سے اُنس حاصل کر سکوں اور مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ مجھے اپنے رب تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتوں (نکیرین) کو کیا جواب دینا ہے۔“

حوالہ:- (۱) صحیح مسلم

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی، کتاب

الجنائز، باب دفن المیت، ص ۱۴۹

مسئلہ:

میت کو دفن کرنے کے بعد لوگوں کو منتشر ہو جانا چاہئے، دفن کے بعد میت کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنا لازمی نہیں، بہت سے مقامات پر ایسا رواج ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد میت کے گھر آتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعائے مانگتے ہیں، اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ یہ بھی ایصالِ ثواب کا ایک طریقہ ہے۔ اور میت کو ایصالِ ثواب کر کے اس کی اعانت کرنا اور اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا، پسماندگان کی تعزیت، ان کی تسکین و تسلی، یہ سب باتیں شرعاً جائز اور پسندیدہ ہیں۔ البتہ دفن کے بعد گھر آ کر فاتحہ پڑھنا لازمی اور ضروری بھی نہیں۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۷۲ اور ص ۳۹۲

بعد دفن قبر کھودنا، پرانی قبر میں دوسری میت دفن

کرنا اور میت کو منتقل کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ:

عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور دفن کرتے وقت بعض ورثہ

موجود نہ تھے، ان ورثہ کو قبر کھول کر زیورات نکال لینے کی اجازت ہے۔ اسی طرح کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا، تو قبر کو کھول کر نکال سکتا ہے، اگرچہ وہ مال ایک ہی درہم ہو۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

مسئلہ:

کسی عورت کی مدت حمل پوری ہونے کے بعد، قبل وضع (پیدائش) انتقال ہوا اور اس عورت کو دستور کے مطابق دفن کر دیا گیا، پھر کسی صالح مرد نے خواب دیکھا کہ اس عورت کو زندہ بچہ پیدا ہوا ہے، تو اس خواب پر اعتماد کر کے قبر کھودنا جائز نہیں۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ ہندیہ، مطبوعہ: نورانی کتب خانہ، پشاور، باب

السادس عشر فی زیارة القبور، جلد ۵، ص ۳۵۱

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۶، ص ۴۰۵

مسئلہ:

ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردے بلا ضرورت دفن کرنا جائز نہیں، اور اگر ضرورت یا مجبوری ہے تو کر سکتے ہیں، مگر ایسی صورت میں دو میتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

مسئلہ:

امام جلیل، علامہ محقق امین الدین محمد بن عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”إِذَا صَارَ الْمَيِّتُ تَرَابًا فِي الْقَبْرِ يُكْرَهُ دَفْنُ غَيْرِهِ فِي قَبْرِهِ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ بَاقِيَةٌ“ یعنی ”جب قبر میں میت گل کر مٹی بھی ہو جائے، تب بھی اس کی قبر میں

دوسرے کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم و حرمت کے خلاف ہے کہ اس میت کی تعظیم و حرمت اب بھی باقی ہے۔“

حوالہ:- ردالمحتار، مطبوعہ: ادارة الطباعة المصرية، مصر، باب: صلوة

الجنائز، جلد ۱، ص ۹۹

مسئلہ:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بمبئی جیسے بڑے شہروں میں پرانی قبریں کھود کر ان میں دوسری میتیں دفن کی جاتی ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے مردہ کی توہین ہوتی ہے، تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے؟ جو ابنا عرض ہے کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے۔ قبرستانوں میں اتنی کشادگی نہیں کہ ہر میت کے لیے الگ الگ قبر ہو، لہذا اس شدید ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ قاعدہ متفقہ ہے کہ ”الضَّرُورَاتُ تُبَيِّحُ الْمَحْظُورَاتِ“ یعنی ”ضرورت کے وقت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہو جاتی ہیں۔“

● علامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبی حنفی المتوفی ۹۵۶ھ اپنی شہرہ آفاق کتاب ”غنية المستملی شرح منية المصلی“ مطبوعہ: سہیل اکیڈمی۔ لاہور، (پاکستان) فصل فی الجنائز، ص ۶۰۷ پر فرماتے ہیں:

”وَلَا يُحْفَرُ قَبْرٌ لِدَفْنِ آخِرٍ مَا لَمْ يَبْلُ الْأَوَّلُ فَلَمْ يَبْقَ لَهُ عَظْمٌ إِلَّا عِنْدَ الضَّرُورَةِ بِأَنْ لَمْ يُوجَدْ مَكَانٌ سِوَاهُ“

ترجمہ: ”اور دوسرے مردہ کو دفن کرنے کے لیے قبر نہ کھودا جائے، جب تک پہلا مردہ بوسیدہ نہ ہو جائے، یہاں تک کہ اس کی ہڈیاں بھی باقی نہ رہیں، مگر بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے، جبکہ اس کے بغیر کوئی دوسری جگہ میسر نہ ہو۔“

حوالہ:- فتاوی رضویہ (مترجم)؛ جلد ۹، ص ۴۳۸

مسئلہ:

اگر کوئی پرانی قبر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں، تو اس صورت میں مٹی دے کر قبر کو بند کرنا واجب ہے کیونکہ ستر مسلم لازم ہے۔

صحیح بخاری شریف، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی، کتاب

الجنائز، جلد ۱، ص ۱۸۶ پر ہے کہ:

”قَدْ انْكَشَفَتْ قَدَمٌ لَمَّا انْهَدَمَ جِدَارُ الْحُجْرَةِ الشَّرِيفَةِ فِي زَمَانِ
الْوَلِيدِ فَفَرَّعَ النَّاسُ وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ فَمَا وَجَدُوا أَحَدًا يَعْلَمُ
ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَهُمْ عُرْوَةُ لَا وَاللَّهِ مَا هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ مَا هِيَ إِلَّا قَدَمُ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَمَا فِي صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ
عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ وَأَخْرَجَ ابْنُ زَبَالَةَ وَغَيْرُهُ أَنْ قَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لِمَنْ أَمَرَ بِنَاءِ الْحَائِطِ أَنْ غَطَّ مَا رَأَيْتَ فَفَعَلَهُ“

ترجمہ: ”ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں جب روضہ پاک کی دیوار منہدم ہوئی، تو ایک قدم کھل گیا، جس سے لوگ گھبرا اٹھے اور انھیں گمان ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ اور کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جو آگاہ ہو کہ یہ کس کا قدم شریف ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک قدم نہیں بلکہ یہ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم شریف ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ہشام بن عروہ سے مروی ہے، وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا، اس سے فرمایا کہ جو تم نے دیکھا اسے

چھپا دو، اس نے حکم کی تعمیل کی۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۰۴

مسئلہ:

جس شہر یا گاؤں میں انتقال ہوا، وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے، اگرچہ انتقال کرنے والا وہاں رہتا نہ ہو، بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا ہو، اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں، اور ایک دو میل میت کو باہر لے جانے میں کوئی حرج نہیں کہ شہر کے قبرستان اکثر اتنے فاصلہ پر ہوتے ہیں۔ اور دوسرے شہر کو اس کی لاش لے جانے کی علماء ممانعت فرماتے ہیں، اور یہی صحیح ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ دفن سے پہلے لے جانا چاہیے، اور دفن کے بعد تو لے جانا مطلقاً منع ہے۔ سوائے بعض صورتوں میں جو بعد میں مذکور ہوں گی۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

مسئلہ:

بعض جگہ ایسا غلط طریقہ بھی رائج ہے کہ میت کو زمین کے سپرد کر دیتے ہیں، پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں۔ اس کام کو فقہی اصطلاح میں ”نبش“ کہتے ہیں۔ نبش شرعاً حرام، حرام اور سخت حرام اور میت کی اشد توہین اور اللہ تعالیٰ کے راز کی بے حرمتی ہے۔ اگر زمین کے مالک کی رضا مندی سے دفن کیا گیا ہے، تو اب نعش کو کھود کر نکالنے کے جواز کی کوئی گنجائش ہی نہیں، اگرچہ مرنے والے نے وصیت بھی کی ہو کہ مجھ کو فلاں جگہ دفن کرنا، اگر اتفاق سے مجھے دوسری جگہ دفن کر دیا جائے، تو وہاں سے میری لاش نکال کر بھی فلاں جگہ دفن کرنا، اور دفن کے تعلق سے کی گئی وصیت واجب العمل نہیں، یعنی ایسی وصیت پر عمل کرنا واجب نہیں۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۰۵/۴۰۶

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

مسئلہ:

دوامی اجارہ (پٹہ) کی زمین میں مستاجر کی اجازت سے دفن کرنا جائز ہے۔ دفن کرنے کے لیے ملکی زمین (Own Land) ہونا ضروری نہیں، بلکہ علماء ملت اسلامیہ نے دوامی اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی بھی اجازت دی ہے اور اس میں وقف کو صحیح مانا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ رہے گی۔

حوالہ: - (۱) ردالمحتار، مطبوعہ: ادارة الطباعة المصرية، مصر،

کتاب الوقف، جلد ۳، ص ۳۹۱

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۸۰

مسئلہ:

بعض جاہلوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب تک میت دفن نہ کی جائے، اس کے گھر والوں کو کھانا تناول کرنا درست نہیں بلکہ بعض جاہل تو یہاں تک کہتے ہیں کہ دفن کرنے کے پہلے کھانا حرام ہے۔ یہ سراسر جھوٹ اور غلط خیال ہے۔ کھانا حرام نہیں بلکہ میت کی تجہیز و تکفین سے غفلت حرام ہے۔

حوالہ: - فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۴۰۱

مسئلہ:

دوسرے کی ملک کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کر دیا، تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو میت کے رشتہ داروں سے کہے کہ اپنا مردہ نکال لو، یا زمین برابر کر کے اس میں کھیتی کرے، اسی طرح کسی کا کپڑا چرا کر، یا لوٹ کر مال غصب کیے ہوئے کپڑے کا کفن دے کر مردہ دفن کر دیا، تو کپڑے کا مالک مردہ نکلا سکتا ہے۔

حوالہ: - بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اوراق سابقہ میں قطعی دلیلوں سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ قبر میں دفن کرنے کے بعد میت کو نکالنا، میت کو ایذا دینا ہے، قبر کی جگہ کا ادب و احترام کرنا اس لیے ہے کہ قبر کی زمین میت کا حق ہے۔ میت کا ادب و احترام اب بھی باقی ہے۔ میت کی حرمت و تعظیم شرعاً لازمی اور ضروری ہے۔ تو مالک زمین کی اجازت کے بغیر دفن کیے گئے مردہ کو قبر سے باہر نکالنے میں یا اس کی قبر کی زمین کو مسمار کر کے اس پر کھیتی وغیرہ کرنے سے میت کی بے حرمتی کا معاملہ درپیش ہوگا۔ اہانت قبر مسلم کا الزام عائد ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

بے شک! قبور مسلمین کی حرمت و تعظیم لازمی اور ضروری ہے۔ لیکن جو قبر مالک زمین کی اجازت کے بغیر ظلماً و جبراً بنائی گئی ہو، اس کے لیے کچھ بھی حق نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں صاف ارشاد ہے:

”لَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ حَقٌّ“

ترجمہ: ”ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔“

حوالہ:- سنن ابو داؤد، مطبوعہ، آفتاب عالم پریس، لاہور باب احیاء

الاموات، جلد ۲، ص ۸۱

نمازی کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے اور احادیث کریمہ میں نمازی کے آگے سے گزرنے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔ احادیث کریمہ میں یہاں تک ارشاد ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانتا کہ اس میں کتنا گناہ ہے، تو وہ ایک قدم چلنے سے سو سال کھڑا رہنا بہتر سمجھتا، یا یہ چاہتا کہ اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سلسلے سے

نہ گزرے۔ لیکن اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور ابھی پہلی صف مکمل نہ ہوئی کہ پیچھے صفیں قائم ہو گئیں۔ تو حدیث اور فقہ میں حکم فرمایا گیا ہے کہ پیچھے قائم ہونے والی صفوں کو چیرتے ہوئے اور نمازی کے آگے سے گزرتے ہوئے اگلی صفیں پوری کریں، امام اہل سنت محقق بریلوی فرماتے ہیں کہ:

”صفوف نماز کی کس قدر حرمت و تعظیم ہے، مگر جو صفیں قبل تمامی صف اول کر لی جائیں، حدیث و فقہ حکم فرماتے ہیں کہ ان صفوں کو چیرتے ہوئے جا کر صف اول پوری کریں کہ خلاف شرع قائم ہونے کے سبب ان کی حرمت نہیں۔ یہ حق اللہ میں ہے، حق العبد تو اشد ہے۔ پھر بھی اگر صاحب حق اس میت مسلم کا لحاظ کر کے اپنے حق سے درگزر کرے کہ مردہ بدست زندہ اس نے خود قصور نہ کیا، تو امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اسے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۰۹

مسئلہ:

اپنے لیے پہلے سے کفن تیار رکھنے میں حرج نہیں اور اپنے لیے قبر پہلے سے نہ بنانا چاہئے، اپنے لیے پہلے سے قبر کھدوا رکھنا بے معنی ہے۔ کیا معلوم کہاں مرے گا؟

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۶۵

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

مسئلہ:

وقفی قبرستان میں کسی نے قبر تیار کروائی۔ اس قبر میں دوسرے لوگ اپنا مردہ دفن کرنا چاہتے ہیں اور قبرستان میں دوسری جگہ ہے کہ وہاں قبر بنا سکتے ہیں، لیکن انہوں نے اپنا مردہ اس تیار شدہ قبر میں دفن کر دیا تو مکروہ ہے۔ قبر تیار کرانے والا مردہ نہیں نکلا سکتا، البتہ قبر تیار کرنے میں جو خرچ ہوا ہے وہ دفن کرنے والوں سے لے لے۔

حوالہ:- عالمگیری، ردالمحتار، اور بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۳

منکر نکیر کے احوال اور سوال

جب میت کو دفن کرنے والے دفن کر کے چلے جاتے ہیں، اس وقت میت کے پاس دو فرشتے نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل و صورت میں، اپنے دانتوں سے زمین کو چیرتے ہوئے قبر میں آتے ہیں، ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ ان دونوں فرشتوں کے نام ہی ان کی خطرناک اور بھیانک شکل و صورت پر دلالت کرتے ہیں، منکر اور نکیر دونوں ایک ہی معنی کے الفاظ ہیں، منکر اور نکیر کے معنی ہیں اجنبی اور نہ پہچانا ہوا۔ میت کے لیے یہ صورتیں اجنبی کی طرح ہوں گی، کیونکہ میت نے اس سے پہلے سیاہ رنگ، قبیح صورت، ایک جگہ ٹکٹکی باندھ کر ڈرانے والی موٹی موٹی اور نیلی آنکھوں والی صورتیں کبھی نہیں دیکھی۔

منکر نکیر کی بھیانک شکل و صورت کا مفصل بیان احادیث کریمہ میں وارد ہے، ان تمام احادیث کو تفصیل سے بیان کرنا یہاں ممکن نہیں ہے، لہذا ان احادیث کا ماحصل ذیل میں درج ہے۔

● منکر نکیر کی بھیانک اور ہیبت ناک صورت اس طرح کی ہوگی کہ:

- (۱) بالکل سیاہ رنگ کا جسم۔
- (۲) دیگوں کے برابر بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی۔
- (۳) آنکھوں کا رنگ نیلا۔
- (۴) آنکھیں ابرق (Mica) کی طرح شعلہ زن ہوں گی۔
- (۵) ان کی سانس سے آگ کی لپٹ پھیلتی ہوگی۔
- (۶) بیل کے سینگ کی طرح لمبے لمبے نوکیلے دانت۔

- (۷) سر کے پیچیدہ اور بکھرے ہوئے بال جو زمین پر گھسٹتے ہوں گے۔
- (۸) جسم کا موٹا پا اور ڈیل ڈول اتنا پھیلا ہوا ہوگا کہ ایک شانے (کندھے) سے دوسرے شانے تک منزلوں کا فاصلہ ہوگا۔
- (۹) ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا، جس کا وزن اتنا ہوگا کہ ایک بستی کے لوگ بلکہ جن اور انسان جمع ہو کر اٹھانا چاہیں تو بھی نہ اٹھا سکیں۔
- (۱۰) ان کے آتے ہی بادلوں کی گرج اور کڑک کی ہولناک آوازیں آئیں گی۔
- (۱۱) زمین کو اپنے نوکیلے دانتوں سے چیرتے ہوئے آئیں گے۔
- (۱۲) ان تمام آفتوں پر آفت یہ کہ مردے سے سیدھی طرح بات نہ کریں گے۔
- (۱۳) آتے ہی میت کو جھنجھوڑ کر بیدار کریں گے۔
- (۱۴) کڑکتی اور جھڑکتی آوازوں میں امتحان لیتے ہوئے سوال کریں گے۔
- (۱۵) میت کو سوالوں کے جواب دینے میں کسی قسم کی مہلت نہ دیں گے بلکہ فوراً سوال کریں گے۔

حوالے:

- ابو نعیم نے حلیہ میں واثلہ بن اسقع سے • امام ترمذی نے بافادہ تحسین • ابن ابی الدنیا • ابن ابی عاصم اور • امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے • ابن مبارک نے زبد میں • ابن ابی شیبہ، آجری اور بیہقی نے حضرت ابو درداء سے • امام طبرانی نے معجم اوسط میں • ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ سے • ابو یعلیٰ اور ابن ابی الدنیا نے نعیم سے • ابو داؤد نے بعث میں • حاکم نے تاریخ میں اور بیہقی نے عذاب قبر میں امیر المؤمنین فاروق اعظم سے • امام بیہقی، ابن ابی الدنیا، ابو نعیم نے حضرت عطاء بن یسار سے • امام احمد، طبرانی، بیہقی نے حضرت جابر سے • آجری نے شریعہ میں

حضرت عبداللہ بن مسعود سے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۹۳۵، ۹۳۶

قبر کا مردے کو دبانا (دبوچنا) اور منکر نکیر کے سوالات

امام اجل، شہاب المملۃ والدین علامہ امام احمد بن علی بن حجر مکی عسقلانی المتوفی

۸۵۲ھ فرماتے ہیں کہ:

(۱) حدیث شریف میں قبر کو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا فرمایا گیا ہے۔

(۲) جب مردے کو قبر میں دفن کرتے ہیں، اس وقت اس کو قبر دباتی ہے۔ اگر وہ مسلمان نیک و صالح ہے، تو اس کو قبر کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں اپنے بچے کو پیار سے زور سے سینہ سے چمٹاتی ہے اور اگر کافر یا بدکار ہے، تو اس کو قبر اس زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر ہو جاتی ہیں۔

(۳) جب دفن کرنے والے دفن کر کے وہاں سے چلے جاتے ہیں، تو اس کے پاس دو فرشتے نہایت ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکل میں، اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ وہ دونوں مردے کو جھڑک کر اٹھاتے ہیں اور سختی کے ساتھ گرجتی آواز میں تین سوال کرتے ہیں۔

● پہلا سوال: "مَنْ رَبُّكَ" یعنی "تیرا رب کون ہے؟"

● دوسرا سوال: "مَا دِينُكَ" یعنی "تیرا دین کیا ہے؟"

● تیسرا سوال: "مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُدِّئُ بِكَ فِيكُمْ؟" یعنی "یہ

شخص کون ہے جو تیری طرف بھیجا گیا؟"

اگر مردہ صحیح العقیدہ مسلمان ہے، تو...

- پہلے سوال کا جواب : ”رَبِّيَ اللَّهُ“ یعنی ”میرا رب اللہ ہے۔“
- دوسرے سوال کا جواب : ”دِينِي الْإِسْلَامُ“ یعنی ”میرا دین اسلام ہے۔“

تیسرے سوال کا جواب : ”هُوَ رَسُولُ اللَّهِ“ یعنی ”یہ اللہ کے رسول ہیں۔“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جب مردہ تینوں سوال کے جواب دے چکے گا، تو پھر فرشتے اس سے پوچھیں گے کہ ”وَمَا يُدْرِيكَ“ یعنی ”تمہیں کیسے معلوم ہوا؟“ مردہ جواب دیتے ہوئے یہ کہے گا کہ ”قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ وَآمَنْتُ وَصَدَّقْتُ“ یعنی تو وہ کہے گا ”میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔“

حوالہ :- المنبهات على الاستعداد ليوم المعاد، اردو ترجمہ، تنبیہ الغافلین المعروف بہ موت کا سفر، مطبوعہ: دہلی، ص ۴۵

پھر کیا ہوگا؟ تفصیل کے لیے ذیل میں درج حدیث شریف بغور ملاحظہ فرمائیں:

حدیث:

زَادَ فِي رِوَايَةٍ فَذَلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرُشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَالْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ، وَإِنَّ الْكَافِرَ فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ: فَتَعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ، وَيَأْتِيهِ

مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ : مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ : هَاهُ هَاهُ لَا أُدْرِي،
 فَيَقُولَانِ : مَا دِينُكَ؟ فَيَقُولُ : هَاهُ هَاهُ لَا أُدْرِي، فَيَقُولَانِ لَهُ : مَا هَذَا
 الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ؟ فَيَقُولُ : هَاهُ هَاهُ لَا أُدْرِي، فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ
 السَّمَاءِ : أَنْ قَدْ كَذَبَ فَافْرُشُوهُ مِنَ النَّارِ، وَالْبِسُوهُ مِنَ النَّارِ، وَافْتَحُوا
 لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسُمُومِهَا، وَيَضِيقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى
 تَخْتَلِفُ فِيهِ أَضْلَاعُهُ.

زَادَ فِي رِوَايَةٍ : ثُمَّ يُقَيِّضُ لَهُ أَعْمَى أَبُكُمْ مَعَهُ مُرْرَبَةً مِنْ حَدِيدٍ
 لَوْ ضَرَبَ بِهَا جَبَلًا لَصَارَ تُرَابًا فَيَضْرِبُهُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَنْ بَيْنَ
 الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيرُ تُرَابًا ثُمَّ تُعَادُ فِيهِ الرُّوحُ. رَوَاهُ
 أَبُو دَاوُدَ.

ترجمہ ”ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ اللہ کا ارشاد ہے (اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے
 اس قرآن کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں) تو آسمان سے ایک ندا دینے والا
 ندا دے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا، تو اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھا دو جنتی لباس
 پہنا دو اور اس کی طرف جنت سے ایک کھڑکی کھول دو۔ تو اس کے پاس جنت کی خوشبو اور
 اس کی لطافت آئے گی۔ اور اس کی قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا، اور بیشک کافر اپنی
 موت کو یاد کرے گا۔ کہا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جائے گی، تو اس کے پاس
 دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھائیں گے۔ پھر دونوں کہیں گے تیرا رب کون ہے؟
 تو کہے گا ہائے افسوس! میں کچھ نہیں جانتا، تو وہ دونوں کہیں گے تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا
 ہائے افسوس! میں کچھ نہیں جانتا، تو وہ دونوں کہیں گے یہ شخص کون ہے جو تیری طرف بھیجا

گیا؟ وہ شخص کہے گا ہائے افسوس! میں کچھ نہیں جانتا، تو آسمان سے ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ اس نے جھوٹ کہا، اس کے لیے جہنم کا بچھونا بچھا دو، جہنمی لباس پہنا دو۔ اور اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو، تو اس کے پاس جہنم کی گرمی اور لپٹ آئے گی۔ اور اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جائیں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر اس پر ایک اندھا، بہرا فرشتہ مقرر کر دیا جائے گا، جس کے ساتھ لوہے کا گرز ہوگا، اگر وہ اس سے پہاڑ پر مار دے تو ریزہ ریزہ ہو جائے، تو وہ اس سے اس کو ایک ضرب مارے گا، جسے مشرق و مغرب میں سوائے جن وانس کے سب سنیں گے، یہاں تک کہ وہ مٹی ہو جائے گا۔ پھر اس میں اس کی روح لوٹائی جائے گی (اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا)۔“

حوالہ:- ابوداؤد شریف، بحوالہ: الترغیب والترہیب الامام المنذری،

المتوفی ۳۶۵ھ، مطبوعہ: دارالحياء التراث العربی، جلد ۴، ص ۳۶۵، ۳۶۶

قبر میں مشرک، کافر، مرتد، بددین، اور گمراہ فرقہ کے لوگوں کو دردناک عذاب دیا جائے گا اور صحیح العقیدہ، نیک اور صالح کو نعمتوں اور اکرام سے نوازا جائے گا۔ صحیح العقیدہ گنہگار مسلمان کو اس کے گناہ کی وجہ سے عذاب قبر ہوگا لیکن متعلقین اور محبین کے ذریعہ کیے گئے ایصال ثواب کی وجہ سے عذاب میں کمی اور نرمی ہو جائے گی۔ اس عنوان کے تعلق سے کثرت سے احادیث کریمہ وارد ہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ دین و ملت کی معرکۃ الآراء تصانیف میں کئی اقوال مذکور ہیں اور مستند روایات کے ساتھ کئی واقعات بھی درج ہیں۔ ان تمام کا تفصیلی بیان یہاں ممکن نہیں۔ لہذا صرف اتنا یاد رکھو کہ عذاب قبر حق ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اچھے اعمال کا بدلہ نعمتوں اور انعامات

سے دیا جائے گا اور برے اعمال کا بدلہ سختی اور عذاب و ذلت سے دیا جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر مومن کو عذاب قبر سے محفوظ و مامون رکھے، اور نعمتوں و عنایتوں سے مشرف فرمائے۔ آمین

منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان دھوکہ دینے

قبر میں آتا ہے

امام اجل، عارف باللہ، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تب شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں۔ اسی لیے حکم آیا ہے کہ میت کے لیے نکیرین کے سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔

حوالہ:- نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول، مصنف: امام ابو عبد اللہ

محمد بن علی الحکیم الترمذی، المتوفی ۵۲۵ھ

احادیث کریمہ میں میت کے لیے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رہنے کی اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا ثابت ہے:

حدیث:

”عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ قَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَاسْأَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ“

ترجمہ: ”امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو

قبر پر وقوف فرماتے (ٹھہرتے) اور ارشاد فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے نکیرین کے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگوں، کہ اب اس سے سوال ہوگا۔“

حوالہ:- (۱) السنن لابی داؤد، کتاب الجنائز، بالاستغفار عند القبر

للنیت، جلد ۲، ص ۴۵۹

(۲) المستدرک للحاکم، کتاب الجنائز، جلد ۱، ص ۲۷۰

(۳) الجامع الصغیر للسيوطی، جلد ۲، ص ۴۱۹

(۴) جامع الاحادیث، جلد ۲، ص ۱۹

(۵) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۶، ص ۶۹۴

حدیث:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں حاضر تھا۔ جب آپ نے اس کو قبر میں رکھا تو ”بِسْمِ اللّٰهِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ“ پڑھا۔ جب اینٹیں دی جانے لگیں تو آپ نے دعا کی کہ:

”اللّٰهُمَّ اجْرِهَا مِنْ الشَّيْطَانِ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبِهَا وَصَعِدْ رُوْحَهَا وَالْقَهَا مِنْكَ رِضْوَانًا“

ترجمہ: ”اے اللہ! شیطان سے اس کو محفوظ رکھ اور عذاب قبر سے۔ اے اللہ! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ فرما۔ اس کی روح کو بلند فرما اور اس کو اپنی شرف لقا سے مشرف فرما، اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو۔“

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے ابن عمر! کیا اس سلسلہ میں تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے یا خود اپنی

رائے سے یہ دعائیہ کلمات کہہ رہے ہو؟ آپ نے فرمایا: بے شک میں اس طرح کی دعا پر قادر ہوں، لیکن میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

حوالہ:- (۱) السنن لابن ماجہ، باب ماجاء فی ادخال المیت القبر،

جلد ۱، ص ۱۱۲

(۲) جامع الاحادیث، جلد ۲، ص ۱۴

حدیث:

”عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ

إِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِي اللَّحْدِ أَنْ يَقُولُوا اللَّهُمَّ أَعِذْهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“

ترجمہ: ”حضرت عمرو بن مرہ تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام اور

تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو لحد میں رکھا جائے، تو دعا کریں کہ اللہ!

اسے شیطان مردود سے پناہ دے۔“

حوالہ:- (۱) نوادر الاصول للحکیم الترمذی، ص ۳۲۳

(۲) فتاویٰ رضویہ، جلد ۲، ص ۶۷۰

مندرجہ بالا احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ دفن کے فوراً بعد کا وقت میت کے

لیے بہت ہی اہمیت رکھتا ہے، کیوں کہ یہ وہ وقت ہے کہ جب نکیرین کے سوالات ہوں

گے اور نکیرین کے سوالات کے جوابات دینے میں بہکانے کے لیے شیطان لعین کا دخل

ہوتا ہے۔ لہذا ایسے وقت میں میت کا ثابت قدم رہنا بہت ہی ضروری ہے اور ثابت قدمی

کے لیے شیطان کے مکر و فریب سے بچنا بھی ضروری ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے

میت کو مامون و محفوظ رکھنے کے لیے شیطان کو بھگانے کی تدبیر کرنی چاہیے۔



14

چودھواں باب

بعد دن تلقین کا بیان

تلقین کا بیان

تلقین کا لغوی معنی تعلیم کرنا یا سکھانا ہے۔ سکھایا اسی کو ہی جاتا ہے، جو سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔ یہاں ہم جس تلقین کے تعلق سے گفتگو کریں گے، وہ کوئی مدرسہ یا اسکول میں تعلیم دینے یا سکھانے کے تعلق سے نہیں بلکہ بعد موت اور دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کو تلقین کرنے کے متعلق ہے۔ حالانکہ اسی کتاب میں ”جان کنی یعنی سکرات کا عالم اور تلقین کرنے کا بیان“ کے عنوان میں قریب المرگ شخص کو کلمہ طیبہ تعلیم کرنے کا مفصل بیان کیا گیا ہے۔ قریب المرگ شخص کو تلقین کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہی ہے کہ ہمارے یاد دلانے سے اسے کلمہ شریف یاد آ جائے اور وہ حالت سکرات میں کلمہ شریف پڑھ لے، تاکہ اس کی زندگی کا آخری کلمہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہو اور وہ ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو۔

لیکن!

میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین کرنے کا مقصد میت کو نکیرین یعنی منکر اور نکیر کے سوالات کے جوابات سکھانا ہے۔ بعد دفن مردہ کو تلقین کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں مذہب اہل سنت کے عظیم الشان ائمہ کرام اور علمائے عظام کی معتبر و مستند کتابوں میں تلقین کرنے کے ثبوت وافر تعداد میں موجود ہیں۔

● امام اجل، استاذ الفقہاء، فخر العلماء، علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن

الہمام المتوفی ۸۶۱ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”نُسِبَ إِلَى أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَخِلَافُهُ إِلَى الْمُعْتَزِلَةِ“

ترجمہ: ”اس تلقین کا مطلوب ہونا اہل سنت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا

خلاف معتزلہ کی طرف۔“

حوالہ:- فتح القدیر، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر (پاکستان)

باب الجنائز، جلد ۲، ص ۶۸

نوٹ:

معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے، جو معقول پسند کہلاتا ہے، یعنی مذہب کے ہر معاملہ اور ہر عقیدہ میں عقل کو دخل دیتا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید مخلوق ہے۔

بعد دفن تلقین کی حدیث:

حضور اقدس، رحمت عالم و جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَسَوِّيْتُمْ عَلَيْهِ التُّرَابَ فَلْيَقُمْ أَحَدُكُمْ عَلَى رَأْسِ قَبْرِهِ ثُمَّ يَقُولُ يَا فَلَانُ ابْنُ فُلَانَةَ فَإِنَّهُ يَسْمَعُ وَلَا يُجِيبُ ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فَلَانُ ابْنُ فُلَانَةَ الثَّانِيَةَ فَإِنَّهُ يَسْتَوِي قَاعِدًا ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فَلَانُ ابْنُ فُلَانَةَ - يَقُولُ أَرْشَدْنَا يَرْحَمُكُمُ اللَّهُ وَلَكِنَّكُمْ لَا تَسْمَعُونَ فَيَقُولُ أَذْكَرُ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ﷺ إِنَّكَ رَضِيتَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا وَبِالْقُرْآنِ إِمَامًا“

ترجمہ: ”جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی انتقال کر جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو، تو تم میں سے ایک شخص اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے کہ اے فلاں بن فلاں! وہ مردہ اس کہنے کو سنے گا اور جواب نہ دے گا۔ پھر دوسری مرتبہ کہے کہ اے فلاں بن فلاں! وہ مردہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری مرتبہ کہے کہ اے فلاں بن فلاں! وہ

مردہ کہے گا کہ ہمیں ارشاد کر، اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ مردہ جواب دیتا ہے، اس کی زندوں کو خبر نہیں ہوتی۔

پھر اس طرح تلقین کرے کہ:

یاد کر اسے (یعنی اس عقیدہ کو) جس پر تو دنیا سے نکلا یعنی یہ گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ تو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔“

اب آگے حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں کہ:

”فَإِنَّ مُنْكَرًا وَنَكِيرًا يَأْخُذُ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهِ وَيَقُولُ
إِنطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ قَدْ لُقِنَ حُجَّتَهُ“

ترجمہ: ”اس پر یعنی لوگوں کے اس طرح تلقین کرنے پر منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ چلو! اس کے پاس کیا ٹھہریں، جس کو لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو میت کو کس طرح پکارے؟ ارشاد فرمایا کہ حضرت حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف نسبت کرنے۔“

حوالہ:- الطبرانی فی المعجم الکبیر، مطبوعہ: مکتبہ فیصلیہ، بیروت۔

حدیث نمبر ۷۹۷۹، جلد ۸، ص ۲۹۸، ۲۹۹

سند:

جب ابوالمغیرہ کا انتقال ہوا، تو ایک شخص نے تلقین کی۔ اور ابوالمغیرہ ابو بکر بن ابی مریم سے روایت کرتے تھے کہ ان کے شیوخ یہ عمل کیا کرتے تھے اور اسماعیل بن

عیاش اس بارے میں حدیث ابی امامہ روایت کیا کرتے تھے، جو مجسم طبرانی میں ہے۔ اور سعید بن منصور (المتوفی ۲۲۰ھ) نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے کہ راشد بن سعد تابعی (المتوفی ۱۰۸ھ) اور ضمیرہ بن جندب اور حکیم بن عمیر تابعی نے فرمایا کہ لوگ دفن کے بعد تلقین کو مستحب جانتے تھے۔

حوالہ: - زاد المعاد جلد ۱، بحث تلقین، ص ۱۴۹

تلقین کے تعلق سے فقہائے کرام کے اقوال:

(۱) حضرت امام زاہد صفاء رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جو مجتہد فی المذہب اور صرف دو واسطے سے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے تلمیذ رشید ہیں۔ وہ اپنی کتاب ”تلخیص الادلہ“ میں فرماتے ہیں کہ:

”وَيَنْبَغِي أَنْ يُلَقَّنَ الْمَيِّتَ عَلَى مَذْهَبِ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ وَالْمُقْتَدَى الْمَكْرَمِ وَمَنْ لَمْ يُلَقَّنْ فَهُوَ عَلَى مَذْهَبِ الْإِعْتِرَالِ“
ترجمہ: ”امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پیشوائے مکرم کے مذہب پر میت کو تلقین کرنا چاہیے۔ جو تلقین نہ مانے وہ معتزلی ہے۔“

حوالہ: - تفہیم المسائل، مطبوعہ: مطبع محمدی، لاہور، ص ۸۰

(۲) امام بدرالدین ابو محمد عینی المتوفی ۸۵۵ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ”بنایہ شرح ہدایہ“ میں فرماتے ہیں کہ:

”تلقین کیوں کرنے کی جائے گی، حالاں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔“

(۳) استاذ الفقہاء، امام علامہ عبدالعلی البرجنیدی المتوفی ۹۳۲ھ، اپنی کتاب

شرح النقایہ میں صاحب عباب علیہ الرحمۃ والرضوان سے نقل فرماتے ہیں کہ:

”میں نے اپنے استاد امام الفقہاء حضرت حسن بن منصور قاضی خان المتوفی ۵۹۲ھ سے سنا کہ فتاویٰ ظہیریہ کے مصنف امام اجل حضرت ظہیر الدین ابو بکر بن محمد بن احمد مرغینانی المتوفی ۶۱۹ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت فرماتے تھے کہ بعض ائمہ کرام نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنے لیے تلقین کرنے کی وصیت فرمائی، تو ان کے انتقال پر میں نے انھیں تلقین کی، لہذا تلقین کرنے کا جو اثر ثابت ہوا۔“

(۴) امام جلیل علامہ السید احمد المصری الطحطاوی المتوفی ۱۳۰۲ھ علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور و معروف کتاب ”طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح“ میں صاحب ”حلیۃ الحجلی شرح منیۃ المصلی“ امام محمد بن محمد بن محمد امیر الحاج حلبي حنفی المتوفی ۸۷۹ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

”میت کو تلقین کیوں نہ کی جائے؟ حالاں کہ اس میں کوئی نقصان نہیں، بلکہ میت کا فائدہ ہے۔“

ثابت ہوا کہ بعد دفن میت کو تلقین کرنا از روئے حدیث شریف اور اقوال فقہائے کرام ایسا اچھا کام ہے کہ جو شرعاً جائز اور مستحسن ہے اور اس کے منع ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ لہذا اپنے مسلمان بھائی کی میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے قریب کھڑے ہو کر تلقین کر کے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات سکھا کر اس کی مدد کر کے ثواب و اجر کے حقدار بننے کی سعادت حاصل کرنی چاہئے۔



15

پندرھوان باب

اذان قبر

اذان قبر

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس اذان دینا ملت اسلامیہ میں رائج اور مشروع ہے۔ لیکن دور حاضر میں یہ مسئلہ منافقین زمانہ کے اختلاف کی وجہ سے عوام الناس میں ایسا الجھا ہوا ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ میں کئی مقامات پر شدید اختلافات رونما ہوتے ہیں بلکہ کہیں کہیں تو جبر و ظلم اور مار پیٹ تک نوبت پہنچتی ہے۔ منافقین زمانہ دفن میت کے بعد قبر پر اذان دینے کو سختی سے روکتے ہیں بلکہ تشدد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لہذا قارئین کرام کی آسانی اور فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے اس مسئلہ کو عام فہم، سلیمس زبان میں شرعی دلائل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

مسئلہ:

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا یقیناً جائز ہے۔ اس کے منع ہونے کی شریعت مطہرہ میں کوئی دلیل نہیں اور جس کام سے شریعت نے منع نہ فرمایا ہو، وہ کام ہرگز منع نہیں۔ صرف یہی دلیل اس اذان کو جائز کہنے والوں کے لیے کافی ہے۔ البتہ جو لوگ منع کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ شرعی دلیلوں سے اپنا دعویٰ ثابت کریں۔

حوالہ:- ایذان الأجر فی أذان القبر، مطبوعہ، یونائیٹید انڈیا پریس،

لکھنؤ، بار ہفتم، ص ۲

دلیل نمبر ۱

صحیح احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان

دھوکہ دینے اور بہکانے کے لیے قبر میں پہنچتا ہے۔ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

حدیث:

امام ترمذی اپنی کتاب ”نوادراصول“ میں امام اجل حضرت سفیان ثوری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

”إِذَا سُئِلَ الْمَيِّتُ مَنْ رَبُّكَ تَرَأَى لَهُ الشَّيْطَانَ فِي صُورَةِ يُشِيرُ

إِلَى نَفْسِهِ أَيْ أَنَا رَبُّكَ، فَلِهَذَا وَرَدَ سُؤَالُ التَّثْبِيْتِ لَهُ حِينَ يُسْأَلُ -“

ترجمہ: ”جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا

ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یعنی میں تیرا رب ہوں۔ اس لیے حکم آیا کہ میت کے

لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔“

حوالہ:- نوادر الأصول فی معرفة أحادیث الرسول، مطبوعہ دار صادر،

بیروت، ص ۳۲۳

■ امام ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

”و يُؤَيِّدُهُ مِنَ الْأَخْبَارِ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ عِنْدَ دَفْنِ الْمَيِّتِ اللَّهُمَّ

أَجِرْهُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَوْ لَمْ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ هُنَاكَ سَبِيلٌ مَا كَانَ لِيَدْعُو

لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِأَنْ يُجِيرَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ -“

ترجمہ: ”قبر میں بہکانے کے لیے شیطان آتا ہے، اس کی تائید ان حدیثوں سے ہوتی

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے کہ الٰہی!

اسے شیطان سے بچا، اگر وہاں شیطان کا کچھ بھی دخل نہ ہوتا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم میت کے لیے شیطان کے مکر سے حفاظت کی دعا کیوں فرماتے؟“ (ایضاً)

ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان قبر میں خلل انداز ہوتا ہے اور

جواب دینے میں بہکاتا ہے۔ یہ وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے کہ اس وقت میت کا جواب میں

ثابت قدم رہنا ضروری بلکہ اشد ضروری ہے۔ میت کو ثابت قدم رکھنے کے لیے احادیث

کریمہ میں حکم آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! اسے شیطان سے محفوظ رکھ۔
شیطان سے محفوظ رہنے کے لیے شیطان کو بھگانا بھی ضروری ہے۔ اگر شیطان بھاگ گیا،
تو اب بہکانا غیر ممکن ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کو کس طرح بھگائیں؟
شیطان کو بھگانے کی تدبیر بھی ہمارے رحیم و کریم آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ہمیں تعلیم فرمائی ہے۔

حدیث:

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد
فرماتے ہیں:

“إِذَا أذَّنَ الْمُؤَذِّنُ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَ لَهُ حُصَاصٌ -“

ترجمہ: ”جب مؤذن اذان کہتا ہے، شیطان پیٹھ پھیر کر گوزناں (پاد مارتا ہوا) بھاگتا
ہے۔“

حوالہ:- الصحیح لمسلم، باب فضل الأذان و هرب الشيطان، مطبوعه

قدیمی کتب خانہ، کراچی، جلد ۱، ص ۱۶۷

حدیث:

صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب
مؤذن اذان کہتا ہے تو شیطان چھتیس ۳۶ میل تک بھاگ جاتا ہے۔ (ایضاً)

حدیث:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (المتوفی ۳۲۰ھ) اپنی کتاب ”المعجم الاوسط“

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”حدیث میں حکم آیا ہے کہ جب شیطان کا کھٹکا ہو، فوراً اذان کہو کہ وہ دفع

ہو جائے گا۔“ بحوالہ: - فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۵، ص ۶۵۵

یہاں تک کی گفتگو سے ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت قبر میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور جواب دینے میں میت کو بہکا تا ہے۔ اور حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور شیطان کو دفع کرنے کے لیے اذان کہنے کا حکم حدیث شریف میں وارد ہے۔ لہذا اپنے مسلمان بھائی کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جواب دینے میں ثابت قدم رکھنے، شیطان کے بہکا دے اور کھٹکے سے محفوظ و مامون، نیز اس کو دور بھگانے کے لیے، اذان کہی جاتی ہے اور یہ اذان حدیثوں سے اخذ کی ہوئی ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عین ارشاد کے مطابق ہے اور اس میں اپنے مرحوم مسلمان بھائی کی عمدہ امداد اور اعانت بھی ہے۔

دلیل نمبر ۲

حدیث:

امام احمد، امام طبرانی اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

”لَمَّا دُفِنَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ وَ سُؤْيَى عَلَيْهِ فَسَبَّحَ النَّبِيُّ ﷺ وَ سَبَّحَ النَّاسُ مَعَهُ طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ وَ كَبَّرَ النَّاسُ ثُمَّ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ؟ قَالَ: لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَيَّ هَذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَجَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ“

ترجمہ: ”جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور ان کی قبر درست

کر دی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر تک سُبْحَانَ اللَّهِ ، سُبْحَانَ اللَّهِ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سُبْحَانَ اللَّهِ کہتے رہے۔ پھر حضور اقدس اللَّهُ أَكْبَرُ ، اللَّهُ أَكْبَرُ فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ اللَّهُ أَكْبَرُ کہتے رہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور فرما کر قبر کشادہ فرمادی۔“

حوالہ:- مسند الإمام أحمد بن حنبل ، مطبوعه ، دار الفكر ، بيروت ، جلد

۳، ص ۳۶۰ اور ۳۷۷

شرح حدیث:

اس حدیث کی شرح میں علامہ امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

”أَيُّ مَا زِلْتُ أَكْبَرُ وَ تُكْبِرُونَ وَ أَسْبِحُ وَ تُسَبِّحُونَ حَتَّى فَرَجَتْهُ اللَّهُ تَعَالَى .“

ترجمہ: ”حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میں اور تم برابر (مسلل) اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللَّهِ ، سُبْحَانَ اللَّهِ کہتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے انھیں نجات بخشی۔“

حوالہ:- مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ النصابیح ، الفصل الثالث من إثبات

عذاب القبر ، مطبوعه مكتبة امداديه ، ملتان ، جلد ۱، ص ۲۱۱

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر

آسانی کے لیے دفن کے بعد قبر پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ بار بار فرمایا اور یہی مبارک الفاظ اذان میں چھ ۶ مرتبہ ہیں۔ تو دفن کے بعد قبر پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا عین سنت نبوی ہوا۔ رہا سوال یہ کہ اذان میں صرف اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ہی نہیں بلکہ دیگر زائد کلمات طیبہ بھی ہیں۔ حدیث شریف کا پھر ایک مرتبہ بغور مطالعہ فرمائیں، تو معلوم ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر صرف اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ہی نہیں فرمایا بلکہ اللہ اکبر کے ساتھ ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ بھی فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کی آسانی کے لیے قبر پر تکبیر اور تسبیح یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی۔ آپ لہ انصاف فرمائیے! کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے یا نہیں؟ اور یہ حمد و ثنا بھی ہم حدیث نبوی کی متابعت میں ہی کرتے ہیں۔

اذان میں جو دیگر زائد کلمات ہیں، وہ تمام اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر پر ہی مبنی ہیں۔ اور ان زائد کلمات سے معاذ اللہ کچھ نقصان نہیں، بلکہ یہ زائد کلمات زیادہ فائدہ مند اور مقصد کی تائید کرتے ہیں۔ قبر پر اذان دینے کا مقصد صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت الہی کا نزول ہو اور اس کی برکت سے میت پر قبر میں آسانی ہو۔

ہمارے لیے قبر پر بعد دفن اذان دینے کے لیے مندرجہ بالا حدیث شریف ہی ثبوت کے لیے کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر دیر تک اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ فرماتے رہے اور ہم بھی اپنے مردوں کو دفن کر کے انہیں کلمات اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کو بہ صورت اذان ادا کرتے ہیں۔ اس تکبیر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد

ذکر خدا کے ذریعہ نزول رحمت و برکت کر کے میت پر آسانی پیدا کرنا تھا اور اذان دینے میں وہی کلمات دہرا کر ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔

شاید اب بھی کوئی منع کرنے والا یہ رونا روئے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے علاوہ جو دیگر کلمات ہیں، ان کا کیا مطلب؟ جو اباً عرض ہے کہ آپ مسائل حج سے اگر واقف ہیں، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف میں ”تلبیہ“ کے کون سے الفاظ وارد ہیں؟ اگر نہیں معلوم ہے تو ہم وہ حدیث پیش کیے دیتے ہیں:

حدیث:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَبَّيْكَ ، اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ.“

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعائے تلبیہ میں یہ الفاظ کہے لَبَّيْكَ ، اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔“

حوالہ:- (۱) الصبیح لمسلم ، باب التلبیة و صفتها ، جلد ۱ ، ص ۳۷۵

(۲) الجامع لابی داؤد ، باب کیف التلبیة ، جلد ۱ ، ص ۲۵۲

(۳) الجامع للترمذی ، باب ما جاء فی التلبیة ، جلد ۱ ، ص ۱۰۲

(۴) السنن للنسائی ، کیف التلبیة ، جلد ۲ ، ص ۱۳

(۵) السنن لابن ماجہ ، باب التلبیة ، جلد ۲ ، ص ۲۰۹

(۶) المسند لأحمد بن حنبل ، جلد ۱ ، ص ۳۰۲

حدیث شریف میں تلبیہ کے وہی الفاظ وارد ہیں، جو مندرجہ بالا حدیث میں مذکور

ہیں۔ لیکن اجلہ صحابہ عظام مثلاً: ● امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم ● حضرت عبداللہ بن عمر ● حضرت عبداللہ بن مسعود ● حضرت امام حسن مجتبیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تلبیہ کے الفاظ میں دیگر الفاظ ملانے کو روار کھتے ہیں اور ان حضرات کے نقش قدم پر چل کر ملت اسلامیہ کے عظیم الشان ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے بھی تلبیہ میں زیادت الفاظ کو روار کھنا اختیار فرمایا ہے۔

فقہ کی مشہور و معروف کتاب ”ہدایہ“ میں ہے:

”لَا يَنْبَغِي أَنْ يُخْلَ بِشَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْكَلِمَاتِ لِأَنََّّهُ هُوَ الْمَنْقُولُ فَلَا يُنْقِصُ عَنْهُ وَ لَوْ زَادَ فِيهَا جَازًا لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الثَّنَاءَ وَ إِظْهَارَ الْعُبُودِيَّةِ فَلَا يُمْنَعُ مِنَ الزِّيَادَةِ عَلَيْهِ.“

ترجمہ: ”ان کلمات میں کمی نہ کرنی چاہئے کہ یہی کلمات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ تو ان کلمات میں سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بندگی کا اظہار کرنا ہے۔ تو کلمات (الفاظ) زیادہ کرنے کی ممانعت نہیں۔“

حوالہ:- الهدایة، باب الإحرام، مطبوعه المكتبة العربية کراچی،

جلد ۱، ص ۲۱۷

قبر پر بعد دفن اذان دینے سے منع کرنے والے حضرات سوچیں کہ قبر پر اذان دینے والے آخر کرتے کیا ہیں؟ اپنے مسلمان میت کی آسانی کے لیے اللہ کا ذکر ہی تو کرتے ہیں۔ کوئی ناچ گانا یا فلمی ترانہ یا گالی گلوچ تو بکتے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اس کی کبریائی اور وحدانیت کا بیان، اس کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت

اور اپنی بندگی کا اقرار ہی تو کرتے ہیں۔ ان موذن کی زبان سے وہی الفاظ نکلتے ہیں جن کے کہنے اور سننے والے دونوں پر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ پھر انھیں اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے؟ ارے معاملہ صرف اذان سے باز رکھنے تک ہی منحصر نہیں بلکہ ظلم و تشدد کا یہ عالم ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

دلیل نمبر ۳

حدیثوں سے ثابت ہے اور کتب فقہ میں بھی یہی حکم لکھا ہوا ہے کہ میت کے پاس نزع یعنی سکرات کی حالت میں کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پڑھا جائے۔ تاکہ اسے سن کر مرنے والے کو کلمہ شریف یاد آ جائے اور وہ دنیا سے جاتے وقت کلمہ شریف پڑھ لے تاکہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اس کا آخری کلمہ، کلمہ طیبہ ہو۔

حدیث:

حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”لَقِنُوا مَوْتَكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.“

ترجمہ: ”اپنے مرنے والوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سکھاؤ۔“

حوالہ:- سنن أبی داؤد، باب فی التلقین، جلد ۲، ص ۸۸

جو شخص جاں کنی کی حالت میں ہے، وہ ابھی زندہ ہے لیکن ایسا مجبور ہوتا ہے کہ

مثلاً مردہ اس کی حالت ہوتی ہے اور وہ مجازاً مردہ ہے۔ اسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسے کلمہ یاد آ جائے اور اس کا خاتمہ اسی کلمہ پاک پر ہو اور وہ شیطان لعین کے بہکاوے اور بہلاوے میں نہ آئے۔

جو دفن ہو چکا ہے، وہ حقیقتہً مردہ ہے۔ اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت ہے

کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تین مرتبہ ہے۔

بلکہ!

اذان کے کلمات منکر نکیر کے سوالات کے جوابات سکھاتے ہیں:

منکر نکیر کے تین سوال ہیں:

(۱) مَنْ رَبُّكَ؟ یعنی ”تیرا رب کون ہے؟“

(۲) مَا دِينُكَ؟ یعنی ”تیرا دین کیا ہے؟“

(۳) مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي

هَذَا الرَّجُلِ؟ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟“

اب آئیے! دیکھیں کہ منکر نکیر کے مذکورہ تین سوالات کے جوابات اذان سے

کس طرح معلوم ہوں گے؟

(۱) اذان کی ابتداء میں : اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ،

اللَّهُ أَكْبَرُ چار مرتبہ۔

● اذان کے درمیان میں : اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ دو مرتبہ۔

● اذان کے درمیان میں : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دُورْتَبَّہٗ۔

یہ تمام کلمات منکر نکیر کے پہلے سوال تیرا رب کون ہے؟ کا جواب سکھائیں گے کہ ان کے سنتے ہی یاد آئے گا کہ میرا رب اللہ ہے۔

(۲) اذان کے درمیان میں : حَىَّ عَلَى الصَّلَاةِ دُورْتَبَّہٗ اور

حَىَّ عَلَى الْفَلَاحِ دُورْتَبَّہٗ۔

یہ کلمات منکر نکیر کے دوسرے سوال تیرا دین کیا ہے؟ کا جواب تعلیم کریں گے کہ میرا دین وہ تھا، جس کا نماز رکن اور ستون ہے۔ الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ یعنی ”نماز دین کا ستون ہے۔“ یعنی میرا دین اسلام ہے۔ جس میں نماز پر فرضی فرض ہے۔

(۳) اذان کے درمیان میں أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولَ اللَّهِ دُورْتَبَّہٗ۔

یہ کلمات اسے منکر نکیر کے تیسرے سوال کا جواب سکھائیں گے کہ میں انھیں اللہ

تعالیٰ کا رسول جانتا تھا۔

المختصر!

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا عین ارشاد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل ہے۔ یہاں تک ہم نے صرف تین دلیلیں پیش کی ہیں، جن کے مطالعہ سے قارئین کرام پر صاف ظاہر ہو گیا ہوگا کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس مسئلہ کی جن صاحب کو تفصیلی معلومات درکار ہو، وہ امام اہل سنت، مجدد دین و ملت، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ”ایذان الاجر فی اذان القبر“ (سن تصنیف ۱۳۰ھ) کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں آپ نے پندرہ ۱۵ دلائل قاہرہ سے اذان قبر کا جواز ثابت کیا ہے۔

اذان قبر پر جاہلانہ اعتراض اور اس کا علمی جواب:

اذان قبر کے منکرین بعض جہال یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو نماز کا اعلان کرنے اور اس کی اطلاع کے لیے ہوتی ہے، یہاں کون سی نماز ہوگی۔ جس کے لیے اذان کہی جاتی ہے؟

یہ اعتراض سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ ان کی جہالت انھیں کوزیب دیتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں نماز کے علاوہ کئی موقعوں پر اذان دینا مستحب فرمایا گیا ہے۔ مثلاً: احادیث کریمہ میں ہے کہ:

● جب شیطان کا کھٹکا ہو، تب اذان کہو، وہ دفع ہو جائے گا۔

(طبرانی، المعجم الأوسط)

● جب آگ دیکھو، ”اللہ اکبر“ کی بکثرت تکرار کرو، وہ آگ بجھ جائے گی۔

(مرقاۃ المفاتیح)

● جب کسی بستی میں اذان دی جائے، تو اللہ تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب

سے امن دیتا ہے۔ - حوالہ: - طبرانی، المعجم الكبير، جلد ۱، ص ۲۵۷

● جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جنت سے زمین (ہندوستان) میں اترے، انھیں گھبراہٹ ہوئی، تو حضرت جبریل نے اتر کر اذان دی۔

حوالہ: - حلیۃ الأولیاء، جلد ۲، ص ۱۰۷

● ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین، مولائے کائنات، حضرت سیدنا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غمگین دیکھا، ارشاد فرمایا: اے علی! میں تمہیں غمگین پاتا ہوں، اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے۔ اذان غم اور پریشانی کو دفع کرتی ہے۔

حوالہ: - مرقاۃ المفاتیح، جلد ۲، ص ۱۴۹

● حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی، تب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔ (ترمذی اور ابوداؤد)

اسی لیے آج ہر مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والے بچے کے کان میں اذان دینے کا دستور و رواج ملت اسلامیہ میں شرق سے لے کر غرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک عام ہے۔

مندرجہ تمام مقامات و مواقع میں اذان کے بعد کوئی نماز نہیں ہے بلکہ ایک قاعدہ یاد رکھیں کہ اذان دینے سے نماز پڑھنا واجب یا فرض نہیں ہو جاتا۔ بلکہ نماز سے پہلے عام طور سے پانچوں وقت مسجد میں جو اذان دی جاتی ہے، وہ سنت موکدہ ہے اور یہ سنت موکدہ بھی جماعت قائم کرنے کے لیے ہے۔ اگر مسجد کے علاوہ کسی ایسے مکان میں جماعت قائم کی جائے جہاں محلہ کی مسجد کی اذان کی آواز پہنچتی ہے۔ تو اب جماعت قائم کرنے کے لیے اذان کہنا وہاں بھی سنت موکدہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔

المختصر! ہر اذان کے بعد نماز نہیں اور اذان دینا کبھی کبھی حصول برکت اور دفع ضرر کے لیے بھی ہوتا ہے اور قبر پر دی جانے والی اذان اسی پر محمول کی جائے۔

اس جواب پر منکرین کا مضحکہ خیز اعتراض:

ابھی ہم نے چند ایسی اذانوں کا ذکر کیا، جن کے بعد نماز نہیں، مگر منکرین ان تمام اذانوں کو فراموش کر کے صرف بچے کے کان میں دی جانے والی اذان بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ نومولود یعنی تازہ پیدا شدہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کے بعد تو نماز ہے۔ اور وہ نماز بعد موت ہوتی ہے۔ یعنی نماز جنازہ۔ لیکن یہ اذان جو دفن کے بعد قبر پر دی جاتی ہے، اس کی نماز کون سی ہے؟

سب سے پہلی بات یہ کہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کو نماز جنازہ کی اذان بتانا خالص جہالت ہے۔ کسی کے مرنے سے سالہا سال پہلے اس کی ولادت کے وقت کان میں دی گئی اذان کو اس کی نماز جنازہ کی اذان بتانا نری جہالت ہی ہے۔ بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے، وہ اذان شیطان کے ضرر اور شر سے محفوظ کرنے کے لیے دی جاتی ہے۔

مگر! پھر بھی میدان دلیل میں آ کر منکرین کا یہ کہنا کہ بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان، نماز جنازہ کی اذان ہے۔ اس ضعیف اور لاغر مریض دلیل کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے۔

جواب اعتراض:

اگر منکرین بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان کو نماز جنازہ کی اذان مانتے ہیں، تو نماز جنازہ صرف قیام یعنی کھڑے ہو کر ادا کی جاتی ہے اور اس نماز میں رکوع، سجدہ، قعدہ وغیرہ نہیں۔ صرف قیام ہے اور قیام نماز کے تمام افعال (کاموں) میں ادنیٰ فعل ہے۔ سب سے افضل فعل نماز سجدہ ہے۔ حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”بندہ کو خدا سے سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں حاصل ہوتا ہے۔“

(مسلم شریف)

نماز کا سب سے اعلیٰ فعل یعنی سجدہ نماز جنازہ میں نہیں۔ صرف ادنیٰ فعل یعنی قیام (کھڑے ہونا) سے ہی جنازہ کی نماز ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ نماز مقبول ہے۔ اور درست ہو جاتی ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اس اذان کو نماز جنازہ کی اذان اگر مان بھی لیں تو یہ کہنا ہوگا کہ اس اذان کے بعد صرف ادنیٰ افعال نماز یعنی قیام سے نماز ادا کی جاتی ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ دفن کے بعد قبر پر دی جانے والی اذان کے بعد اب کون سی نماز ادا کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:

✽ قرآن مجید پارہ ۲۹، سورہ قلم، آیت نمبر ۴۲ میں ہے:

”يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ“

ترجمہ: ”جس دن ایک ساق کھولی جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے، تو نہ کر سکیں گے۔“

(کنز الایمان)

تفسیر:

اس آیت کی تفسیر میں امام المفسرین، رئیس المجتہدین، حضرت علامہ امام جلال الدین عبدالرحمن بن کمال السیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ شِدَّةِ الْأَمْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ.“

ترجمہ: ”قیامت کے دن کی سختی حساب اور جزاء کے معاملے میں۔“

حوالہ:- تفسیر جلالین شریف، مطبوعہ، بیروت، ص ۵۶۵

یعنی جب کشف ساق ہوگا یعنی قیامت کے دن حساب اور جزاء کے معاملہ میں سختی پیش آئے گی، اس دن بھی کفار اور منافقین سجدہ نہ کریں گے یعنی ان کو بلایا جائے گا لیکن وہ اپنے کفر اور نفاق کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکیں گے۔

لیکن!

الحمد لله! صحیح العقیدہ مومنین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے، بعد دفن قبر پر دی جانے والی اذان اس نماز کی اذان ہے۔ حالاں کہ یہ نماز کا فعل سجدہ نماز جنازہ کے فعل قیام سے افضل ہے۔ منکرین کے اعتراض کا جواب قرآن سے مل گیا کہ بعد دفن قبر پر دی جانے والی اذان روز محشر ہونے والی نماز کی اذان ہے۔

لہذا بروز محشر جو لوگ نماز (سجدہ) ادا کریں گے، وہ بعد دفن قبر پر اذان دیتے ہیں اور منافقین کشف ساق کے وقت یعنی روز محشر سجدہ ادا نہ کر سکیں گے، وہ قبر پر اذان نہیں دیتے بلکہ انکار کرتے ہیں اور سختی سے منع کرتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن جب ان سے سجدہ ہی نہ ہو سکے گا، تو پھر اس نماز کے لیے دفن کے بعد قبر پر کیوں اذان دیں؟۔



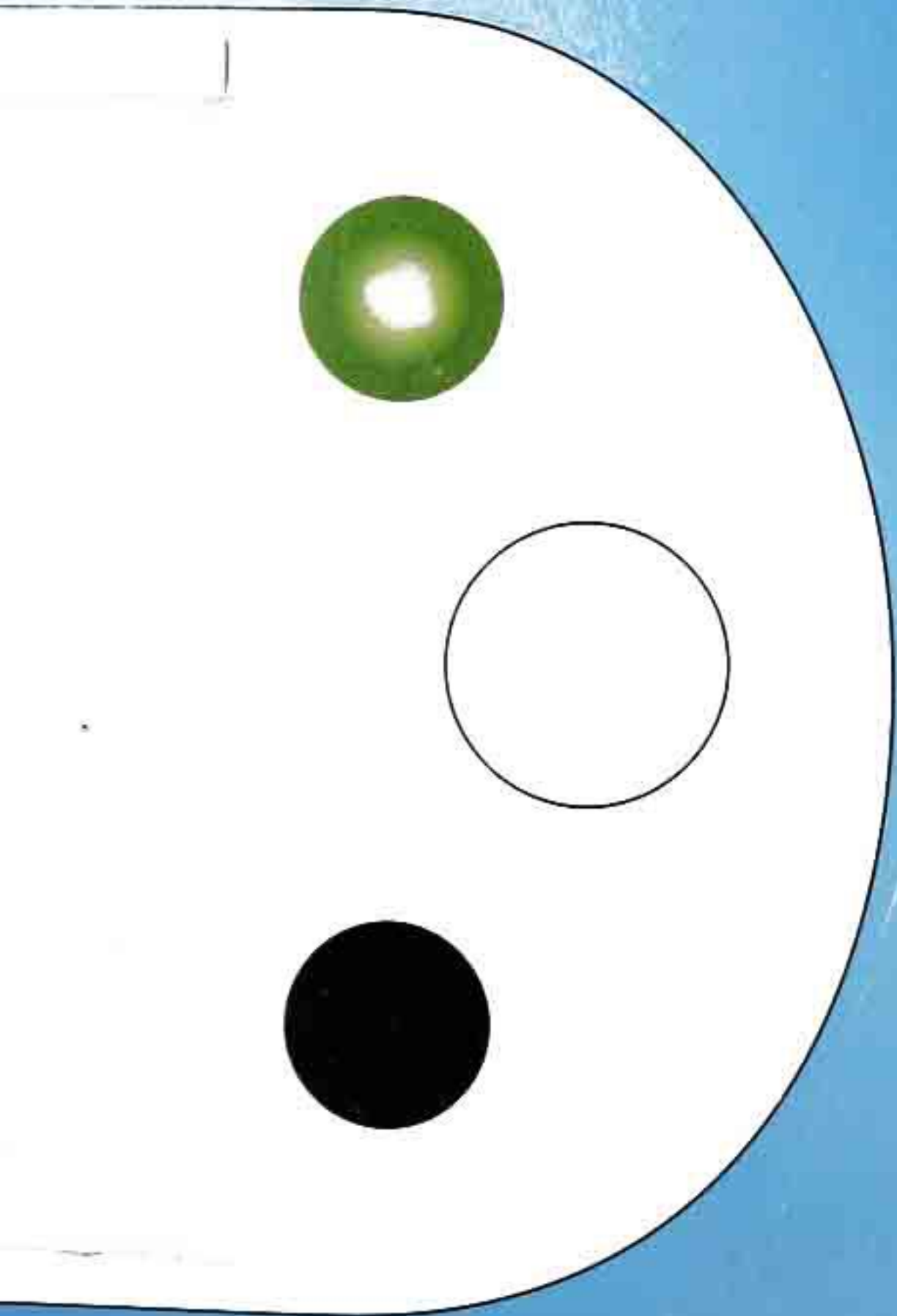
Future

SINGAPORE

V-80000

Marfat.com

CKET



16

سولھوان باب

تعزیت کا بیان

تعزیت کا بیان

تعزیت کے لغوی معنی ہیں: مردہ کے پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرنا۔ جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے، تو اس کے ورثاء اور رشتہ داروں کے پاس تعزیت کے لیے جانا سنت ہے۔

حدیث:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت میں تعزیت کرے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت (عزت) کا جوڑا پہنائے گا۔

(ابن جامہ)

حدیث:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کسی مصیبت زد کی تعزیت کرے اسے اس کی مثل ثواب ملے گا۔

(ترمذی)

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جسے کسی جنازہ کی خبر ملے وہ اہل میت کے پاس جا کر ان کی تعزیت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک قیراط ثواب لکھے گا۔

حوالہ: - صحیح ابن سکن، بحوالہ: فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۰۱

تعزیت سے متعلق اہم مسائل

مسئلہ:

تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے، تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ

ہے۔ کہ غم تازہ ہوگا، مگر جب تعزیت کرنے والا یا وہ جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو، یا موجود ہے مگر تعزیت کرنے والے تک موت کی خبر نہ پہنچنے کی وجہ سے علم نہیں، تو تین دن کے بعد بھی تعزیت کرنے میں حرج نہیں۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۸

مسئلہ:

افضل یہ ہے کہ تعزیت دفن کے بعد قبر سے پلٹ کر ہو، اور اگر دفن سے پہلے تعزیت کریں، تو بھی بلا کراہت جائز ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۴۰۱

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۸

مسئلہ:

مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب سے تعزیت کریں، چھوٹے، بڑے، مرد، عورت سب سے تعزیت کریں۔ لیکن عورت سے عورت کے محارم ہی تعزیت کریں یا عورت تعزیت کرے۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۸

مسئلہ:

تعزیت میں یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اسے اپنی رحمت میں ڈھانپے اور تم کو صبر کی توفیق اور مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ (حوالہ:- ایضاً)

حدیث:

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الفاظ میں تعزیت فرماتے تھے

”لِلّٰهِ مَا اخَذَ وَاَعْطٰی وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى“

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو اس نے لیا اور دیا۔ اور اللہ کے نزدیک ہر چیز مقرر مدت

کے ساتھ ہے“

حوالہ:- سنن نسائی، الجزء الاول، کتاب الجنائز، باب الامر بالا ستحسان
والصبر، حدیث نمبر ۱۸۷۹، ص ۲۰۹، مطبوعہ: جرمنی

مسئلہ:

میت کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو
آئیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ حوالہ:- بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۸

مسئلہ:

قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔ اور دفن کے بعد میت کے گھر آنا اور
تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں لیکن اس کی رسم نہ کرنا چاہئے۔
اور دفن سے پہلے یا دفن کے بعد یا اور کسی وقت تعزیت کے لیے میت کے مکان پر لوگوں کا
مجمع کرنا پسندیدہ نہیں اور کریں تو گناہ بھی نہیں۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

جو ایک مرتبہ تعزیت کر آیا ہو، اسے دوبارہ تعزیت کے لیے جانا مکروہ ہے۔

حوالہ:- درمختار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۹

مسئلہ:

میت کے گھر والوں کو تین دن تک اس لیے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت
کر جائیں جائز ہے مگر ترک بہتر ہے۔ اور یہ اس وقت ہے کہ فرش بچھا کر اور آرائش کے
ساتھ تکلفات نہ کرنا ہو، ورنہ منع ہے۔

حوالہ:- عالمگیری، رد المحتار، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۹

مسئلہ:

میت کے پڑوسی یا رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات

کے لیے کھانا لائیں، تو بہتر ہے اور انھیں اصرار کر کے کھلائیں۔ (حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

میت کے گھر والوں کے لیے جو کھانا بھیجا جاتا ہے، یہ کھانا صرف گھر والے کھائیں اور کھانا انھیں کے لائق مقدار میں بھیجا جائے، زیادہ نہ بھیجا جائے۔ یہ کھانا میت کے گھر والوں کے علاوہ اور لوگ نہیں کھا سکتے۔ اور صرف پہلے دن کھانا بھیجنا سنت ہے۔

(حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

تعزیت کے لیے اکثر رشتہ دار عورتیں جمع ہو کر روتی، پیٹتی اور نوحہ کرتی ہیں۔ انھیں حمانہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد کرنا ہے۔

حوالہ:- کشف الغطاء، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۶۹

نوحہ یعنی بلند آواز سے رونا، پیٹنا، چلانا

نوحہ یعنی بلند آواز سے اور زور سے چیخنا، چلانا، رونا، پیٹنا، واویلا کرنا، اس کو بن بھی کہتے ہیں۔ یہ افعال زمانہ جاہلیت کے ہیں اور بالا جماع ناجائز اور حرام ہیں۔ ایسا کرنے والے مرد اور عورت آخرت میں سخت عذاب کے مستحق ہوں گے۔

مسئلہ:

نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے بلند آواز سے چیخ کر رونا کہ جس کو بین کہتے ہیں بالا جماع حرام ہے۔ یوہیں واویلا یعنی وامصیبتاہ کہہ کر

چلانا حرام ہے۔ حوالہ:- جوہرہ نیرہ، بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۷۰

مسئلہ:

گریبان پھاڑنا، منہ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کوٹنا، ران پر ہاتھ

مارنا، یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔ (حوالہ: ایضاً)

حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جو منہ پر طمانچہ مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کا پکارنا پکارے (نوحہ کرے) وہ ہم سے نہیں۔“ (بخاری اور مسلم)

حدیث:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں چار کام زمانہ جاہلیت کے ہیں۔ جن کو وہ نہ چھوڑیں گے۔ (۱) اپنے حسب (سلسلہ خاندان) پر فخر کرنا (۲) دوسرے کے نسب (خاندان) پر طعن کرنا (۳) ستاروں کی چال سے بارش کی امید کرنا اور (۴) نوحہ کرنا۔ پھر فرمایا کہ نوحہ کرنے والی نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی، تو قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے بدن پر قطران (گندھک) کا کرتا ہوگا اور خارش (کھجلی) کی چادر ہوگی۔ (مسلم شریف)

حدیث:

صحیحین میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ (۱) جو سر مونڈائے (یعنی کسی کے مرنے پر سر مونڈائے جیسے ہندو قوم کے لوگ بھدرا کرتے ہیں) (۲) نوحہ کرے اور (۳) کپڑے پھاڑے، میں اس سے بری ہوں۔ (مسلم شریف)

حدیث:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی مرنے والا مرتا ہے اور اس پر رونے والا کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے میرے پہاڑ! اے میرے سردار! یا اسی قسم کے کوئی دیگر الفاظ کہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس میت پر دو فرشتے مقرر فرما دیتا ہے، جو اس میت کے سینے میں مکے مارتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا تو ایسا ہی تھا؟

حوالہ:- ابن ماجہ، ترمذی، بحوالہ: الترغیب والترہیب، مطبوعہ

بیروت، جلد ۴، ص ۳۴۹

حدیث:

ایک عورت اپنے بیٹے کے انتقال پر رو رہی تھی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی اپنی میت پر روتا ہے، تو اس کے رونے سے میت کے بھی آنسو نکل آتے ہیں۔ تو اے خدا کے بندو! اپنے بھائیوں کو تکلیف نہ دو۔“

حوالہ:- عمدۃ القاری شرح البخاری، مصنف: علامہ بدرالدین ابی

محمد محمود بن احمد عینی حنفی المتوفی ۸۵۵ھ، مطبوعہ ادارة المنيرية،

بیروت، جلد ۸، ص ۷۹

حدیث:

حضرت ابو بکر بن ابی شیبہ اور امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ نے روایت کی کہ مندرجہ بالا حدیث میں جس خاتون کا ذکر ہوا، ان کا نام حضرت قیلہ بنت مخزومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ ان سے روایت ہے کہ وہ خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھیں اور اپنے بیٹے کو یاد کر کے روئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”یہ کیا طریقہ ہے کہ دنیا میں زندگی تک تو اپنے ساتھی سے

اچھا سلوک اور مرے پیچھے ایذا دو“

پھر ارشاد فرمایا کہ:

”فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ أَحَدَكُنَّ لَتَبِكِي فَتَسْتَعِينَنَّ لَهُ

صَوِيحْبَةً فَيَا عِبَادَ اللَّهِ لَا تَعَذِّبُوا مَوْتَاكُمْ“

ترجمہ: ”قسم ہے اس کی! جس کے ہاتھ (دست قدرت) میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی جان پاک ہے کہ تمہارے رونے پر تمہارا مردہ رونے لگتا ہے۔ تو، اے خدا کے بندو!

اپنی اموات کو عذاب نہ کرو۔“

حوالہ:- المعجم الكبير للطبراني، مكتبة فيصلية، بيروت، جلد ۲۵، ص ۱۰

حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

”إِنَّ هَذِهِ النَّوَائِحَ يُجْعَلْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَفَّيْنِ فِي جَهَنَّمَ صَفٌّ

عَنْ يَمِينِهِمْ وَصَفٌّ عَنْ يَسَارِهِمْ فَيَنْبَحْنَ عَلَى أَهْلِ النَّارِ كَمَا تَنْبَحُ

الْكِلَابُ. رواه الطبراني في الاوسط“

ترجمہ: ”بے شک یہ نوحہ کرنے والیاں قیامت کے دن جہنم میں دو صفوں کے درمیان

ہوں گی۔ اور وہ دو صفیں اہل جہنم کی ہوں گی، جن میں سے ایک صف ان نوحہ کرنے

والیوں کے دائیں اور ایک صف بائیں ہوگی۔ تو وہ نوحہ کرنے والیاں جہنم والوں پر کتے

کی طرح بھونکیں گی۔“

حوالہ:- الترهيب والترغيب، مطبوعه: بيروت، جلد ۴، ص ۳۰۱



17.

سترھواں باب

سوگ اور عدت کا بیان

سوگ اور عدت کا بیان

نوٹ:

شوہر کے طلاق دینے پر اور شوہر کے انتقال پر، دونوں صورتوں میں عورت پر عدت واجب ہے، لیکن یہاں ہم صرف ان مسائل کو ہی بیان کریں گے، جو موت کی عدت سے تعلق رکھتے ہیں۔

مسئلہ:

سوگ کے شرعی اصطلاح میں یہ معنی ہیں کہ زینت (بناؤ سنکار) کو ترک کرنا واجب ہے۔ یعنی ہر قسم کے زیور سونے چاندی جواہر وغیرہ کے • ہر قسم اور ہر رنگ کے ریشم کے کپڑے اگر چہ سیاہ (کالے رنگ کے) ہوں، نہ پہنے • خوشبو بدن یا کپڑوں میں لگا کر استعمال نہ کرے • تیل کا استعمال نہ کرے۔ اگر چہ اس میں خوشبو نہ ہو، جیسے روغن زیتون وغیرہ • کنگھا نہ کرے • سیاہ سرمہ نہ لگائے، سفید خوشبودار سرمہ بھی نہ لگائے • مہندی نہ لگائے، ہاتھ پاؤں کہیں بھی، پورا ہاتھ صرف انگلی کہیں بھی نہ لگائے • زعفران، کسم یا گیر و کارنگا ہو یا سرخ رنگ کا کپڑا نہ پہنے، یا گلابی، دھانی، ہمیشی اور طرح طرح کے رنگ جس میں تزیین ہو، المختصر! بھڑکیلے رنگ والے کپڑے نہ پہنے۔

حوالہ:- جوہرہ نیرہ، عالمگیری، درمختار، بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۰

مسئلہ:

عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں۔ (۱) ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی (۲) مہندی (۳) سرمہ (۴) عطر (ہر قسم کا) (۵) ریشمی کپڑا (۶) ہار پھول (۷) بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو (۸) سر میں کنگھی کرنا اور اگر مجبوری ہو تو موٹے

دندانوں کی کنگھی کرے، جس سے فقط بال سلجھالے، پٹی نہ جھکالے یعنی مانگ نکال کر بال نہ سنوارے (۹) خوشبودار اور میٹھا تیل سر میں ڈالنا (۱۰) کسم، زعفران، پڑیا، گیرو، یوہنی ہر رنگ کہ جس سے زینت ہوتی ہو، ایسے رنگین کپڑے پہننا (۱۱) چوڑیاں اگر چہ کانچ کی ہوں، الغرض ہر قسم کا سنگار عدت کے ختم ہونے تک منع ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۲، ص ۲۲۱

مسئلہ:

عذر کی وجہ سے مندرجہ بالا چیزوں میں سے کچھ چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے، لیکن یہ استعمال کرنا صرف اور صرف ضرورت کی بناء پر ہو۔ زینت یا سنگار کے ارادے سے ہرگز نہ ہو۔ مثلاً: درد سر کی وجہ سے سر میں تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادت ہے اور جانتی ہے کہ تیل نہ لگانے سے سر میں درد ہو جائے گا، تو لگا سکتی ہے۔ اس صورت میں بھی خوشبودار تیل استعمال نہ کرے۔

ماخوذ از:- بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۰

مسئلہ:

جس کپڑے کا رنگ پرانا ہو گیا ہو کہ اب اس کا پہننا زینت نہیں، اسے پہن سکتی ہے۔ یوہنی سیاہ (کالے) رنگ کے کپڑے میں بھی حرج نہیں، جب کہ وہ کپڑے ریشم کے نہ ہوں۔

حوالہ:- عالمگیری، بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۰

مسئلہ:

کسی کے مرنے کے غم میں سیاہ کپڑے پہننا جائز نہیں مگر عورت کو تین دن تک شوہر کے مرنے پر غم کی وجہ سے سیاہ کپڑے پہننا جائز ہے اور سیاہ کپڑے غم ظاہر کرنے کے لیے نہ ہوں، تو مطلقاً جائز ہے۔

حوالہ:- درمختار، ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۱

مسئلہ:

تین دن سے زیادہ سوگ (رنج و غم کی حالت میں رہنا) جائز نہیں، مگر عورت اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے اور دس دن سوگ کرے۔

حوالہ:- (۱) فتاوری رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۲۹۷ اور ۲۹۳

(۲) بہار شریعت، حصہ ۴، ص ۱۷۰

حدیث:

امام بخاری اور امام مسلم نے ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”لَا يَجِلُّ لِمَرْأَةٍ تُوْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَجِدَ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى رَوْحٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا“

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ شوہر کو موت کے علاوہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، صرف شوہر کی موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔“

حوالہ:- صحیح مسلم شریف، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی، باب:

وجوب الاحداد فی عداة الوفاة، جلد ۱، ص ۴۸۶

مسئلہ:

کسی قریبی رشتہ دار کے مرجانے پر عورت کو صرف تین دن تک سوگ کرنے کی اجازت ہے، اس سے زائد کی نہیں۔ اور اگر عورت شوہر والی ہو، تو شوہر اس سے یعنی تین

دن کے سوگ سے بھی منع کر سکتا ہے۔

حوالہ:- ردالمحتار، بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۱

مسئلہ:

طلاق دینے والا سوگ کرنے سے منع کرتا ہے یا شوہر نے مرنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں مر جاؤں تو میرا سوگ مت کرنا، جب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

(حوالہ:- ایضاً)

مسئلہ:

عورت مدت عدت میں چار پائی پر سو سکتی ہے، یہ زینت میں داخل نہیں۔ اسی طرح سونے بیٹھنے میں بچھونا بچھانا بھی منع نہیں۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۲۳۱

(۲) بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۱

مسئلہ:

اگر عورت حاملہ ہے، تو اس کی عدت وضع حمل یعنی حمل کا خارج ہو جانا ہے۔ وضع حمل سے عدت پوری ہونے کے لئے کوئی خاص مدت مقرر نہیں۔ موت کی عدت ہو یا طلاق کی عدت ہو، اگر عورت حاملہ ہے، تو جس وقت بچہ پیدا ہو، عدت ختم ہو جائے گی۔ اگر چہ ایک منٹ کے بعد بچہ پیدا ہو گیا، اور اگر بچہ پیدا نہ ہوا بلکہ حمل ساقط (Abortion) ہو گیا۔ تو اگر اس گر جانے والے (ساقط ہونے والے) حمل میں بچہ کے اعضاء (Organs) بن چکے ہیں، تو اس حمل کے ساقط ہونے سے بھی عدت پوری ہو جائے گی، اور اگر اعضاء نہیں بنے تو اب عدت شرعاً طے شدہ مدت کے مطابق پوری کرے یعنی طلاق کی عدت تین حیض آنے تک اور موت کی عدت چار مہینے اور دس دن۔

حوالہ ماخوذ از:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۳۱۲، ۳۱۹

۲۹۴/۳۲۴

(۲) بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۲۶

نوٹ:

عورت کو حمل قرار پانے کے بعد چار مہینہ میں بچہ کے تمام اعضاء کا ڈھانچہ (Skeleton) بن جاتا ہے۔ دل، دماغ، اور دیگر اندرونی اعضاء یعنی اعضاء رئیسہ (Vitay Organs) پانچ مہینہ میں بنتے ہیں۔ پانچویں مہینے میں رحم (بچہ دانی Uterus) کے اندر بچہ کامل تیار ہو جاتا ہے۔ اب پانچویں مہینے کے بعد اس میں بڑھوتری (Progress) ہوتی ہے۔

مسئلہ:

عورت کا نکاح ہوا اور خلوت بھی نہیں ہوئی بلکہ ابھی رخصتی بھی نہیں ہوئی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا، تو بھی عورت پر چار مہینہ اور دس دن عدت لازم ہے اور اس مدت کے گزرنے سے پہلے اس کا نکاح ناجائز اور حرام ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۳۲۳/۳۱۴/۲۹۸

مسئلہ:

عدت کے درمیان عورت (بیوہ) سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ اور جب تک عدت نہ گزرے نکاح کا پیغام دینا بھی حرام قطعی ہے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۲۹۷/۳۱۹

مسئلہ:

عدت میں نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیغام نہیں، مثلاً: اس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا نہیں؟ تو حرج نہیں۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۳۳۲

عورت عدت کے دن کہاں گزارے؟

مسئلہ:

ایام عدت وفات میں عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مکان پر رہے اور شوہر کے اسی مکان پر رہ کر ہی عدت کے دن پورے کرے۔ اس مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں سکونت نہیں کر سکتی، مگر ضرورت کی بناء پر مکان بدل سکتی ہے۔ اور ضرورت کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ شرعاً جس کو ضرورت مانا گیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ آج کل معمولی باتوں کو جس کی کچھ حاجت نہیں محض اپنی طبیعت کی خواہش کو ضرورت سمجھتے ہیں، وہ یہاں مراد نہیں۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۳۲۷

(۲) بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۳

مسئلہ:

عدت موت کا نفقہ یعنی کھانے پینے وغیرہ کا انتظام کسی پر لازم نہیں۔ عورت خود اپنے پاس سے کھائے۔ اگر پاس کچھ نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کے لیے باہر جاسکتی ہے۔ اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ چار مہینہ دس دن گھر بیٹھ کر کھا سکے، تو اب اسے کمانے کے لیے نکلنا جائز نہیں۔ اور اگر اس کے پاس چار مہینہ دس دن کے بجائے کچھ دن چلے اتنا کھانے کا سامان ہے، تو جتنے دنوں کھانے کا سامان پاس رکھتی ہے، اتنے دنوں اسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم اور کھانے کا سامان ختم ہونے کے بعد نکلنا جائز اور وہ بھی صرف دن میں نکلے، رات اپنے گھر گزارے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۳، ص ۳۳۰

مسئلہ:

اگر عدت والی عورت گھر میں رہ کر کوئی محنت کر کے اپنا خرچ نکال سکے اتنا کما سکتی

ہے، تو اس کا گھر سے باہر نکلنا حلال نہ ہوگا کیوں کہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۱۳، ص ۳۲۸

نوٹ:

امام اہل سنت، مجدد دین و ملت حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ سے بیان کردہ اس مسئلہ کو راہبر و مشیر بنا کر عدت والی خواتین کمانے کے لیے گھر سے باہر جانے کے بجائے گھر میں ہی رہ کر کوئی گھریلو کاروبار (गृह उद्योग) مثلاً چرخہ کاتنا، سلائی مشین ہو تو کپڑے سینا، سویٹر وغیرہ بنانا، ٹوپی بنانا، وغیرہ حلال کاروبار کر کے اپنا گزارا کریں، یہی بہتر ہے۔

مسئلہ:

عدت والی عورت پر جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے، اس مکان کو چھوڑ نہیں سکتی۔ مگر اس صورت میں کہ اسے کوئی جبراً نکال دے۔ مثلاً وہ مکان کرایہ کا ہے اور مکان مالک کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان گر جائے یا گر جانے کا خطرہ ہو یا وہاں چور ڈاکو کا خوف ہو اور مال کے نقصان کا اندیشہ ہو، یا دیگر اس قسم کی شرعاً صحیح ضروریات ہوں، تو مکان چھوڑ کر قریب ترین مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔

حوالہ:- (۱) درمختار، مطبوع مجتبائی، دہلی، باب الحداد،

جلد ۱، ص ۲۶۰

(۲) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۱۳، ص ۳۲۷، ۳۲۸

(۳) بہار شریعت، حصہ ۸، ص ۱۳۳

مسئلہ:

عدت والی عورت کو شرعاً مجبوری کی وجہ سے مکان بدلنے کی جو اجازت دی گئی ہے، اس میں واقعی کچی مجبوری اور عذر شرعی دیکھا جائے گا، اگر ایام عدت تک وہاں رہنے میں جان یا مال یا ناموس پر کوئی صحیح اندیشہ اور واقعی خوف نہیں یا اگر ہے بھی تو اس کا علاج بھی ممکن ہے، مثلاً اس کے بعض محارم رشتہ دار اس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورت کو ساتھ دینے کے لئے رکھ سکتی ہے اگرچہ اجرت دینی پڑے، تو اسے ہرگز اجازت نہیں کہ مکان تبدیل کرے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۲، ص ۲۳۳

مسئلہ:

عورت ایام عدت میں اپنے استحقاق وراثت کے استحکام یعنی بحیثیت وارث اپنا حق حاصل کرنے کے لیے گھر سے کچھری جاسکتی ہے۔ اگر کچھری نہ گئی، تو اس کی جائیداد یا دیگر حقوق وراثت کا نقصان ہوگا، تو دن ہی دن میں جا کر واپس گھر آجائے۔

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۱۲، ص ۳۲۹



18

اٹھارہواں باب

نماز جنازہ کی تکرار

نماز جنازہ کی تکرار

نماز جنازہ کی تکرار یعنی بار بار جنازے کی نماز پڑھنا مذہب حنفی میں منع ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر و معتمد کتب شاہد عادل ہیں کہ جنازے کی نماز کی تکرار ناجائز اور نامشروع ہے۔
چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

حوالہ ۱:

امام اجل، برہان الملت والدین، شیخ الاسلام حضرت علامہ برہان الدین ابوالحسین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی علیہ الرحمۃ والرضوان المتوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں کہ:

”إِنْ صَلَّى غَيْرُ الْوَلِيِّ وَالسُّلْطَانِ أَعَادَ الْوَلِيُّ إِنْ شَاءَ لِأَنَّ الْحَقَّ لِلْأَوْلِيَاءِ وَإِنْ صَلَّى الْوَلِيُّ لَمْ يَجْرُ لِأَحَدٍ أَنْ يُصَلِّيَ بَعْدَهُ لِأَنَّ الْفَرَضَ يَتَأَدَّى بِالْأَوَّلِ وَالنَّفْلُ بِهَا غَيْرُ مَشْرُوعٍ“

ترجمہ: ”اگر ولی یا حاکم اسلام کے سوا اور لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں، تو ولی کو اعادہ یعنی پھر سے پڑھنے کا اختیار ہے کہ نماز جنازہ اولیاء یعنی رشتہ داروں میں سب سے قریب کا حق ہے اور اگر ولی نماز جنازہ پڑھ چکا، تو اب کسی کو جائز نہیں کہ وہ نماز جنازہ پھر پڑھیں کیوں کہ نماز جنازہ پڑھنے کا فرض تو پہلی مرتبہ پڑھنے سے ادا ہو چکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں۔“

حوالہ ۱۔ الهدایة فی شرح البدایة، مطبوعہ: المکتبة العربیہ کراچی، فصل

فی الصلوٰۃ علی السبب، جلد ۱، ص ۱۶۰

حوالہ ۲:

فخر العلاماء والفقہاء، علامہ محمد ابراہیم بن محمد حلبی حنفی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی

۹۵۶ نماز جنازہ کی تکرار کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

”لَا يُصَلَّى عَلَيْهِ لِئَلَّا يُوَدَىٰ إِلَىٰ تَكَرَّرِ الصَّلَاةِ عَلَىٰ مَيِّتٍ وَاحِدٍ
فَإِنَّهُ غَيْرُ مَشْرُوعٍ“

ترجمہ: ”اس پر نماز نہ پڑھی جائے تاکہ ایک میت پر دو مرتبہ نماز نہ ہو کہ یہ نامشروع ہے، یعنی شرع کے موافق نہیں۔“

حوالہ:- غنۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی،

لاہور، فصل فی الجنائز، ص ۵۹۰

حوالہ: ۳:

رئیس الفقہاء، خاتم المحققین، امام محمد بن علی ہکفی دمشقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی

۱۰۸۸ھ فرماتے ہیں کہ:

”لَيْسَ لِمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا أَنْ يُعِيدَ مَعَ الْوَلِيِّ لِأَنَّ تَكَرَّرَهَا غَيْرُ
مَشْرُوعٍ“

ترجمہ: ”جو پہلے پڑھ چکا، وہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا کہ نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع ہے۔“

حوالہ:- درمختار شرح تنویر الابصار، مطبوعہ: مجتہائی دہلی، باب:

صلوة الجنائز، جلد ۱، ص ۱۳۳

حوالہ: ۳:

مقتداء علماء احناف، عالم جلیل حضرت علامہ الشیخ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کی زیر نگرانی پانچ سو (۵۰۰) علماء احناف کی مرتب شدہ فقہ حنفی کی سب سے معتبر

کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ:

”لَا يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ إِلَّا مَرَّةً وَاحِدَةً وَالتَّنْفُلُ بِصَلَاةِ الْجَنَازَةِ

غَيْرُ مَشْرُوعٍ“

ترجمہ: ”کسی میت پر ایک مرتبہ کے سوا نماز نہ پڑھی جائے اور جنازے کی نماز نفل ادا کرنا غیر مشروع ہے۔“

حوالہ:- فتاویٰ ہندیہ، مطبوعہ: نورانی کتب خانہ، پیشاور، الفصل فی

الصلوة علی المیت، جلد ۱، ص ۱۶۳

حوالہ: ۵:

اعتماد العلماء والمشاخ، فاضل نبیل، علامہ زین الدین بن ابراہیم نجیم مصری

رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۹۷۰ھ فرماتے ہیں کہ:

”إِنْ كَانَ الْمُصَلِّي سُلْطَانًا أَوْ إِمَامًا الْأَعْظَمُ أَوْ الْقَاضِي أَوْ وَالِي

الْمِصْرِ أَوْ إِمَامٌ حَيْهَ لَيْسَ لِلْوَلِيِّ أَنْ يُعِيدَ“

ترجمہ: ”اگر بادشاہ اسلام یا امیر المؤمنین یا قاضی شرع یا اسلامی حاکم مصر یا امام الحی

نماز پڑھ چکا، تو اب ولی کو بھی اعادہ کا اختیار نہیں۔“

حوالہ:- بحر الرائق، مطبوعہ: ایچ، ایم، سعید کمپنی، کراچی، فصل

السلطان احق بصلوة، جلد ۲، ص ۱۸۱

حوالہ: ۶:

استاذ العلماء، مقتداء فقہاء حضرت علامہ شمس الدین محمد خراسانی رحمت اللہ تعالیٰ

علیہ المتوفی ۹۶۲ھ شرح نقایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

”لَا يُصَلِّي عَلَى مَيِّتٍ إِلَّا مَرَّةً“

ترجمہ: ”کسی مردے پر ایک مرتبہ سے زیادہ نماز نہ پڑھی جائے۔“

حوالہ:- جامع الرموز شرح نقایہ، مطبوعہ: مکتبہ اسلامیہ، ایران، فصل

فی الجنازة، جلد ۱، ص ۲۸۵

مزید حوالوں کی وضاحت:

یہاں تک ہم نے سلطان الہند، عطاء رسول، خواجہ معین الدین غریب نواز چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہا کی چھٹی شریف کی مناسبت سے صرف چھ حوالے پیش کیے ہیں۔ حالاں کہ فقہ حنفی کی سینکڑوں کتابوں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ نماز جنازہ جب ایک مرتبہ پڑھ لی گئی، فرض ادا ہو گیا اور جس نے نہیں پڑھی اس کے لئے فوت ہو گئی، اب اس کی تکرار جائز نہیں۔

چند کتب احناف کے نام ذیل میں درج ہیں۔

- حلیۃ الحجلی، مصنف: امام محمد بن محمد بن میر الحاج حلبی المتوفی ۸۷۹ھ
- جوہرہ نیرہ، مصنف: ابوبکر بن علی بن محمد حدادیمینی حنفی المتوفی ۸۰۰ھ
- اصلاح الوقایہ، مصنف: علامہ احمد بن سلیمان بن کمال باشا المتوفی ۹۳۰ھ
- تنویر الابصار، مصنف: شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمر تاشی، المتوفی ۱۰۰۳ھ
- التعمینس والمزید، مصنف: علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، المتوفی ۵۹۳ھ
- رد المحتار، مصنف: علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی المتوفی ۱۲۵۲ھ
- سراج الوہاج، مصنف ابوبکر بن علی بن محمد حدادیمینی حنفی، المتوفی ۸۰۰ھ
- شرح نقایہ برجندی، مصنف: امام علامہ عبدالعلی برجندی ہروی، المتوفی ۹۳۲ھ

- قدوری، مصنف: امام ابو الحسین احمد بن محمد بن جعفر قدوری، المتوفی ۴۲۸ھ
- کافی شرح وافی، مصنف: امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ نسفی، المتوفی ۴۲۷ھ
- کنز الدقائق، مصنف: علامہ عبداللہ بن احمد بن محمد زلیعی، المتوفی ۷۱۰ھ
- فتاویٰ قاضی خان، مصنف: علامہ قاضی فخر الدین حسن بن منصور، المتوفی ۵۹۲ھ
- فتاویٰ ظہیریہ، مصنف: امام ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد، المتوفی ۶۱۹ھ
- مجمع الانھر، مصنف: الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف آفندی دامات، المتوفی ۱۰۷۸ھ
- مراقی الفلاح، مصنف: علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی، المتوفی ۱۰۶۹ھ
- فتاویٰ دلوالجیہ، مصنف: علامہ عبدالرشید بن ابی حنیفہ دلوالجی، المتوفی ۵۳۰ھ
- ملتقى الابحار، مصنف: امام ابراہیم بن محمد حلبی حنفی، المتوفی ۹۵۶ھ
- منیۃ المصلی، مصنف: علامہ سعید الدین محمد بن محمد کاشغری، المتوفی ۷۰۵ھ
- النقایہ مختصر الوقایہ، مصنف: امام صدر الشریعہ عبداللہ بن مسعود، المتوفی ۷۲۵ھ
- نور الايضاح، مصنف: علامہ حسن بن عمار بن شرنبلالی، المتوفی ۱۰۶۹ھ
- الوافی فی الفروع، مصنف: امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی، المتوفی ۷۱۰ھ
- الوقایہ، مصنف: علامہ محمود بن صدر الشریعہ، المتوفی ۶۷۳ھ
- جامع البحار، مصنف: علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد غزی ترمذی، المتوفی ۱۰۰۳ھ
- خزائن المفتیین، مصنف: امام علامہ حسین بن محمد سمعانی سمیقانی، المتوفی ۷۴۰ھ کے بعد
- ذخیرۃ العقبی، مصنف: امام جلیل علامہ یوسف بن جنید حلبی، المتوفی ۹۰۵ھ
- تبیین الحقائق، مصنف: امام فخر الدین ابومحمد عثمان بن علی زلیعی، المتوفی ۷۳۳ھ
- بدائع الصنائع، مصنف: ملک العلماء علاء الدین ابی بکر بن مسعود کاسانی، المتوفی ۵۸۷ھ

- فتاویٰ بزازیہ، مصنف: امام محمد بن محمد بن شہاب الدین بزاز حنفی، المتوفی ۸۲۷ھ
- عنایہ شرح ہدایہ، مصنف امام محقق اکمل الدین محمد بن محمود بارتی، المتوفی ۷۸۶ھ
- فتح القدر، مصنف: محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن الہمام مکی، المتوفی ۸۶۱ھ
- المستصفی، مصنف: علامہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی، المتوفی ۷۱۰ھ
- منیۃ الخالق، مصنف: علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی، المتوفی ۱۲۵۲ھ
- مستخلص الحقائق، مصنف: امام ابراہیم بن محمد حلبی حنفی، المتوفی ۹۵۶ھ
- جواہر الاخلاطی، مصنف: امام برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی

ضروری ہدایت:

اس مسئلہ کی تفصیلی بحث کے لئے امام اہل سنت، مجدد دین و ملت شیخ الاسلام و المسلمین، امام احمد رضا محقق بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ”النہی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز (۱۳۱۵ھ) کا مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ”الہادی الحاجب عن جنازة الغائب“ (۱۳۲۶ھ) میں تکرار نماز جنازہ کے عدم جواز کے ثبوت میں براہین و دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ آپ نے فقہ اسلامی کی پچاسی (۸۵) کتابوں سے کل دوسوسات (۲۰۷) عبارات حوالے میں نقل فرما کر مسئلہ واضح فرما دیا کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

ایک اہم نکتہ:

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نماز جنازہ کی تکرار کے منع ہونے کے تعلق سے ایک اہم نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”اب اگر نماز جنازہ میں تکرار کی اجازت دیتے ہیں تو لوگ تسویف و کسل (ٹال

مثول، Procrastination) کی گھائی میں پڑیں گے۔ کہیں گے کہ جلدی کیا ہے؟ اگر ایک نماز ہو چکی، ہم دوبارہ پڑھ لیں گے، اس تقدیر پر اگر لوگوں کا انتظار کیا جائے، تو جنازہ کو دیر ہوتی ہے اور جلدی کیجیے تو جماعت ہلکی رہتی ہے اور دونوں باتیں مقصود شرع کے خلاف۔ لاجرم (مجبوراً) مصلحت شرعیہ اسی کی مقتضی (تقاضا کرنے والی) ہوئی کہ تکرار کی اجازت نہ دیں۔ جب لوگ جائیں گے کہ اگر نماز ہو چکی تو پھر نہ ملے گی اور ایسے افضال عظیمہ (بڑی فضیلتیں) ہاتھ سے نکل جائیں گے، تو خواہی نہ خواہی جلدی کرتے حاضر آئیں گے اور میت کے فائدے اور اپنے بھلے کے لئے جلدی جمع ہو جائیں گے اور شرع مطہر کے دونوں مقصد باحسن و جوہ رنگ ظہور پائیں گے (اچھی طرح پورے ہو جائیں گے)۔“

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم)، جلد ۹، ص ۳۱۳

(۲) النهی الحاجز عن تکرار صلاة الجنائز

نماز جنازہ کی تکرار کی ممانعت میں احادیث کریمہ کے دلائل

دلیل نمبر: ۱

جب امیر المؤمنین، خلیفہ المسلمین، سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا، تب جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں گے ہوئے تھے۔ امیر المؤمنین کی شہادت کی خبر ملتے ہی جلد از جلد مدینہ طیبہ آئے لیکن آتے آتے دیر ہو گئی۔ نماز جنازہ پڑھ لی گئی اور تدفین بھی ہو چکی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز جنازہ میں شرکت کا موقع نہ ملا، اس پر آپ نے فرمایا کہ:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ لَمَّا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنْ سَبَقْتُ بِالصَّلَاةِ فَلَمْ أَسْبِقْ بِالذُّعَاءِ لَهُ“^۱
ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے سے پہلے امیر المؤمنین
فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز ہو چکی، تو فرمایا کہ دعا کی بندش تو نہیں،
میں ان کے لئے دعا کروں گا۔“

حوالہ:- فتح اللہ المعین، ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی،

(پاکستان) جلد ۱، ص ۲۵۲

اگر نماز جنازہ کی تکرار جائز ہوتی تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز ضرور پڑھتے، مگر
آپ نے نماز جنازہ پہلی مرتبہ ہونے کے بعد نماز جنازہ کی تکرار نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ ”دعا
کی بندش تو نہیں، میں ان کے لئے دعا کروں گا۔“ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نماز
جنازہ کی تکرار منع ہے لیکن دعا کرنے کی تو ممانعت نہیں لہذا میں ممنوع کام یعنی تکرار نماز
جنازہ نہ کروں گا بلکہ مشروع کام یعنی دعا کروں گا۔

دلیل نمبر: ۲

خاتون جنت، جگر پارہ رسول، راحت جان مصطفیٰ، شہزادی شہ کونین، حضرت
فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شفیق سرتاج اور خاوند سعید، سید السادات،
مولائے کائنات حضرت علی مشکل کشار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وصیت فرمائی کہ میں جب
دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تا کہ میرے جنازے پر نا محرم کی نظر نہ پڑے۔
چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو رات میں ہی دفن کر دیا گیا۔ اجلہ صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی

نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ بلکہ امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین امام المتقین، اصدق الصادقین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شرکت نہ فرما سکے۔

پھر کیا ہوا؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المتوفی ۱۲۳۹ھ فرماتے

ہیں کہ:

”در بعض روایات آمدہ کہ روز دیگر ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر اصحاب بخانہ علی مرتضیٰ بجهت تعزیت آمدند شکایت کردند کہ چرا مارا خبر نہ کردی تا شرف نماز و حضوری دریافتیم - علی مرتضیٰ گفت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصیت کردہ بود کہ چون از دنیا بروم مرا بہ شب دفن کنی تا چشم نامحرم بر جنازہ من نیفتد - پس بموجب وصیت وے عمل کردم - این ست روایت مشہور“

ترجمہ: ”بعض روایت میں آیا ہے کہ دوسرے دن حضرات ابوبکر صدیق و عمر فاروق و دیگر صحابہ حضرت علی مرتضیٰ کے گھر تعزیت کے لئے آئے اور شکایت فرمائی کہ ہمیں خبر کیوں نہ دی کہ ہم نماز اور حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں جب دنیا سے جاؤں تو مجھے رات میں دفن کریں تاکہ میرے جنازے پر نامحرم کی نظر نہ پڑے، تو میں نے ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ یہ ہے روایت مشہور۔“

حوالہ:- تحفہ اثنا عشریہ، مطبوعہ: سہیل اکیڈمی، لاہور، باب دہم، ص ۲۸۱

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ اگر نماز جنازہ کی تکرار جائز ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم اور دیگر اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہرگز حضرت خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازے کی نماز فوت ہونے کا افسوس نہ کرتے بلکہ وہ تمام حضرات دوبارہ جماعت قائم کر کے نماز جنازہ ادا فرمالتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ نماز جنازہ فوت ہونے کی شکایت فرماتے ہوئے حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ نے ہمیں خبر کیوں نہ دی تاکہ ہم بھی نماز اور حاضری کا شرف حاصل کرتے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کو نماز جنازہ میں شرکت کے شرف سے محروم ہونے کا افسوس ہے اور نماز جنازہ سے محروم اس لئے ہوئے کہ نماز جنازہ فوت ہوگئی اور نماز جنازہ فوت اس لئے ہوگئی کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہ ہونے کی وجہ سے اسے دوبارہ پڑھنا ممکن نہیں۔

دلیل نمبر: ۳

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل المعروف بہ امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ اور امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری المعروف بہ امام مسلم المتوفی ۲۶۱ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے استاد امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی المعروف بہ ابن ابی شیبہ المتوفی ۲۱۱ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

”عَنْ صَالِحِ مَوْلَى التَّوَّامَةِ عَمَّنْ أَدْرَكَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا تَضَايَقَ بِهِمُ الْمُصَلَّى انْصَرَفُوا وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ“

ترجمہ: ”حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عادت کریمہ تھی کہ جب نماز جنازہ میں مصلیٰ تنگی کرتا کہ اس میں گنجائش نہ پاتے تو واپس چلے

جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔“

حوالہ:- المصنف لابن ابی شیبہ، ناشر: ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ،

کراچی، باب: من کرہ الصلوٰۃ علی الجنائز فی المسجد، جلد ۳، ص ۳۶۵

اس حدیث کے ضمن میں امام اہل سنت، مجدد دین و ملت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ

الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

”نماز جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں وہ حضرت صدیق و فاروق و دیگر صحابہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہم پر مخفی نہ تھے۔ نہ ان سے توقع کہ ایسے فضل جلیل کے لئے تشریف بھی لائیں اور پھر

باوصف قدرت اسے چھوڑ کر چلے جائیں، اگر نماز جنازہ دوبارہ جائز ہوتی، تو تنگی مصیبتی کیا حرج

کرتی اور واپس جانے کی کیا وجہ تھی؟ جب پہلے لوگ پڑھ چکے، اس کے بعد دوسری جماعت

فرمالتے۔“

حوالہ:- فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۰۶

دلیل نمبر: ۴

علم فقہ کا یہ مسلم مسئلہ ہے کہ پانی موجود ہوتے ہوئے تندرست کو تیمم کر کے نماز

پڑھنا جائز نہیں۔ اگر پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی مزید برآں وہ گنہگار ہوگا۔ اب ایک

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

حدیث:

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ إِذَا خِفْتَ أَنْ

تَفُوتَكَ الْجَنَازَةَ وَأَنْتَ غَيْرُ وَضُوءٍ فَتَيَمَّمْ وَصَلْ“

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب تمہیں نماز

جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو اور وضو نہیں، تو تیمم کر کے پڑھ لو۔“

حوالہ:- المصنف لابن شیبہ، ناشر: ادارہ القرآن، کراچی، باب فی

الرجل يخاف الخ، جلد ۲، ص ۲۰۵

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جن کا فعل ہمارے لیے حجت ہے وہ بھی مذکورہ حدیث پر عمل کرتے تھے۔ امام بیہقی اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ:

”أَنَّه أَتَى الْجَنَازَةَ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ وَضُوءٍ فَتَيَّمَمَ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا“
ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک جنازہ آیا، اس وقت ان کا وضو نہ تھا، تیمم کر کے نماز میں شریک ہو گئے۔“

حوالہ: - سنن دارقطنی، مطبوعہ: نشر السنۃ، ملتان، باب الوضوء

والتيمم من آنية المشركين، جلد ۱، ص ۲۰۲

تیمم کر کے نماز جنازہ پڑھنے کے تعلق سے روایات:

- (۱) حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تجھے نماز جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔
- (۲) حضرت عامر شععی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نماز جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو، تیمم کرے۔
- (۳) حضرت حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تجھے نماز جنازہ فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو اور توبے وضو ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔
- (۴) حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ کے لئے تیمم کر لے۔

مندرجہ چاروں روایات بحوالہ: - المصنف لابن ابی شیبہ، جلد ۲، ص ۹۸

- (۵) حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب تیرے

سامنے اچانک جنازہ آئے اور تیرا وضو نہیں، تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

حوالہ:- شرح معانی الآثار للطحاوی، جلد ۱، ص ۵۲

مذکورہ پانچ تابعین کرام کے علاوہ حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت عکرمہ تلمیذ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی کل سات ائمہ تابعین سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔ اگر نماز جنازہ کی تکرار جائز ہوتی تو نماز فوت ہونے کے کیا معنی؟ اور اس کے لئے تندرست کو پانی موجود ہوتے ہوئے تیمم کیونکر جائز ہوتا؟

المختصر! نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع اور منع ہے اور اس کے ممنوع ہونے پر دلائل

کثیرہ موجود ہیں۔



19

انیسواں باب

غائبانہ نماز جنازہ

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

غائبانہ نماز جنازہ یعنی غائب کی نماز جنازہ پڑھنا، یعنی جہاں نماز جنازہ پڑھی جائے وہاں میت موجود نہ ہو بلکہ دوسرے مقام پر ہو۔ مثلاً احمد آباد میں کسی کا انتقال ہو گیا اور بمبئی کے لوگ بمبئی شہر میں اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عالمی شہرت رکھنے والے کسی شخص کا یا کسی مشہور و معروف مذہبی رہنما و مقتداء کے انتقال کی خبر پا کر مختلف ممالک اور مختلف شہروں میں اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے والے لوگوں میں سے اکثر لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں کہ:

مسئلہ:

مذہب مہذب حنفی میں جنازہ غائب پر نماز محض ناجائز ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر اجماع ہے۔

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۳۴۱

(۲) الہادی الحاجب عن جنازۃ الغائب، مطبوعہ رضا

اکیڈمی، بمبئی، ص ۳۵

نکتہ:

غائب کی نماز جنازہ پڑھنے میں ایک بات یہ لازم آئے گی کہ نماز جنازہ کی تکرار ہوگی۔ کیوں کہ جہاں کہیں بھی کسی مسلمان کا انتقال ہوا ہوگا، وہاں اس کی نماز جنازہ ضرور پڑھی گئی ہوگی۔ مثلاً احمد آباد میں کسی کا انتقال ہوا اور اس کی غائبانہ نماز جنازہ بمبئی، بنگلور، حیدرآباد، دہلی، کلکتہ وغیرہ شہروں میں پڑھی گئی۔ تو سب سے پہلے اس کے جنازہ کی نماز

احمد آباد میں ہی پڑھی جائے گی، دیگر شہروں میں اس کی نماز بعد میں ہی پڑھی جائے گی۔
تو یہاں دو باتیں لازم آئیں گی:

(۱) نماز جنازہ کی تکرار ہوگی۔

(۲) غائب کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

پہلی بات یہ کہ نماز کی تکرار جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اوراق سابقہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کر کے ثابت کر دیا گیا ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار غیر مشروع اور ممنوع ہے۔ اب معاملہ اس بات پر وضاحت طلب ہے کہ غائب کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟
فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتب میں صاف صراحت سے لکھا ہوا ہے کہ غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ مثلاً:

حوالہ نمبر ۱:

محقق علی الاطلاق، علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الہمام مکی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

”وَشَرَطُ صِحَّتِهَا إِسْلَامُ الْمَيِّتِ وَطَهَارَتُهُ وَوَضْعُهُ أَمَامَ الْمُصَلِّيِّ

فَلِهَذَا الْقَيْدِ لَا تَجُوزُ عَلَى غَائِبٍ“

ترجمہ: ”صحت نماز جنازہ یعنی جنازہ کی نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو، پاک ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔“

حوالہ:- فتح القدير، ناشر: مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر (پاکستان)

فصل فی الصلوۃ علی المیت، جلد ۲، ص ۸۰

حوالہ نمبر ۲:

امام الفقہاء، شیخ الاسلام، شمس الدین، علامہ محمد بن عبداللہ بن احمد غزی تمرتاشی صاحب تنویر الابصار المتوفی ۱۰۰۴ھ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”إِنَّ أَبَا حَنِيفَةَ لَا يَقُولُ بِجَوَازِ الصَّلَاةِ عَلَى الْغَائِبِ“

ترجمہ: ”ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ غائب پر نماز جائز نہیں مانتے۔“

حوالہ:- فتاویٰ امام غزی تمرتاشی، مطبوعہ بریلی شریف، کتاب طہارۃ

الصلوة، ص ۴

حوالہ نمبر ۳:

رئیس الفقہاء، خاتم المحققین، امام محمد بن علی ہسکفی دمشقی المتوفی ۱۰۸۸ھ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:

”شَرَطُهَا حُضُورُهُ فَلَا تَصِحُّ عَلَى غَائِبٍ“

ترجمہ: ”جنازہ کا حاضر ہونا شرط نماز ہے۔ لہذا کسی غائب پر نماز جنازہ صحیح نہیں۔“

حوالہ:- درمختار، مطبع مجتبائی، دہلی، باب صلوة الجنائز، جلد ۱،

ص ۱۲۱

علاوہ ازیں فقہ کی حسب ذیل کتب میں بھی صاف لکھا ہوا ہے کہ میت کا نمازی کے سامنے موجود ہونا نماز جنازہ کی شرط ہے، لہذا کسی غائب کی نماز جنازہ درست نہیں۔

مزید حوالوں کی کتابوں کے نام:

● ملتقى الابدح، مصنف: امام ابراہیم بن محمد حلبی حنفی المتوفی ۹۵۶ھ

● مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، مصنف: الشيخ عبد الله بن محمد بن سليمان آفندی دامات

١٠٥٨ھ

● کافی شرح وافی، مصنف: امام ابوالبرکات حافظ الدین عبد اللہ نسفی المتوفی ٤٢٢ھ

● حلیۃ الجلی، مصنف: امام محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی المتوفی ٨٤٩ھ

● بحر الرائق، مصنف: علامہ زین الدین بن ابراہیم نجیم مصری، المتوفی ٩٤٠ھ

● برهان شرح مواہب، مصنف: علامہ ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی، المتوفی ٩٢٢ھ

● ارکان اربعہ: مصنف: ملک العلماء بحر العلوم علامہ عبد العلی لکھنوی، المتوفی ١٢٢٥ھ

● غنیۃ شرح منیہ، مصنف: علامہ برهان الدین ابراہیم بن محمد حلبی حنفی، المتوفی ٩٥٦ھ

● وافی، مصنف: امام جلیل علامہ حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی، المتوفی ١٠٤٠ھ

● نھر الفائق، مصنف: فخر العلماء علامہ عمر بن نجم مصری، المتوفی ١٠٠٥ھ

● شریب اللیہ علی الدر، مصنف: علامہ حسن بن عمار بن علی شریبلالی، المتوفی ١٠٦٩ھ

علاوہ ازیں ● شلبیہ علی تبیین الحقائق ● خادم علی الدرر ● فتاویٰ خلاصہ ● شرح

مجمع البحرین ● فتاویٰ ہندیہ ● ابوسعود وغیرہ کتب معتبرہ میں صاف حکم مذکور ہے کہ صحت

نماز جنازہ کے لئے میت کا موجود ہونا شرط ہے لہذا غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

عام طور پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے اپنے زمانہ اقدس میں غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کی بھی نماز جنازہ میں شرکت

فرمائیں اس کی نجات و مغفرت و بخشش میں کوئی شبہ نہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

● میری نماز مسلمان پر موجب رحمت ہے۔

● تاریکی سے بھری ہوئی قبر کو میں اپنی نماز سے روشن فرمادیتا ہوں۔

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشادات عالیہ کے

ثبوت میں ہم یہاں دو احادیث کریمہ بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔

حدیث:

امام احمد، ابن حبان، حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کیا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں پر نماز جنازہ

پڑھنے کے سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”لَا يَمُوتَنَّ فِيكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ إِلَّا أَذِنْتُ مَوْنِي بِهِ فَإِنَّهُ

صَلَوْتِي عَلَيْهِ رَحْمَةٌ“

ترجمہ: ”جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں، ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی

اطلاع مجھے نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔“

حوالہ: - مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت، جلد ۴، ص ۳۸۸

حدیث:

امام مسلم اور ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”هَذِهِ الْقُبُورُ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنِّي أَنْوِرُهَا بِصَلَوْتِي

عَلَيْهِمْ“

ترجمہ: ”بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں اور بیشک میں اپنی

نماز سے انھیں (قبروں کو) روشن فرمادیتا ہوں۔“

حوالہ:- صحیح مسلم شریف، مطبوعہ: نور محمد اصح المطابع، کراچی،

کتاب الجنائز، جلد ۱، ص ۳۱۰

مذکورہ دونوں احادیث کریمہ کے ضمن میں امام عشق و محبت، مجدد دین و ملت، امام

احمد رضا محقق بریلوی فرماتے ہیں کہ:

”بہ ایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

دوسرے مواضع (مقام) میں وفات پائی، لیکن کبھی کسی حدیث صریح صحیح سے ثابت نہیں

کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی، کیا وہ (دیگر مقام میں وفات پانے

والے) محتاج رحمت والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پر یہ

رحمت و شفقت نہ تھی؟ کیا (حضور) ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پر نور نہ کرنا چاہتے تھے؟

کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھیں کی قبور محتاج نور ہوتیں، اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟ یہ

سب باتیں بدایہ (صاف طور پر) باطل ہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عام

طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن و واضح ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن

تھی، ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی کمال و فور موجود اور مانع مفقود۔ (چاہا ہوا کامل طور پر

کثرت سے موجود اور کوئی روکنے والا نہیں۔)

”لا جرم (یقیناً) نہ پڑھنا قصد ابا ز رہنا تھا، اور جس امر سے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں، وہ ضرور امر شرعی و مشروع نہیں ہو سکتا۔“

(یعنی کسی روکنے والے عذر کے بغیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جان بوجھ کر جس

کام کو نہ کریں، وہ کام کبھی بھی موافق شریعت اور جائز نہیں ہو سکتا۔)

حوالہ:- (۱) فتاویٰ رضویہ (مترجم) جلد ۹، ص ۲۴۶

(۲) الہادی الحاجب عن جنازة الغائب، ص ۲۹

تین مواقع میں حضور اقدس نے غائب کی نماز جنازہ کیوں پڑھی؟

دوسرے شہر کی میت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز جنازہ پڑھنا صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے۔

(۱) واقعہ نجاشی بادشاہ حبشہ (۲) واقعہ معاویہ لیشی (۳) واقعہ امرائے موتہ۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

مذکورہ تینوں واقعات میں جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے تھا۔ جنازہ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھا، تو یہ نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر ہوئی۔

نجاشی بادشاہ کا واقعہ:

ملک حبشہ (Ethopia) کا بادشاہ اصمہ نجاشی جو صدق دل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا۔ جب اس کا انتقال حبشہ میں ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خبر دی اور صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں، حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں دوسری یا تیسری صف میں تھا۔

حوالہ:- صحیح بخاری شریف، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ، کراچی، باب

الصفوف علی الجنازة، جلد ۱، ص ۱۷۶

اس حدیث شریف کو پیش کر کے نماز جنازہ غائب پر پڑھنے کے جواز کے قائل دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ اصمہ نجاشی کی

غائبانہ نماز پڑھی ہے، لہذا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اس حدیث شریف سے بظاہر تو ایسا ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت صحابہ کے ساتھ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی، لیکن درحقیقت یہ نماز غائبانہ نماز جنازہ نہ تھی بلکہ حاضر پر تھی، نماز پڑھنے والے تمام حضرات جانتے تھے کہ یہ غائبانہ نماز جنازہ نہیں۔

کیوں کہ...

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم و اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے زمین کو لپیٹ دیا اور اپنے محبوب کی نگاہوں سے تمام حجابات ہٹا دیئے اور جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نظروں کے سامنے دیکھ رہے تھے، تو اب حضور کے لئے یہ نماز غائب پر نہ تھی بلکہ حاضر پر تھی، جب حضور کے لئے حاضر پر تھی، تو صحابہ کرام کے لئے بھی حاضر پر تھی، کیوں کہ اس نماز جنازہ کی امامت حضور اقدس، امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور جو نماز جنازہ باجماعت پڑھی جاتی ہے، اس میں جنازہ کا امام کے سامنے حاضر ہونا شرط ہے، مقتدیوں کے سامنے حاضر ہونا ضروری نہیں، کیوں کہ جب جنازہ امام کے سامنے حاضر ہے، تو مقتدیوں کے سامنے بھی حاضر مانا جائے گا۔ اگر امام کی نماز حاضر پر ہوئی تو مقتدیوں کی بھی حاضر پر ہوئی، چاہے مقتدیوں کو جنازہ نظر آئے یا نہ آئے۔ صرف امام کے سامنے جنازہ حاضر ہونا سب کے لئے کافی ہے۔

نجاشی بادشاہ کی بظاہر غائبانہ نماز جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ ملاحظہ فرماتے ہوئے حاضر پر پڑھی اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین نے یہ سمجھ کر حاضر پر پڑھی کہ ہمیں نجاشی بادشاہ کا جنازہ نظر آئے یا نہ آئے۔ ہمارے آقا و مولیٰ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو اس وقت امامت فرما رہے ہیں، وہ تو نجاشی بادشاہ کا جنازہ ضرور ملاحظہ فرما رہے ہیں، جب نجاشی بادشاہ کا جنازہ حضور کے سامنے حاضر ہے، تو حضور کے لیے یہ نماز غائب پر نہیں بلکہ حاضر پر ہے اور جب یہ نماز جنازہ حضور اقدس کے حق میں حاضر پر ہے، تو ہمارے لئے بھی حاضر پر ہوتی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اس خیال کے ثبوت میں اور نجاشی بادشاہ کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہونے کے ثبوت میں چند حوالے احادیث کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں:

حدیث:

صحیح ابن حبان میں صحابی رسول حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَخَاكُمْ
النَّجَّاشِي تُوْفِي فَقَوْمُوا فَصَلُّوا عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَصَفُّوا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا أَنَّ جَنَارَتَهُ بَيْنَ
يَدَيْهِ“

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بھائی نجاشی مر گیا، اٹھو، اس پر نماز پڑھو، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں۔ حضور نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کو یہی ظن (خیال) تھا کہ نجاشی کا جنازہ حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے۔“

حوالہ:- الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ مؤسسة الرسالہ، بیروت، فصل فی الصلوٰۃ علی الجنائز، جلد ۵، ص ۴۰

حدیث:

صحیح ابوعوانہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

”فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ وَنَحْنُ لَا نَرَى إِلَّا أَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا“

ترجمہ: ”ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔“

حوالہ:- فتح الباری بحوالہ ابی عوانہ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر، باب الصفوف علی الجنازة، جلد ۳، ص ۲۲

حدیث:

جلیل القدر صحابی رسول اور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت ہے کہ:

”كُشِفَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَرِيرِ النَّجَّاشِيِّ حَتَّى

رَأَاهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ“

ترجمہ: ”نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا۔

حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔“

حوالہ:- شرح الزرقانی علی المواہب، مطبوعہ: دارالمعرفة، بیروت،

النوع الرابع فی صلواتہ، جلد ۸، ص ۸۷

ثابت ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غائبوں کی نماز جنازہ

پڑھنے سے باز رہنا ثابت ہے تو حضرت اصمہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جنازہ حضور کے سامنے تھا اور یہ جنازہ صرف نظر صحابہ سے غائب تھا۔ اور حنفیہ و مالکیہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسے کی نماز جنازہ جائز ہے، جو جنازہ لوگوں سے غائب ہو اور امام اسے دیکھ رہا ہو۔

معاویہ لیثی کا واقعہ:

حضرت معاویہ بن مزنی لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبوک میں تشریف فرما تھے۔ جب تبوک میں حضرت معاویہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کی خبر آئی، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبوک میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کے قائلین اس واقعہ کو بطور دلیل پیش کر کے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کا استدلال کرتے ہیں۔ حالاں کہ اس واقعہ میں بھی نجاشی بادشاہ کے جنازہ کی طرح حضرت معاویہ بن معاویہ مزنی لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نظر انور کر دیا گیا تھا۔ لہذا یہ نماز بھی حاضر پر ہوئی، نہ کہ غائب پر۔

حوالہ پیش خدمت ہے:

حدیث:

امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کی کہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

”أُحِبُّ أَنْ أَطْوِيَ لَكَ الْأَرْضَ، فَتُصَلِّيَ عَلَيَّ، قَالَ نَعَمْ، فَضَرَبَ
بِجَنَاحِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَرَفَعَ لَهُ سَرِيرَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَخَلْفَهُ صَفَّانِ مِنَ
الْمَلَائِكَةِ كُلِّ صَفٍّ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ“

ترجمہ: ”کیا حضور چاہتے ہیں کہ حضور کے لیے زمین لپیٹ دوں تاکہ حضور ان پر نماز
پڑھیں، فرمایا: ہاں، حضرت جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور کے سامنے
ہو گیا۔ اس وقت حضور نے ان پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور کے پیچھے تھیں، ہر
صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔“

حوالہ: - مرقاة شرح مشکوٰۃ، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان، باب المشی

بالجنازة، جلد ۴، ص ۶۷

حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت
جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کی کہ کیا
حضور اس پر نماز پڑھنا چاہتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ہاں!

”فَضَرَبَ بِجَنَاحِهِ الْأَرْضَ فَلَمْ تَبْقَ شَجَرَةٌ وَلَا أَكْمَةٌ إِلَّا
تَضَعُضَعُ وَرُفِعَ لَهُ سَرِيرُهُ حَتَّى نَظَرَ إِلَيْهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ“

ترجمہ: ”پس حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر اپنا پر مارا۔ کوئی پیڑ اور
ٹیلہ نہ رہا، جو پست نہ ہو گیا۔ اور ان (معاویہ بن معاویہ) کا جنازہ حضور کے سامنے بلند کیا
گیا، یہاں تک کہ حضور کی مقدس نظروں کے سامنے ہو گیا۔ اس وقت حضور نے ان پر نماز
پڑھی۔“

حوالہ: - الاصابہ فی تہذیب الصحابہ، مطبوعہ: دار صادر، بیروت،

حدیث:

ایک روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ:

”هَلْ لَكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأَقْبِضُ لَكَ الْأَرْضَ قَالَ نَعَمْ فَصَلَّى

عَلَيْهِ“

ترجمہ: ”حضرت جبریل نے عرض کی کہ اگر حضور ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین

سمیٹ دوں۔ فرمایا: ہاں، حضرت جبریل نے ایسا ہی کیا، اس وقت حضور نے ان پر نماز

پڑھی۔“

حوالہ:- ایضاً، ص ۴۳۷

مذکورہ تینوں حوالوں میں یہ وارد ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ اگر حضور ان پر نماز پڑھنا چاہیں تو میں زمین کو پیٹ دوں یا سمیٹ دوں، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تبوک نامی مقام میں تھے اور حضرت معاویہ بن معاویہ لیشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ مدینہ منورہ میں تھا اور تبوک نامی مقام مدینہ طیبہ سے کافی دور تھا، حضور نے حضرت معاویہ بن معاویہ کے جنازہ کی نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تو حضرت جبریل نے اپنا پر مار کر زمین کو ہموار کر کے سمیٹ دی، یہاں تک کہ حضرت معاویہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہو گیا۔

نکتہ:

اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ عرض کرنے کی ضرورت کیوں پڑی کہ حضور

اگر حضرت معاویہ کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیں، تو میں زمین سمیٹ دوں، یعنی حضور کے لیے حضرت معاویہ کی نماز جنازہ پڑھنا ممکن نہ تھا۔ کیوں کہ حضور اس وقت تبوک میں تھے اور جنازہ مدینہ طیبہ میں تھا یعنی جنازہ حاضر نہ تھا بلکہ غائب تھا اور حضرت جبریل شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچھی طرح واقف تھے ان کے علم میں یہ بات تھی کہ غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی، لہذا حضرت معاویہ کا جنازہ غیر موجود یعنی غائب ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ البتہ اگر جنازہ حاضر ہوگا، تو ضرور پڑھیں گے۔

اسی لئے تو حضرت جبریل نے عرض کی کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معاویہ بن معاویہ کے جنازہ کی نماز پڑھنا چاہیں، تو نماز پڑھنے میں جو بات مانع یعنی منع کرنے والی ہے یعنی جنازہ غائب ہے اس مانع کو دور کر دوں اور جنازہ بجائے غائب کے حاضر کر دوں۔

اگر غائب کے جنازہ کی نماز پڑھنا شرعاً روا ہوتا تو حضرت جبریل کی عرض پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضرور ارشاد فرماتے کہ رہنے دو! تکلیف گوارا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر حضرت معاویہ کا جنازہ غائب ہے تو کیا ہوا؟ غائب کی بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، مگر حضور نے ایسا ہرگز نہیں فرمایا، بلکہ حضرت جبریل نے زمین کو سمیٹ کر جنازہ حاضر کرنے کی خدمت انجام دینے کی جو درخواست کی، اس کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ ہاں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش کی تکمیل کے لئے حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر اپنا پر مارا اور تمام حجابات زائل ہو گئے اور حضرت معاویہ کا جنازہ حضور اقدس کی نگاہوں کے سامنے ہو گیا، تب حضور نے ان کے

جنازہ کی نماز پڑھی۔

علاوہ ازیں حدیث شریف کے الفاظ کہ:

”جب جنازہ حضور کی نگاہوں کے سامنے ہو گیا اس وقت حضور نے جنازہ کی نماز

پڑھی۔“

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک جنازہ غائب تھا، آپ نے نماز جنازہ نہ

پڑھی بلکہ جب حضرت معاویہ کا جنازہ نگاہوں کے سامنے ہو گیا، تب آپ نے نماز پڑھی،

یعنی حاضر پر نماز پڑھی، غائب پر نہ پڑھی۔

جس حدیث کو دلیل بنا کر نماز جنازہ غائب پر پڑھنے کے قائلین بطور ثبوت پیش

کرتے ہیں، اسی حدیث سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز

نہیں۔

حضور نے غائب کی نماز پڑھی اس کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام طور پر غائب کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے

تھے۔ حیات طیبہ میں دو، تین واقعات ایسے بھی ہیں کہ آپ نے غائب کی نماز جنازہ

پڑھی۔ مثلاً نجاشی بادشاہ، حضرت معاویہ لیشی، امرائے موتہ۔

اور اق سابقہ میں احادیث کریمہ کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسی کے جنازہ کی نماز پڑھنا موجب رحمت ہے۔ اور آپ جس پر نماز

جنازہ پڑھ لیتے اس کی قبر سے تاریکی دور ہو جاتی اور قبر روشن ہو جاتی۔ تو ذرا سوچو! جو

ذات کریمہ کی شان ”حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ“ یعنی ”تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہو۔“

وہ ذات کریمہ ہزاروں غائب کی نماز جنازہ چھوڑ دیں اور صرف دو تین کی ہی

پڑھیں، یہ کب ان کے کرم کے شایان شان ہے؟ عام طور پر غائب کی نماز جنازہ ترک فرمانا اور دو ایک مرتبہ پڑھنا، یہ خصوصیت کی بناء پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خصوصیت خاصہ عطا فرمائی تھی کہ بظاہر غائب اور دوسرے مقام پر جنازہ ہونے کے باوجود وہ جنازہ محبوب اکرم کی مقدس نگاہوں کے سامنے ہوتا اور بظاہر ایسے غائب پر نماز جنازہ حقیقت میں حاضر پر نماز جنازہ تھی اور غائب کی نماز جنازہ پڑھنے کے جو واقعات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وقوع پذیر ہوئے ہیں، وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت خاصہ تھی، جس کا حکم عام نہیں ہو سکتا۔

حکم عام عدم جواز ہے یعنی غائب کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں، یہی عام حکم ہے اور اسی عام حکم پر ملت اسلامیہ کا عمل ہے۔

موت کے بعد کیا؟

ازادہ تو یہ تھا کہ ”مؤمن کی وفات“ کتاب کو ایک ہی جلد میں پوری کر دوں لیکن کچھ ضروری اور اختلافی مسائل کے سلسلہ میں ذہن میں مضامین کی آمد نے وہ طول پکڑا کہ کتاب کی ضخامت میں اضافہ ہوتا گیا، ابھی حسب ذیل عناوین لکھنا باقی ہیں۔

(۱) قبور اور مزارات کی تعظیم

(۲) قبرستان کے تعلق سے مسائل

(۳) زیارت قبور کے آداب، مسائل اور فضائل

(۴) مزارات پر عورتوں کی حاضری

(۵) طعام میت

(۶) ایصال ثواب، فاتحہ، عرس وغیرہ

(۷) احوال برزخ

(۸) عذاب قبر

(۹) روح کی حقیقت

(۱۰) بعد انتقال روحوں کا اپنے گھروں میں آنا

(۱۱) میدان محشر، قیامت اور حساب و کتاب

(۱۲) پل صراط اور قیامت کی سختیاں

(۱۳) شفاعت کا بیان

(۱۴) جنت اور دوزخ کا بیان

(۱۵) دیدار الہی

مندرجہ بالا عناوین قرآن مجید، کتب تفسیر، کتب احادیث اور دیگر کتب اسلاف میں اتنی تفصیل سے مذکور ہیں کہ ان عناوین کو اگر اختصاراً بھی لکھتا ہوں تو اب تک یہ کتاب ”مؤمن کی وفات“ جتنی ضخامت کی حامل ہے اس سے بھی زائد ضخامت صرف مندرجہ بالا عناوین کی ہوتی ہے۔ نتیجتاً کتاب تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہو جائے اور اس کی طباعت میں کافی تاخیر ہوگی، لہذا مرکز اہل سنت برکات رضا کے مخلص علماء و محبین سے تبادلہ خیال کرنے کے بعد اور ان کے اعلیٰ و مفید مشوروں کے بعد یہ طے کیا کہ یہاں تک کے مضامین پر ”مؤمن کی وفات“ کتاب کو پوری کرنے کے شائع کر دی جائے اور بقیہ مندرجہ بالا عنوانات ایک الگ اور مستقل کتاب کی شکل میں شائع کیے جائیں اور اس کتاب کا نام ”موت کے بعد کیا؟“ رکھا جائے۔ قارئین کرام بنظر عفو ہمارے اس فیصلہ کو شرف قبولیت سے نواز کر ممنون و مشکور فرمائیں اور راقم الحروف حقیر و فقیر، سراپا تقصیر کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اعظم و اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل

زیادہ سے زیادہ دینی و علمی کاوش کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ
سید المرسلین غایہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

خیر اندیش:

مطابق:

عبدالستار بہدانی ”مصروف“

بروز عید دوشنبہ ۳ اکتوبر ۲۰۰۵ء

برکاتی، نوری



ماخذ و مراجع

نمبر	اسماء كتب	اسماء مصنفين، مؤلفين، مفسرين	سن وفات
١	اتحاف السادة المفتيين	علامه سيد مرتضى زبيدي	٥١٢٠٥
٢	اهلاك الوهابيين على توهين قبور المسلمين	امام احمد رضا محقق بريلوى	٥١٣٤٠
٣	ايدان الاجر فى اذان القبر	امام احمد رضا محقق بريلوى	٥١٣٤٠
٤	الاصابة فى تمييز الصحابه	حافظ شهاب الدين احمد بن على ابن حجر عسقلانى	٥٨٩٢
٥	امداد الفتوح	علامه حسن بن عمار بن على شرنبلالى	٥١٠٦٩
٦	ارشاد السارى شرح البخارى	علامه شهاب الدين احمد بن محمد المصرى القسطلانى	٥٩٢٣
٧	اشعة اللمعات شرح مشكوة	شيخ محقق عبدالحق محدث دهلوى	٥١٠٥٢
٨	الاصلاح للوقايه	علامه احمد بن سليمان بن كمال باشا	٥٩٤٠
٩	اركان اربعه	ملك العلماء بحر العلوم عبدعلى لكهنوى	٥١٢٢٥

۵۷۳۹	امير علاء الدين على بن ملىان فارسی	الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان	۱۰
۵۱۳۶۷	صدر الشريعة علامه امجد على اعظمی	بهار شریعت (اردو)	۱۱
۵۹۷۰	امام شیخ زین الدین بن ابراهیم بن نجیم	البحر الرائق	۱۲
۵۱۳۴۰	امام احمد رضا محقق بریلوی	بذل الجوائز على الدعاء بعد صلاة الجنائز	۱۳
۵۱۳۴۰	امام احمد رضا محقق بریلوی	بريق المنار بشموع المزار	۱۴
۵۲۹۲	امام احمد بن عمرو بن عبدالخالق عتيكى بزار	البحر الزخار المعروف بمسند البيزار	۱۵
۵۸۵۵	امام بدر الدين ابو محمد عيسى	بنایة شرح هداية	۱۶
۵۵۸۷	ملك العلماء علاء الدين ابو بكر بن مسعود كاسانى	بدائع الصنائع	۱۷
۵۹۲۲	علامه ابراهيم بن موسى طرابلسى	برهان شرح المواهب	۱۸
۵۶۵۶	حافظ زكى الدين عبدالعظيم عبدالقوى مندرى	الترغيب والترهيب	۱۹
نام معلوم	علامه محمد بن راشد البغدادى	تاريخ بغداد	۲۰

۲۱	تنوير الابصار	علامه شمس الدين محمد بن عبدالله غزى تمرتاشى	۵۱۰۰۴
۲۲	تفسير خزائن العرفان (اردو)	علامه سيد نعيم الدين مراد آبادى	۵۱۳۶۷
۲۳	تاريخ اصفهان	امام ابو نعيم احمد بن عبدالله اصفهانى	۵۴۳۰
۲۴	تفسير ابن كثير	حافظ ابو الفداء عماد الدين ابن كثير	۵۷۷۴
۲۵	تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق	امام فخر الدين ابو محمد عثمان بن على زيلعى	۵۷۴۳
۲۶	تلخيص الادلة	امام زاهد صفاء	نامعلوم
۲۷	تفسير جلالين شريف	امام جلال الدين سيوطى و جلال الدين محلى	۵۹۱۱
۲۸	التجنيس	علامه برهان على ابو بكر مرغينانى	۵۵۹۳
۲۹	تحفة اثنا عشرية	شاه عبدالعزیز محدث دہلوی	۵۱۲۳۹
۳۰	جامع الصغير	امام جلال الدين سيوطى	۵۹۱۱
۳۱	جامع الترمذى	امام ابو عيسى محمد بن عيسى ترمذى	۵۲۷۹
۳۲	جامع المصنوعات شرح قدورى	علامه محقق امام ابو يوسف بن عمر	نامعلوم

٥٩٦٢	علامه امام شمس الدين محمد خراساني قهستاني	جامع الرموز شرح نقاية	٣٣
٥٨٠٠	ابوبكر بن علي بن محمد الحداد اليمني	جوهر قنيرة شرح مختصر قدوري	٣٤
بقيد حيات	مولانا محمد حنيف خان رضوي	جامع الاحاديث	٣٥
نام معلوم	امام برهان الدين ابراهيم بن ابوبكر اخلاطي	جواهر الاخلاطي	٣٦
٥١٠٠٤	علامه شمس الدين محمد بن عبدالله غزي تمر تاشي	جامع البحار	٣٧
٥١٣٤٠	امام احمد رضا محقق بريلوي	الحرف الحسن في الكتابة على الكفن	٣٨
٥٤٣٠	امام ابو نعيم احمد بن عبدالله اصفهاني	حلية الاولياء	٣٩
٥١١٤٣	علامه امام عبدالغني بن اسماعيل بن عبدالغني نابلسي	حديقه نديه شرح طريقه محمديه	٤٠
نام معلوم	علامه ابو سعود	حاشيه مراقي الفلاح	٤١
٥١٢٣١	علامه احمد بن محمد طحطاوي	حاشيه الطحطاوي على مراقي الفلاح	٤٢
٥٨٧٩	امام محمد بن محمد بن امير الحاج حلبي	حلية المجلي شرح منية المصلي	٤٣

نامعلوم	علامہ عبدالقادر فاکھی مکی	حسن التوسل فی زیارات افضل الرسل	۴۴
نامعلوم	علامہ شہاب الدین احمد شبلی	حاشیہ الشبلی علی تبیین الحقائق	۴۵
۵۷۴۰	علامہ حسین بن محمد صنعانی سمیقانی	خزانة المفتیین	۴۶
۵۱۲۵۲	علامہ محقق سید محمد امین ابن عابدین شامی	خزانة الروایات	۴۷
۵۹۱۱	علامہ سید نور الدین علی بن احمد سمهودی	خلاصة الوفاء فی اخبار دارالمصطفی	۴۸
نامعلوم	علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی	خلاصة الفتاوی	۴۹
۵۴۵۸	حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	دلائل النبوة (للبيہقی)	۵۰
۵۱۰۸۸	خاتم المحققین علامہ محمد بن علی حصکفی دمشقی	درمختار شرح تنویر الابصار	۵۱
۵۹۱۱	امام علامہ جلال الدین سیوطی	الدر المنثور (للسیوطی)	۵۲
۵۹۰۵	امام علامہ یوسف بن جنید چلبی	ذخيرة العقبي	۵۳

۵۱۲۵۲	سید محمد امین ابن عابدین شامی	رد المحتار شرح درمختار المعروف به فتاوی شامی	۵۴
۵۱۲۵۲	مولانا عبدالسلام بدایونی، خلیفہ اچھے میاں مارہروی	زاد الآخرة (۴ مجلد)	۵۵
۵۷۵۱	علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابوبکر	زاد المعاد	۵۶
۵۲۰۳	حافظ ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب خراسانی	السنن للنسائی	۵۷
۵۲۷۵	حافظ سلیمان بن اشعث بن شداد سجستانی	سنن ابوداؤد	۵۸
۵۴۵۸	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی	السنن الكبرى (للبيہقی)	۵۹
۵۲۷۳	ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی	سنن ابن ماجہ	۶۰
۵۲۸۵	امام علی بن عمر دار قطنی	سنن دار قطنی	۶۱
۵۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد حداد یمنی	السراج الوہاج	۶۲
۵۹۱۱	امام جلال الدین سیوطی	شرح الصدور بشرح حال الموتی والتبیر (اردو ترجمہ)	۶۳
۵۹۵۴	علامہ معین الہروی المعروف به محمد ملا مسکین	شرح الكنز للملا مسکین	۶۴

۵۳۲۱	امام ابو جعفر طحاوی	شرح معانی الآثار العمروف به طحاوی شریف	۶۵
۵۱۱۲۲	علامه محمد عبدالباقی زرقانی	شرح الزرقانی علی موطأ امام مالک	۶۶
۵۴۵۸	ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی	شعب الایمان (بیہقی)	۶۷
۵۴۳۰	حافظ ابو نعیم احمد بن عبدالله اصفہانی	شعب الایمان (لابی نعیم)	۶۸
۵۹۳۲	امام عبدالعلی برجندی	شرح النقایۃ برجندی	۶۹
۵۱۰۶۹	عبدالله حسن بن عمار بن علی شربلالی	شربلالیۃ علی الدرد	۷۰
۵۱۱۲۲	علامه محمد عبدالباقی زرقانی	شرح الزرقانی علی المواہب	۷۱
۵۲۶۱	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری	صحیح مسلم	۷۲
۵۲۵۶	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	صحیح البخاری	۷۳
۵۹۵۶	علامه ابراہیم بن محمد حلبی	صغیری	۷۴
۵۳۵۳	ابن سکن سعید بن عثمان	صحیح ابن سکن	۷۵

٧٦	طحطاوى على مراقى الفلاح	سيد العلماء علامه سيد امام احمد مصرى طحطاوى	٥١٣٠٢
٧٧	الطبقات الكبرى لابن سعد	امام محمد بن سعد	٥٢٣٠
٧٨	طوابع النور فى حكم السراج على القبور	امام احمد رضا محقق بريلوى	٥١٣٤٠
٧٩	العطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية (عربى - اردو)	امام احمد رضا محقق بريلوى	٥١٣٤٠
٨٠	عهد المشائخ	فخر العلماء علامه شيخ عبدالوهاب بن احمد شعرانى	٥٩٧٣
٨١	العلل المتناهية (لابن جوزى)	علامه ابو الفرج عبدالرحمن بن على جوزى	٥٥٩٧
٨٢	عناية شرح هداية	امام محقق اكمل الدين محمد بن محمود بابر تى	٥٧٨٦
٨٣	عمدة القارى شرح البخارى	علامه امام بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد عينى	٥٨٥٥
٨٤	غنية المستملى شرح منية المصلى	امام محمد ابراهيم بن محمد الحلبى	٥٩٥٦
٨٥	غابه شرح هدايه	امام الفقهاء علامه قاضى مصرى بسروجى	٥٧١٠

۵۱۱۶۱	ملانظام الدين	فتاوى ہندیہ المعروف بہ فتاوى عالمگیری	۸۶
نامعلوم	مولوی فیروز الدین	فیروز اللغات (اردو)	۸۷
۵۸۵۲	امام احمد بن علی بن حجر مکی عسقلانی	فتاوى کبری	۸۸
۵۸۲۷	علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری	فتاوى بزازیہ علی ہامش فتاوى ہندیہ	۸۹
۵۶۱۹	امام ظہیر الدین ابو بکر محمد بن احمد مرغینانی	فتاوى ظہیریہ	۹۰
۵۱۳۰۲	تاجدار اہل سنت حضور منشی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان	فتاوى مصطفویہ (اردو)	۹۱
۵۱۴۲۲	حضرت علامہ منشی جلال الدین احمد امجدی	فتاوى فیض الرسول (اردو)	۹۲
۵۸۵۲	امام شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	فتح الباری بشرح صحیح البخاری	۹۳
۵۵۳۶	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	فتاوى کبری	۹۴
۵۵۹۲	علامہ قاضی فخر الدین حسن بن منصور	فتاوى قاضی خان	۹۵

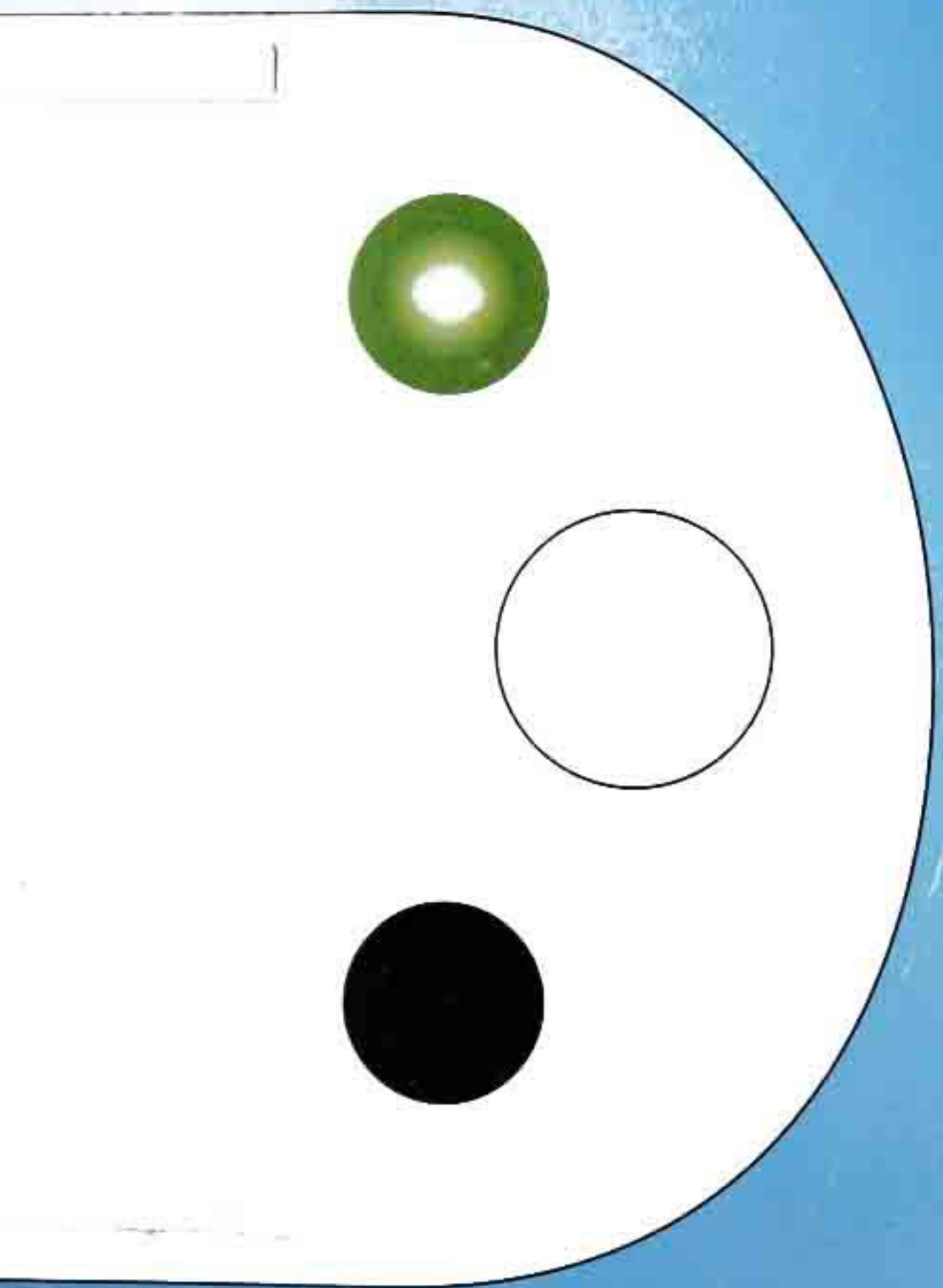
۵۸۶۱	محقق علی الاطلاق علامہ کمال الدین محمد بن ہمام مکی	فتح القدير	۹۶
نام معلوم	ابوبکر بن ابوالدنیا	الفرج بعد الشدة	۹۷
۵۱۲۳۶	شاد عبدالعزیز محدث دہلوی	فیض عام	۹۸
۵۵۴۰	علامہ عبدالرشید بن ابو حنیفہ	فتاوی ولوالجیہ	۹۹
۵۱۰۰۴	امام شمس الدین محمد بن عبدالله غزی تمرتاشی	فتاوی غزی تمرتاشی	۱۰۰
	کلام اللہ تعالیٰ	القرآن الکریم	۱۰۱
۵۶۵۸	امام نجم الدین مختار بن محمد الزاهدی	القنیہ	۱۰۲
۵۴۲۸	امام ابو الحسین احمد بن محمد بن جعفر قدوری	قدوری	۱۰۳
۵۱۳۴۰	امام احمد رضا محقق بریلوی	کنز الایمان فی ترجمة القرآن	۱۰۴
۵۱۳۴۰	امام احمد رضا محقق بریلوی	الکوکبة الشهابیة فی کفریات ابی الوہابیة (اردو)	۱۰۵
۵۴۲۷	امام حافظ الدین علامہ نسفی	کافی شرح وافی	۱۰۶
۵۹۷۵	علامہ علی متقی بن حسام ہندی برہان پوری	کنز العمال (للمتقی)	۱۰۷
۵۱۸۹	امام محمد بن حسن شیبانی	کتاب الآثار	۱۰۸

۵۴۵۳	امام ابو عمر يوسف بن عبدالبر	کتاب الاستيعاب ففي معرفة الاصحاب	۱۰۹
۵۳۶۵	امام ابو احمد عبدالله بن عدی	الکامل (لابن عدی)	۱۱۰
۵۹۱۳	علامه عبدالوهاب شعرانی مصری	کشف الغمة عن جميع الأمة	۱۱۱
۵۱۱۴۳	علامه عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی	کشف النور عن اصحاب القبور	۱۱۲
۵۱۰۵۲	شیخ محقق عبدالحق محدث دهلوی	لمعات التنقيح شرح مشکوة المصابيح	۱۱۳
۵۲۴۱	امام احمد بن حنبل	مسند احمد بن حنبل	۱۱۴
۵۷۴۲	شیخ ولی الدین تبریزی	مشکوة المصابيح	۱۱۵
۵۳۶۰	حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد ايوب لخمی طبرانی	معجم كبير (للطبرانی)	۱۱۶
۵۳۶۰	حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد ايوب لخمی طبرانی	معجم اوسط (للطبرانی)	۱۱۷
۵۳۶۰	حافظ ابوالقاسم سليمان بن احمد ايوب لخمی طبرانی	معجم صغير (للطبرانی)	۱۱۸
۵۱۰۷۸	شیخ عبدالدين محمد بن سليمان	مجمع الانهر في شرح ملتقى الابر	۱۱۹

١٢٠	المستدرك (للحاكم)	امام ابو عبدالله محمد بن عبدالله حاكم نيشاپورى	٥٤٠٥
١٢١	مصنف عبدالرزاق	ابوبكر عبدالرزاق بن همام صنعانى	٥٢١١
١٢٢	مرقاة شرح مشكوة	امام على بن سلطان محمد هروى قارى مكى المعروف به ملا على قارى	٥١٠١٤
١٢٣	مختصر تاريخ دمشق (لابن عساكر)	حافظ ابوالقاسم على بن حسين شافعى ابن عساكر	٥٥٧١
١٢٤	معرفة الصحابة	علامه شهر دار بن شيرويه الديلمى	٥٨٥٨
١٢٥	مجمع الزوائد (للهيثمى)	حافظ نور الدين على بن ابوبكر هيثمى	٥٨٠٧
١٢٦	موت كالمزه (ارو)	عالم فترى	بقيد حيات
١٢٧	مرآة المناجيج شرح مشكوة المصابيح	حكيم الامت مفتى احمد يار خان نعينى	٥١٣٧٦
١٢٨	الموضوعات (لابن جوزى)	علامه ابو الفرج عبدالرحمن بن على جوزى	٥٥٩٧
١٢٩	مسند ابو يعلى	حافظ أحمد بن على التميمى	٥٣٠٧
١٣٠	المنة الممتازة فى دعوات الجنائز	امام احمد رضا محقق بريلوى	٥١٣٤٠

٥٨٥٢	امام شهاب الدين احمد بن علي بن حجر عسقلاني	المطالب العاليه (لابن حجر)	١٣١
٥٢٣٥	امام ابوبكر عبدالله بن محمد احمد نسفي	مصنف ابن ابي شيبه	١٣٢
٥٤٨٣	امام شمس الأمه محمد بن احمد سرخسي	المبسوط (شرح الكافي)	١٣٣
بتيدحيات	علامه عبدالرزاق بيمتر الوي	موت كا منظر (اردو)	١٣٤
٥١٠٦٩	علامه حسن بن عمار بن علي شربلالي	مراقى الفلاح	١٣٥
٥٩٨١	علامه محمد طاهر صديقي	مجمع بحار الانوار	١٣٦
٥١٠٥٢	شيخ محقق عبدالحق محدث دهلوي	مدارج النبوت (فارسي)	١٣٧
٥٧١٠	امام حافظ الدين عبدالله بن احمد نسفي	النستصفي	١٣٨
٥١٢٥٢	علامه محقق محمدامين بن عابدين شامي	منحة الخالق	١٣٩
٥٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد حلي حنفي	مستخلص الحقائق	١٤٠
٥٢٥٥	امام عبدالله بن محمد بن علي حكيم ترمذي	نوادير الاصول في معرفة اخبار الرسول	١٤١

SOCKET



Future

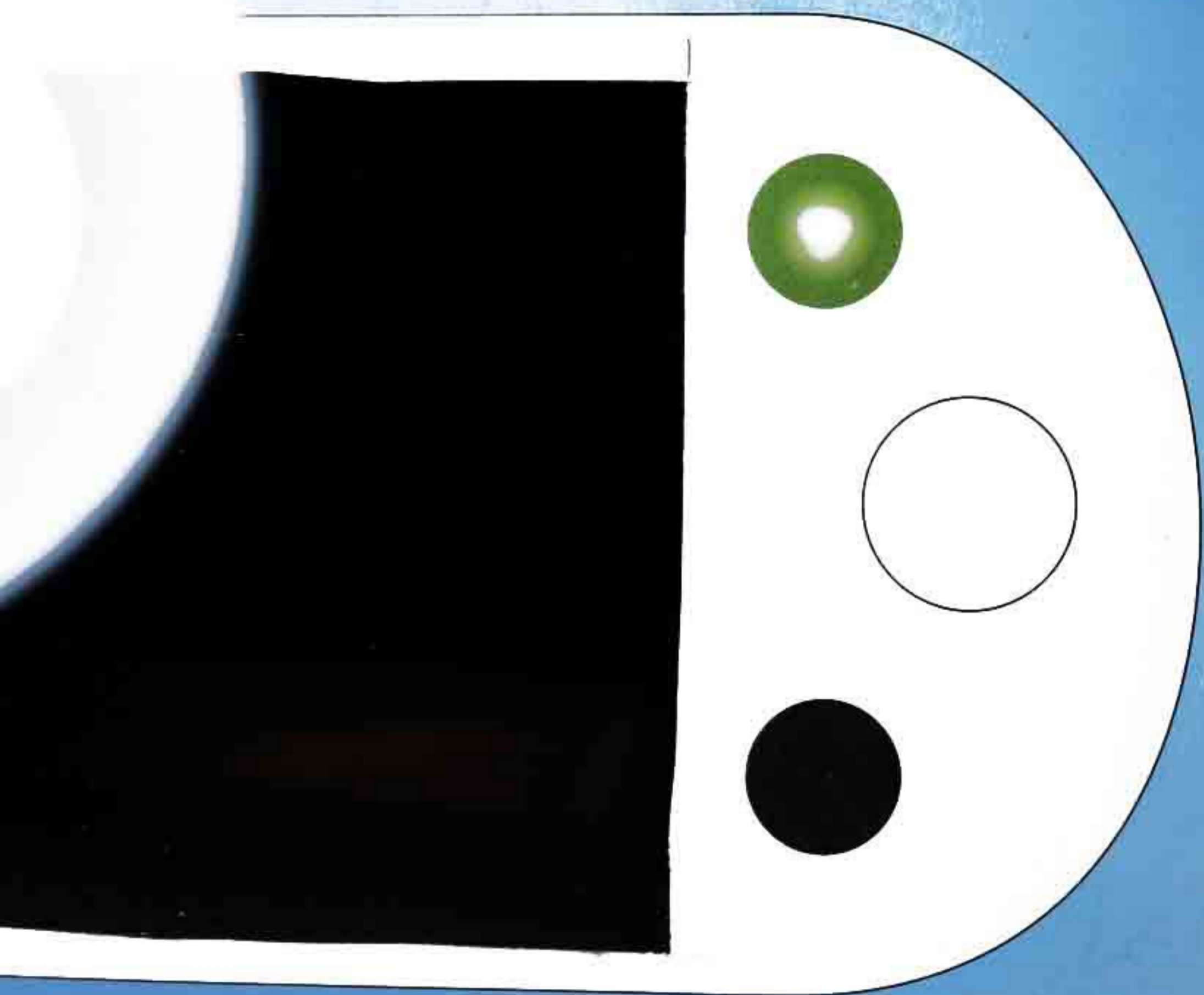
V-8000

SINGAPORE

Future

V-80000

VISION SOCKET



Future

SINGAPORE

V-8000

IN SOCKET

